صلوٰۃ اللہ علیہا

شہزادیِ زینبِ کبریٰ

اور

تاریخِ مُلکِ شام

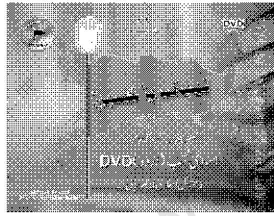
علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں۔

منجانب۔



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان





۷۸۶
۱۱۰-۹۲
یا صاحب الزماں ادرکنیؑ



لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

صلواۃ اللہ علیہا

شہزادی زینبؑ کبریٰ

اور

تاریخِ ملکِ شام

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

نام کتاب : شہزادی حضرت زینب کبریٰ اور تاریخِ مُلکِ شام

تالیف : علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

اشاعت : اوّل: ۲۰۰۸ء.... دوم: ۲۰۱۲ء

تعداد : ایک ہزار

کمپوزنگ : ریحان احمد

قیمت : ۲۰۰ روپے

ناشر : مرکزِ علومِ اسلامیہ

کتاب ملنے کا پتہ

مرکزِ علومِ اسلامیہ

فلیٹ نمبر 102، مصطفیٰ آرکیڈ، سندھی مسلم کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی

کراچی۔ فون: 02134306686

website: www.allamazameerakhtar.com

فہرست

باب ۲

باب ۔۔۔۔۔۔ ۳





ڈاکٹر ماجد رضا عابدی:

پیش لفظ

ملکِ شام ہمیشہ سے اذیتوں اور صعوبتوں کا ملک رہا ہے اس ملک میں اہل بیتؑ اطہار کو بھی طرح طرح کی اذیتوں اور مصیبتوں سے نبرد آزما ہونا پڑا جناب سیّد سجادؑ تا زیست رو رو کے یہی کہتے رہے الشّام ،الشّام ،الشّام ،اہل بیتؑ رسولؐ کی اسیری سے لے کر آج تک یہ اس زمین کا خاصہ رہا ہے کہ آج بھی کوئی زائر جب دمشق میں قدم رکھتا ہے تو اُس کو کوئی نہ کوئی اور کسی نہ کسی قسم کی اذیت ضرور اٹھانا پڑتی ہے یہی ہوا ہمارے ساتھ بھی ،علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی ،راقم الحروف اور ناصر رضا رضوی صاحب مع اہلِ خانہ جولائی ۲۰۰۱ء کو بغرض زیارت دمشق پہنچے ہمارا اور علاّمہ ضمیر اختر نقوی کا ویزہ اسلام آباد سے سنگل ٹورسٹ ویزا تھا دمشق ایئرپورٹ پر اُترے امیگریشن سے کلیئر ہوئے اور سامان لینے کیلئے بیلٹ کی طرف آ گئے کہ ناگہاں ایک پولیس آفیسر آیا اور دوبارہ پاسپورٹ مانگے کیونکہ ہمارا ویزا قافلے والا نہیں تھا۔ پاسپورٹ لیا اور مجھے اور علاّمہ صاحب کو واپس لے گئے معلوم ہوا بہت سے لوگوں کو روکا ہوا ہے اور انھی لوگوں کی وجہ سے ہم لوگ بھی مشکوک ہو گئے ہوتا یہ ہے کہ پاکستان میں کچھ لوگ یورپ بھجوانے کا کام کرتے ہیں اور اُس کیلئے غیر قانونی طریقے سے شام کے ذریعے یورپ نکلنے کی کوشش کرتے ہیں چونکہ ہمارا ویزا Individual Visa تھا گروپ ویزا نہیں تھا لہٰذا ہم بھی اُسی زمرے میں سمجھے

گئے لیکن بھلا ہو محترم یحیٰی نقوی صاحب کا جو اُس زمانے میں شام میں پاکستان کے سفیر تھے ناصر رضا رضوی اور اُن کی فیملی کے پاس گروپ ویزا تھا لہٰذا وہ لوگ تو باہر نکل چکے تھے جب ناصر رضا صاحب کو پتہ چلا تو انھوں نے یحیٰی نقوی کو فون کیا، یحیٰی نقوی سفیر پاکستان نے شام کے وزیرِ خارجہ کو فون کیا اور صحیح صورتحال بتائی لہٰذا وزیرِ خارجہ نے ایئرپورٹ فون کیا اپنا ایک فوجی نمائندہ بھی بھجوایا جو ہمیں ایئرپورٹ سے لے گیا۔ بہت معذرتیں کر رہا تھا چنانچہ وہاں سے نکل کر سیدھے جناب زینبؑ کے روضے پر شکرانہ ادا کرنے کے لیئے پہنچے۔

آنسوؤں کی ایک لڑی تھی جو آنکھوں سے رواں تھی چوکھٹ پر سجدۂ تعظیمی کیا ضبط کے بندھن ٹوٹ چکے تھے ،نعرہ،واحسینا بلند تھا اور دیگر زائرین نے بھی بے اختیار سینہ و سر پیٹنا شروع کر دیا۔ یہ شام کی زمین کا ظرف ہے کہ زائرین کو تکلیف دیتی ہے اور یہ بی بی زینبؑ کا رحم و کرم ہے کہ چشمِ زدن میں مصیبتوں اور صعوبتوں کا خاتمہ کر دیتی ہیں جیسے کہہ رہی ہوں کہ مصیبتیں اور صعوبتیں ہم نے اسی لیئے اُٹھائی ہیں تاکہ اپنے محبوں اور معرفت رکھنے والوں کی دادرسی کر سکیں اِس کے اگلے ہی سال ۲۰۰۲ء میں کاروانِ آلِ عبا کے زیرِ انتظام ہم لوگ دوبارہ سفرِ شام پر گئے۔

علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب ،جناب ناصر رضا رضوی صاحب اور ان کے اہلِ خانہ بھی ایک الگ گروپ کی شکل میں ساتھ ساتھ تھے۔ یہ سفر میرے لئے اس لیے سب سے یادگار سفر ہے کہ اس میں میرے والد سیّد آفتاب حسین عابدی اور والدہ سیّدہ سمانہ خاتون بھی ساتھ تھے۔ ماں اور باپ کے ساتھ زیارات کا کیف ہی کچھ اور ہے۔ ڈاکٹر جعفر محسن (منتظم کاروانِ آلِ عبا) جو خود بھی ایک عزادار ہیں اور تمام سفرِ زیارات کے دوران مسلسل مجالس کرواتے رہتے ہیں۔ انھوں نے بی بی زینبؑ کے

حرم مطہّر کے صحن میں مجلس کا انتظام کیا۔ پورا صحن زائرین سے کچھا کھچ بھرا ہوا تھا پہلے میں نے اپنا نو تصنیف مرثیہ درحال شہزادی زینبؑ بعنوان ''خورشید مصائب'' پڑھا اِس کے بعد علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب نے تاریخی اور معرکتہ الآرا مجلس پڑھی۔ کربلا کے حقیقی محرّکات پر سے پردہ اٹھایا وہ حقائق بتائے جو عام حالات میں اپنے ملک کی مجالس میں نہیں بتائے جا سکتے ایک اور مجلس جناب سکینہؑ کے حرمِ مطہّر میں برپا ہوئی۔ علاّمہ صاحب نے مجلس پڑھی بی بی زینبؑ کے روضے کے اطراف میں اگر آپ باہر کی گلیوں میں چلئے پھریئے تو وطن واپس آنے کے بعد اُن راستوں اور گلیوں کو یاد کرتے ہوئے جو راستے اور گلیاں روضے کی جانب جاتی ہیں ایک سحر انگیز کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یقیناً یہ جنتوں کے راستے ہیں اور بہشت کی گلیاں ہیں۔ زیرِ نظر کتاب، شہزادی زینبؑ کے حضور علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب کا نذرانہ عقیدت ہے علاّمہ صاحب ہر سال جمادی الاوّل میں شہادتِ حضرت زینبؑ کے سلسلے کی مجالس کا انعقاد کرتے ہیں یہ مجالس آخر ماہ جمادی الاوّل میں منعقد ہوتی ہیں اور مجالس شہادتِ حضرت فاطمہ زہراؑ سے متصل ہو جاتی ہیں۔ یہ مجالس شہادتِ حضرت زینبؑ ہر سال یادگار مجالس بن جاتی ہیں کیونکہ ہر سال جنابِ زینبؑ کے حوالے سے ایسی گفتگو فرماتے ہیں کہ پورا مجمع عش عش کر اُٹھتا ہے یہ مجالس بھی عنقریب شائع ہو جائیں گی، بہر نوع کتاب ہذا میں مختصراً جنابِ زینبؑ کے حالات پر گفتگو کی گئی ہے اور ملکِ شام کی تاریخ کو حوالہ جاتی پہلوؤں سے اُجاگر کیا گیا ہے ایک بہت بڑا کام اس کتاب میں یہ ہوا ہے کہ تحقیقی اعتبار سے حضرت زینبؑ کی ولادت اور وفات کی تاریخوں کا تعیّن کر دیا گیا ہے اب اسلامی جنتری اور اسلامی کیلنڈروں کے مشتہرین کو چاہیئے کہ اس تحقیق سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی اپنی

جنتریوں کو درست کرلیں۔

ملکِ شام میں کون کون سی زیارات ہیں ہر زیارت کے تاریخی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔

جناب زینبؑ عصمتِ صغریٰ کی حامل ہیں، لہٰذا عصرِ عاشور جب امام حسینؑ آخری رخصت کو خیمے میں تشریف لائے ہیں تو حضرت سیّد سجادؑ غش کی حالت میں تھے، جو حکمتِ پروردگار تھی، لہٰذا عصرِ عاشور سے لے کر زندانِ شام اور مدینے واپسی تک جنابِ زینبؑ نے عصمتِ صغریٰ کے منصب کا ہر اختیار استعمال کرتے ہوئے حکمتِ پروردگار کے تحت ایک امام معصوم و منصوص من اللہ کے ہوتے ہوئے امامت کا فریضہ جنابِ زینبؑ نے انجام دیا ان حکمتوں میں سب سے بڑی حکمت ایک معصوم امام کی جان کا تحفظ بھی تھا۔ جنابِ زینبؑ نے اس عرصے میں وہی اختیار استعمال کیا جو رسولؐ اللہ کے ہوتے ہوئے جنابِ سیّدہؑ نے استعمال کیا تھا۔ اسی لیئے جناب زینبؑ کا ایک عظیم ترین لقب ثانیٔ زہرؑا بھی ہے یہ جناب زینبؑ کی عظمت ہے کہ چہاردہ معصومینؑ میں کسی کا بھی یہ لقب نہ ہوا کہ کسی معصوم کو ثانیٔ محمدؐ کہا جاتا، یا ثانیٔ علیؑ کہا جاتا ہے یہ صرف جناب زینبؑ کی عظمت ہے کہ اُن کا لقب ثانیٔ زہرؑا قرار پایا بہرحال یہ وہ ہستی ہیں کہ لکھتے چلے جایئے اور دفتر کے دفتر ختم ہو جائیں گے لیکن ان کی مدحت کا احاطہ ممکن نہیں بقول انیسؔ۔

ہم خوش ہوئے کہ مدح کے دریا بہا دیئے
کیا بڑھ گیا جو بحر میں قطرے ملا دیئے

علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب کی یہ کتاب بھی مدحتِ زینبؑ کے سمندر کا ایک جام بن کر یقیناً "چاردانگِ عالم میں مقبول و مشہور ہو جائے گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

باب ﴿......۱

حضرت زینبؑ کبریٰ کا زیارت نامہ

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ سَيِّدِ الأَنبِيَاءِ
السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ صَاحِبِ الْحَوْضِ
وَاللِّوَاءِ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ مَنْ عُرِجَ بِهِ إِلَى
السَّمَاءِ وَوَصَلَ إِلَى مَقَامِ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ
أَدْنَى، السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ نَبِيِّ الْهُدَىٰ
وَسَيِّدِ الْوَرَىٰ وَمُنْقِذِ الْعِبَادِ مِنَ الرَّدَىٰ
السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ صَاحِبِ الْخُلُقِ
الْعَظِيْمِ والشَّرَفِ الْعَمِيمِ وَالآيَاتِ وَالذِّكْرِ
الْحَكِيْمِ ،السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ صَاحِبِ
الْمَقَامِ الْمَحْمُودِ والْحَوْضِ الْمَوْرُودِ وَاللِّوَاءِ
الْمَشْهُودِ ،السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ مَنْهَجِ
دِيْنِ الِاسْلَامِ وَصَاحِبِ الْقِبْلَةِ وَالْقُرْآنِ
وعَلَمِ الصِّدْقِ والْحَقِّ والِاحْسَانِ
السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ صَفْوَةِ الأَنْبِيَاءِ

وَعَلَمِ الأتقِيَاءِ ومَشْهُورِ الذِّكْرِ في الأرْضِ والسَّمَاءِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ خَيْرِ خَلْقِ اللّٰهِ وَسَيِّدِ خَلْقِهِ وأوَّلِ العَدَدِ قَبْلَ إيجَادِ أرْضِهِ وَسَمَاوَاتِهِ وَآخِرِ الأبَدِ بَعْدَ فَنَاءِ الدُّنيا وأهْلِهَا ورَحمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ المُظَلَّلِ بِالغَمَامِ، سيِّدِ الكَوْنَيْنِ وَمَوْلى الثَّقَلَيْنِ وشَفِيعِ الأمَّةِ يَوْمَ المحْشَرِ وَرحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ سَيِّدِ الأوْصِيَاءِ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ إمَامِ الأتقِيَاءِ

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ رُكْنِ الأولِيَاءِ

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ عِمَادِ الأصْفِيَاءِ

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ يَعْسُوبِ الدِّيْنِ

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ أمِيْرِ المُومِنِيْنَ

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ سَيِّدِ الوَصِيِّيْنَ

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ قَائِدِ البَرَرَةِ

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ قَامِعِ الكَفَرَةِ وَالفَجَرَةِ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ وَارِثِ النَّبِيِّيْنَ

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ خَلِيْفَةِ سَيِّدِ المُرسَلِيْنَ

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ ضِيَاءِ الدِّيْنِ السَّلَامُ

عَلَيْكِ يَابِنْتَ النَّبَأِ الْعَظِيْمِ عَلَى الْيَقِيْنِ
السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ مَنِ الْكَوْثَرُفِي يَدَيْهِ
وَالنَّصُّ يَوْمَ الْغَدِيْرِ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ
وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ مَنْ قَادَزِ مَامَ
نَاقَتِهَا جِبْرَائِيْلُ وَشَارَكَهَافِى مُصَابِهَا
اِسْرَافِيْلُ وَغَضِبَ بِسَبَبِهَاالرَّبُّ الْجَلِيْلُ
وَبَكَىٰ لِمُصَابِهَا اِبْرَاهِيْمُ الْخَلِيْلُ وَنُوْحٌ
وَمُوْسَى الْكَلِيْمُ فِى كَرْبَلَاءِ الْحُسَيْنِ الشَّهِيْدِ
الْغَرِيْبِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا
بِنْتَ الْبُدُوْرِ السَّوَاطِعِ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ
الشُّمُوْسِ الطَّوَالِعِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وبَرَكَاتُهُ
السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ زَمْزَمَ وَالصَّفَا
السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ مَكَّةَ وَمِنىٰ
السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ مَنْ حُمِلَ عَلَى الْبُرَاقِ فِي
الْهَوَاءِ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ مَنْ حَمَلَ الزَّكَاةَ
بِأَطْرَافِ الرِّدَاءِ وَبَذَلَهَا عَلَى الْفُقَرَاءِ
السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ مَنْ أَسْرَىٰ بِهِ اللّٰهُ مِنَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصىٰ
السَّلَامُ عَلَيْكِ يَابِنْتَ مَنْ ضَرَبَ بِالسَّيْفَيْنِ
السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ مَنْ صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ مُحَمَّدٍ المرتضىٰ السَّلَامُ
عَلَيْكِ يَا بِنْتَ عَلِيٍّ الْمُرتَضىٰ السَّلَامُ عَلَيْكِ
يَا بِنْتَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ
خَدِيْجَةَ الْكُبْرَىٰ السَّلَامُ عَلَيْكِ وَعَلَى جَدِّكِ
مُحَمَّدٍ الْمُخْتَارِ السَّلَامُ عَلَيْكِ وَعَلَىٰ أَبِيْكِ
حَيْدَرِ الْكَرَّار السَّلَامُ عَلَيْكِ وَعَلَى السَّادَاتِ
الْأَطْهَارِ الْأَخْيَارِ وَهُمْ حُجَجُ اللّٰهِ عَلَى
الْأَقْطَارِ وَسَادَاتُ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ مِنْ وُلْدِ
أَخِيْكِ الْحُسَيْنِ الشَّهِيْدِ الْعَطْشَانِ الظَّمآنِ
وَهُوَ أَبُو التِّسْعَةِ الْأَطْهَارِ وَهُمْ حُجَجُ اللّٰهِ فِى
الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ وَالْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ الَّذِيْنَ
حُبُّهُمْ فَرْض عَلىٰ أَعْنَاقِ كُلِّ الْخَلَائِقِ مِنَ
الْخَالِقِ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ وَلِيِّ اللّٰهِ الْأ
عْظَمِ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَاعَمَّةَ وَلِيِّ اللّٰهِ الْمُكَرَّمِ
السَّلَامُ عَلَيْكِ يَاأُمَّ الْمَصَائِبِ يَازَيْنَبُ
وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْكِ أَيَّتُهَا
الصِّدِّيْقَةُ الْمَرْضِيَّةُ السَّلَامُ عَلَيْكِ أَيَّتُهَا
الْكَامِلَةُ الْعَالِمَةُ الْعَامِلَةُ
السَّلَامُ عَلَيْكِ أَيَّتُهَا الْكَرِيمة النَّبِيلَةُ
السَّلَامُ عَلَيْكِ أَيَّتُهَا التَّقِيَّةُ النَّقِيَّةُ

السّلَامُ عَلَيْكِ يَا مَنْ أَظْهَرَتْ مَحبَتَّهَا
لِلحُسَيْنِ المَظْلُوْمِ وَصَبَرت عَلَىٰ قَضَاءِ اللّٰهِ
وَتَحَمَّلَتِ المَصَائِبَ المُحرقَةَ لِلْقُلُوبِ
السّلَامُ عَلَيْكِ يَا مَنْ حَفظَتْ ذُرِّيَّةَ الحسَيْنِ
فِى يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ مِنَ القَتْلِ وَبَذَلَتْ نَفْسَهَا
فِي نَجَا ةِالِاء مَامِ زَيْنِ العَابِدِيْنَ فِى مَجلِسِ
أَشْقَىٰ الْأَ شْقِيَاءِ وَنطَقتْ كَنُطقِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فِى سِكَكِ الْكوْفَةِ وَلَمْ تُبَالِ بِكَثْرَةِ
الْأَ عْدَاءِ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا تَالِيَ المَعْصُوْمِ
السّلَامُ عَلَيْكِ يَا مُمْتَحَنَةً فِى تَحَمُّلِ المَصَائِبِ
كَالْحُسَيْنِ الْمَظْلُوْمِ كَجَدَّهَا وَأَبِيْهَا وَأُمَّهَا
وَأَخَوَيْهَا وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ
السَّلَامُ عَلَيْكِ أَيَّتُهَا البَعِيْدَةُ الغَرِيْبَةُ عَنِ
الْأَوْطَانِ السَّلَامُ عَلَيْكِ أَيَّتُهَاالْأَسِيْرَةُ فِى
الْبُلْدَانِ السّلَامُ عَلَيْكِ أَيَّتُهَا الْمتحَيِّرَةُ فِى
خرابَةِ الشَّامِ السَّلَامُ عَلَيْكِ أَيَّتُهَاالْمُمْتَحَنَةُ
فِى وُقُوْفِهَا عَلَىٰ جَسَدِ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ
السّلَامُ عَلَى الّتِيْ خَاطَبَتْ جَدَّهَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
بِهٰذا النِّدَاءِ صَلَّىٰ عَلَيْكَ مَلِيكَ السَّمَاءِ

هٰذا حيسنٌ بالعراءِ مسْلُوبُ العَمِامَةِ وَالرِّدَاءِ
مُقَطَّعُ الأَعْضَاءِ وَبَنَاتُكَ سَبَايَاوَاِلَى اللّٰهِ
الْمشْتَكىٰ وَقُلْتِ يَا مُحَمَّدُ هٰذا حُسَيْنٌ تَسْفِیْ
عَلَيْهِ رِيْحُ الصَّبَا مَقْطُوْعَ الرَّأْسِ مِنَ
الْقَفَاقَتِيْلُ اَوْلادِ الْبَغَايَاوَاحُزْنَاهُ عَلَيْكَ يَا أَبَا
عَبْدِ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَىٰ مَنْ تَهَيَّجَ قَلْبُهَا
لِلْحُسَيْنِ الْمظْلُوْمِ الْعَرْيَانِ الْمطْرُوْحِ عَلَى
الثَّرَىٰ وَقَالَتْ بِصَوْتٍ حَزِيْنٍ بِأَبِیْ مَنْ
نَفْسِیْ لَهُ الْفِدَاءُ بِأَبِیْ الْمَهْمُوْمِ حَتَّىٰ قَضَىٰ
بِأَبِیْ الْعَطْشَانُ حَتَّىٰ مَضَىٰ بِأَبِیْ مَنْ شَيْبَتُهُ
تَقْطُرُ بِالدِّمَاءِ السَّلَامُ عَلَىٰ مَنْ بَكَتْ عَلَىٰ
جَسَدِ أَخِيْهَا بَيْنَ الْقَتْلَىٰ حَتَّى بَكَىٰ لِبُكَائِهَا
كُلُّ عَدُوٍّ وَصَدِيْقٍ وَرَاىٰ النَّاسُ دُموعَ الْخيلِ
تَحْدِرُ علىٰ حَوافِرِهَا علىٰ التحقيق السَّلَامُ
عَلَىٰ مَنْ تَكَفَّلَتْ وَاجْتَمَعَتْ فِی عَصْرِ
عَاشُوْرَاءَ بِبَنَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ وَأَطْفَالِ
الْحُسَيْنِ (عليه السلام) وَقَامَت لهَا القيٰمَةُ
فی شَهَادَةِ الطِّفلين الغريبين المظلُومَينِ
السَّلَامُ عَلَىٰ مَنْ لَمْ تَنَمْ عَيْنُهَا
لِأَجْلِ حِرَاسَةِ آلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فی طَفِّ

نَيْنَوَاءَ وَصَارَتْ أَسِيْرَةً بِيَدِ الْأَعْدَاءِ
السَّلَامُ عَلَىٰ مَنْ رَكِبَتْ بَعِيْراً بِغَيْرِ وِطَاءٍ
وَنَادَتْ أَخَاهَا أَبَا الْفَضْلِ بِهٰذَا النِّدَاءِ أَخِيْ
أَبَا الْفَضْلِ أَنْتَ الَّذِيْ أَرْكَبْتَنِيْ إِرَدْتُ
الْخُرُوْجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ السَّلَامُ عَلَىٰ مَنْ خَطَبَتْ
فِيْ مَيْدَانِ الْكُوْفَةِ بِخُطْبَةٍ نَافِعَةٍ فَسَكَتَتْ
لَهَا الْأَصْوَاتُ مِنْ كُلِّ نَاحِيَةٍ السَّلَامُ عَلَىٰ
مَنْ احْتَجَّتْ فِيْ مَجْلِسِ ابْنِ
زِيَادٍ بِاحْتِجَاجَاتٍ وَاضِحَةٍ وَقَالَتْ فِيْ
جَوَابِهَا بِبَيِّنَاتٍ صَادِقَةٍ إِذْ قَالَ ابْنُ زِيَادٍ
لِزَيْنَبَ سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيْهَا كَيْفَ رَأَيْتِ صُنْعَ اللّٰهِ
بِأَخِيْكِ الْحُسَيْنِ؟ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ
إِلَّا جَمِيْلًا، السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا أَسِيْرَةً بِأَيْدِي الْأَ
عْدَاءِ فِي الْفَلَوَاتِ فَرَأَيْتِ أَهْلَ الشَّامِ وَقَدْ
أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ السَّلَامُ
عَلَىٰ مَنْ أَدْخَلُوهَا فِيْ مُجْلِسِ يَزِيْدَ مَعَ
الْأُسَرَاءِ مِنْ آلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ
الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِيَزِيْدَ يَا يَزِيْدُ مَا ظَنُّكَ
بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ
رَآنَا عَلَىٰ هٰذِهِ الْحَالَةِ؟ ثُمَّ قَالَتْ أُمُّ الْمَصَائِبِ

زَيْنَبُ لِيَزِيْدَ تَقُولُ غَيْرَ مُتَاثِّمٍ وَلَا
مُسْتَعْظِمٍ (لَأَهَلُّوا وَاسْتَهَلُّوا فَرَحاً ثُمَّ قَالُوا يا
يِزَيْدُ لَا تُشَل) مُنْحِنِياً عَلَى ثَنَايَا أَبِي عَبْدِ
اللّٰهِ سَيِّدِ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ تَنْكُتُهَا
بِمِخْصَرَتِكَ ثم قَالَتْ وَلَئِنْ جَرَّتْ عَلَيَّ
الدَّوَاهِيَ مُخَاطَبَتَكَ اِنِّي لَأَسْتَصْغِرُ قَدْرَكَ
وَأَسْتَعْظِمُ تَقْرِيعَكَ وَأَسْتَكْثِرُ تَوْبِيخَكَ لٰكِنِ
الْعُيُونُ عَبْرَىٰ وَالصُّدُورُ حَرَّىٰ أَلَا فَالْعَجَبُ
كُلُّ الْعَجَبِ مِنْ اِقْدَامِكَ عَلَى قَتْلِ حِزْبِ اللّٰهِ
النُّجَبَاءِ بِحِزْبِ الشَّيْطَانِ الطُّلَقَاءِ وَلَئِنِ
اتَّخَذْتَنَا مَغْنَماً لَتَجِدَنَا وَشِيْكاً مَغْرَماً حِيْنَ لَا
تَجِدُ اِلَّا مَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ
لِلْعَبِيْدِ فَاِلَىٰ اللّٰهِ الْمُشْتَكَىٰ وَعَلَيْهِ الْمُعَوَّلُ فِي
الشِّدَّةِ وَالرَّخَاءِ فَكِدْ واسْعَ سَعْيَكَ وَنَاصِبْ
جُهْدَكَ فَوَاللّٰهِ لَا تَمْحُو ذِكْرَنَا وَلَا تُمِيْتُ وَحْيَنا
وَلَا تُدْرِكُ أَمَدَنَا وَلَا تَرْحَضُ عَنْكَ عَارَها
وَهَلْ رَأْيُكَ اِلَّا فَنَدٌ وأَيَّامُكَ اِلَّا عَدَدٌ وَجَمْعُكَ
اِلَّا بَدَدٌ يا يَزِيْدُ أَمَا سَمِعْتَ قَولَ اللّٰهِ تَعالَىٰ
(وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ
أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ)

وَحَسْبُكَ بِاللّٰهِ حَاكِماً وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَصِيماً وَبِجِبْرِيْلَ ظَهِيراً
ثُمَّ قَالَتْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَتَمَ لِأَوَّلِنَا
بِالسَّعَادَةِ وَالْمَغْفِرَةِ وَلِآخِرِنَا بِالشَّهَادَةِ
وَالرَّحْمَةِ اِنَّهُ رَحِيْمٌ وَدُوْدٌ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ
الْوَكِيْلُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ
أَهْلِ بَيْتِهِ الطَّاهِرِيْنَ الأَئِمَّةِ الْمَعْصُومِيْنَ
آمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ

وداع السيدة زينب عليها السّلام

أَسْتَوْدِعُكِ اللّٰهَ وَأَسْتَرْعِيْكِ وَأَقْرَأُ عَلَيْكِ
السَّلَامُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهِ وَبِكِتَابِهِ وَبِمَا
جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ فَاكْتُبْنَا مَعَ
الشَّاهِدِيْنَ اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ
زِيَارَتِي لِقَبْرِ مَوْلَاتِنَا زَيْنَبَ عَلَيْهَا السَّلَامُ
وَارْزُقْنِي زِيَارَتَهَا أَبَداً مَا أَبْقَيْتَنِي وَاحْشُرْنِي
مَعَهَا وَمَعَ آبَائِهَا فِي الْجِنَانِ وَعَرِّفْ بَيْنِي
وَبَيْنَهَا وَبَيْنَ رَسُوْلِكَ وَأَوْلِيَائِكَ اللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَتَوَفَّنِي عَلَى الاِ
يمَانِ بِكَ وَالتَّصْدِيقِ بِرَسُوْلِكَ وَالْوِلَايَةِ لِعَلِيِّ
بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَالأَئِمَّةِ مِنْ وُلْدِهِ عَلَيْهِمُ

السَّلَامُ وَالْبَرَاءَةُ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَإِنِّي قَدْ رَضِيتُ يَا رَبِّي بِذٰلِكَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

زیارت کا ترجمہ:

اے سردارِ انبیاء کی بیٹی آپ پر سلام

اے اُس کی بیٹی جو حوضِ کوثر سے سیراب کرے گا آپ پر سلام

اے اُس کی بیٹی جو قیامت میں حمد کا پرچم اٹھائے گا آپ پر سلام

اے اُس کی بیٹی جسے آسمانوں کی طرف بلندی عطا کی گئی آپ پر سلام

اے اُس کی بیٹی جو پروردگار سے سب سے زیادہ قریب تھا آپ پر سلام

اے پیغمبر ہدایت کی بیٹی آپ پر سلام

اے سردارِ اُمت کی بیٹی آپ پر سلام

اے بندوں کو فنا سے بچانے والے کی بیٹی آپ پر سلام

اے عظیم ترین اخلاق والے کی بیٹی آپ پر سلام

اے بلند ترین شرف والے کی بیٹی آپ پر سلام

اے اللہ کی نشانیوں اور اللہ کے ذکر کی بیٹی آپ پر سلام

اے اُس کی بیٹی جو قیامت میں شفاعت کے بلندترین مقام پر ہوگا آپ پر سلام اے اُس کی بیٹی کہ قیامت کے تشنہ کام لوگ جس کے پاس سیرابی کے لئے وارد ہوں گے آپ پر سلام، آپ پر سلام اے اُس کی بیٹی جو قیامت کے دن اس پرچم کو اُٹھائے گا کہ جس پرچم کے سب گواہ ہیں، آپ پر سلام اے اُس کی بیٹی جو دینِ اسلام کا روشن راستہ ہے جو قبلہ والا اور قرآن والا ہے، جو صداقت کا پرچم ہے، جو حق

ہے، جو احسان ہے۔ آپ پر سلام اے اُس کی بیٹی جو تمام انبیاء میں
سب سے برگزیدہ ہے، جو متقیوں کا پرچم ہے، جس کا ذکر آسمانوں اور
زمینوں میں مشہور اور پسندیدہ ہے آپ پر سلام اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں،
آپ پر سلام اے اُس کی بیٹی جو مخلوقِ خدا میں سب سے بہترین ہے
جو تمام مخلوق کا سردار ہے جو اللہ کی زمینوں اور آسمانوں سے بھی قبل
سب سے پہلی مخلوقِ خدا ہے جو دنیا و مافیہا کے فنا کے بعد سب سے
آخر ہے آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں،
آپ پر سلام اے اُس کی بیٹی جس پر بادلوں نے سایہ کیا، جو دونوں
جہان کا آقا ہے جو جنوں اور انسانوں کا مولا ہے جو قیامت میں اُمت
کی شفاعت کرنے والا ہے آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل
ہوں، آپ پر سلام اے اوصیا کے سردار کی بیٹی، آپ پر سلام اے اُس
کی بیٹی جو متقیوں کا امام ہے، آپ پر سلام اے اُس کی بیٹی جو اللہ کے
دوستوں کیلیئے رکن ہے، آپ پر سلام اے اُس کی بیٹی جو دین کا پیشوا
ہے، آپ پر سلام اے مومنوں کے امیر کی بیٹی، آپ پر سلام اے اُس
کی بیٹی جو اوصیا کا سردار ہے، آپ پر سلام اے اُس کی بیٹی جو
نیکوکاروں کا رہبر ہے، آپ پر سلام اے کافروں اور بدکاروں کو نابود
کرنے والے کی بیٹی، آپ پر سلام اے نبیوں کے وارث کی بیٹی آپ
پر سلام اے اُس کی بیٹی جو رسولوں کے سردار کا خلیفہ ہے، آپ پر سلام
اے اُس کی بیٹی جو دیں کی روشنی ہے، آپ پر سلام اے اُس کی بیٹی جو
قیامت کی سچی اور عظیم خبر ہے، آپ پر سلام اے اُس کی بیٹی جس کے

ہاتھ میں حوضِ کوثر کا اختیار ہے جس کے لیئے روزِ غدیر پیغمبرؐ نے کھلی ہوئی اور واضح حدیث بیان کی اور آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، آپ پر سلام اے اس خاتون (حضرت فاطمہؑ) کی بیٹی جس کے ناقے کی مہار جبرئیل تھامے تھے جس کے غم اور مصیبت میں اسرافیل شریک رہے جس کی ناراضگی پروردگار کے غضب کا باعث ہے جس کی مصیبتوں پر ابراہیم خلیل اللہ اور نوحؑ اور موسیٰ کلیم اللہ نے کربلائے حسینؑ شہید و غریب میں گریہ کیا، آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں آپ پر سلام اے روشن و درخشاں چاندوں کی بیٹی، آپ پر سلام اے چمک دینے والے سورجوں کی بیٹی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل ہوں، آپ پر سلام اے زمزم اور صفا کی بیٹی، آپ پر سلام اے مکہ اور منیٰ کی بیٹی، آپ پر سلام اے اُس کی بیٹی جس نے شبِ معراج پر براق پر پرواز کی، آپ پر سلام اے اُس کی بیٹی جو ہر طرف سے ملنے والی زکات کو دوش پر اٹھا کر فقیروں کو بخش دیتا تھا، آپ پر سلام اے اُس کی بیٹی جس کو اللہ نے مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کی سیر کرائی، آپ پر سلام اے دو تلواروں سے جنگ لڑنے والے کی بیٹی، آپ پر سلام اے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھنے والے کی بیٹی، آپ پر سلام اے محمد مصطفیٰؐ کی بیٹی آپ پر سلام اے علیؑ مرتضیٰ کی بیٹی، آپ پر سلام اے فاطمہ زہرؑا کی بیٹی، آپ پر سلام اے خدیجہؑ کبریٰ کی بیٹی، آپ پر اور آپ کے جدِ بزرگوار محمدؐ پر سلام، آپ پر اور آپ کے بابا حیدرِ کرار پر سلام، آپ پر اور پاک اور برگزیدہ سرداروں پر سلام جو آپ کے بھائی حسینؑ

شہید و تشنہ لب کی نسل میں ہیں اور تمام جہاں پر اللہ کی حجت ہیں اور آسمانوں اور زمینوں پر سردار ہیں جو مشرق و مغرب اور آسمان اور زمین پر اللہ کی حجت ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی محبت کو تمام مخلوق کی گردنوں پر خالق کی طرف سے فرض کر دیا گیا ہے، آپ پر سلام اے اللہ کی عظیم و اعظم ولی کی بیٹی، آپ پر سلام اے اللہ کے بزرگ ولی کی بیٹی، آپ پر سلام اے اللہ کے قابلِ احترام ولی کی پھوپھی، آپ پر سلام اے مصیبتوں کی ماں اور آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں آپ پر سلام اے سچ بولنے والی اور جس سے اللہ راضی ہوا، آپ پر سلام اے ہدایت یافتہ فاضلہ خاتون، آپ پر سلام اے خاتونِ مکمل اے عالمہ اور اے عاملہ خاتون آپ پر سلام اے گرامی قدر اور بزرگوار خاتون، آپ پر سلام اے متقی اور پاک خاتون، آپ پر سلام اے وہ کہ جس کی حسین مظلوم سے محبت سب پر آشکار ہے، جس خاتون نے اللہ کی قضا پر صبر کیا، جس نے دل کو سوختہ کر دینے والے مصائب کا بار اُٹھایا، آپ پر سلام اے وہ کہ جس نے روز عاشورہ حسینؑ کی ذرّیت کو قتل ہونے سے بچایا، جس نے امام زین العابدینؑ کو بد بخت ترین لوگوں کی بزم سے نجات دلانے کے لیے اپنی فدا کاری کے جوہر دکھائے جس نے کوفے کے بازاروں میں لہجۂ علیؑ میں کلام کیا اور دشمنوں کی کثرت سے مرعوب نہ ہوئی آپ پر سلام اے وہ خاتون جو عصمتِ صغریٰ پر فائز ہے، اے وہ معظّمہ جس کا حسینؑ کی طرح مصائب و مشکلات برداشت کرنے میں امتحان لیا گیا، آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں،

آپ پر سلام ہو اے شہروں میں قیدی بنا کے پھرائی جانے والی خاتون، آپ پر سلام ہو اے وہ خاتون کہ جس کو شام کے خرابے میں قید کیا گیا۔ آپ پر سلام اے وہ کہ جس کا اس وقت امتحان لیا گیا جب وہ سیدالشہدا کی لاش پر پہنچی۔ سلام ہو اس پر جو اپنے نانا رسولؐ اللہ سے یہ کہہ کر مخاطب ہوئی آپ پر درود ہو اے آسمان کے بادشاہ یہ حسینؑ ہے جس کے عبا اور عمامے کو بیاباں میں چھین لیا گیا جس کو ٹکڑے کر دیا گیا جس کی بیٹیوں کی ہتک کی گئی اور اللہ سے شکایت کی اور آپ نے کہا اے محمدؐ یہ حسینؑ ہے جس پر بادِ صبا نے افسوس کیا جس کے سر کو پشت سے کاٹا گیا جس کو زنازادوں نے قتل کیا، اے ابا عبداللہ آپ پر عظیم غم و اندوہ پڑے، سلام ہو اُس پر جس نے اپنے دل کو حسینؑ مظلوم و برہنہ بدن و خاک افتادہ کا غم کدہ بنالیا اور جس نے غمزدہ آواز سے اپنے والد کو ندا دی اے بابا آپ پر میری جان فدا اے بابا آپ پر میں قربان کہ آپ اس دنیا سے دل غمزدہ کے ساتھ رخصت ہوئے، اے میرے وہ بابا میں آپ پر فدا کہ آپ تشنہ لب شہید ہوئے اے میرے وہ بابا کہ آپ اس عالم میں شہید ہوئے کہ آپ کے بال خون آلودہ تھے۔ سلام ہو اُس پر کہ جس نے اپنے بھائی کی لاش پر کہ جب وہ لاشوں کے درمیان تھی اس طرح گریہ کیا کہ اس کے رونے پر تمام دوست دشمن بھی رو دیئے اور لوگوں نے دیکھا کہ گھوڑوں کی آنکھوں سے آنسو یقینی طور پر ان کے سُموں پر بہنے لگے۔ سلام ہو اُس پر کہ جس نے عصرِ عاشورا کو رسولؐ کی بیٹیوں اور حسینؑ کے بچوں کو جمع کیا اور اُن کی سرپرستی اور

حفاظت کی اور اس وقت آپ پر قیامت ٹوٹ پڑی جب دو مظلوم اور غریب بچوں کی شہادت واقع ہوگئی۔ سلام ہو اُس پر جو زمینِ نینویٰ پر آلِ رسولؐ کی حفاظت کی غرض سے کبھی سوئی نہیں جو دشمنوں کے ہاتھوں اسیر کر لی گئی، سلام ہو اُس پر جس کو بے کجاوہ اونٹ پر سوار کرایا گیا جس نے اپنے بھائی عباسؑ کو اس طرح آواز دی! اے میرے بھائی ابوالفضل تم تو وہ تھے کہ جس نے مجھے اس وقت سوار کرایا جب ہم مدینے سے چل رہے تھے سلام ہو اُس پر کہ جس نے میدانِ کوفہ میں ایسا سودمند خطبہ دیا کہ جس کی صدا سن کر تمام آوازیں خاموش ہوگئیں، سلام ہو اُس پر کہ جس نے دربارِ ابن زیاد میں روشن دلائل دے کر احتجاج کیا اُن کی روشن دلیلوں کے جواب میں جب ابن زیاد نے زینبؑ سے کہا! آپ نے دیکھا کہ اللہ نے آپ کے بھائی حسینؑ کے ساتھ کیا کیا؟ آپ نے جواب دیا سوائے کرم و مہربانی کچھ نہیں دیکھا آپ پر سلام ہوا ے بیابانوں میں دشمنوں کے ہاتھوں اسیر ہو جانے والی پس آپ نے اہل شام کو اس عالم میں دیکھا کہ انھوں نے اپنی نمازوں کو ضائع کیا اور اپنی کافرانہ خواہشات کا اتباع کیا سلام ہو اُس پر جو دربارِ ابن زیاد میں آلِ رسولؐ کے قیدیوں کے ساتھ داخل ہوئی پس علی ابن الحسینؑ نے یزید سے کہا! اے یزید تو کیا گمان کرتا ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں اگر انھوں نے ہمیں اس حالت میں دیکھا؟ اس کے بعد اُمّ المصائب زینبؑ نے یزید سے کہا! تو بغیر احساسِ گناہ اپنے بزرگوں کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ کاش

میرے بزرگ ہوتے تو وہ خوش ہوتے پھر آپ نے کہا! اے یزید تیرے بازوشل ہو جائیں کہ تو جوانانِ جنّت کے سردار کے لبوں کی اپنی چھڑی سے بے ادبی کرتا ہے پھر آپ نے کہا! اگرچہ حوادثِ روزگار نے مجھے تجھ سے کلام کرنے پر مجبور کردیا ہے مگر کچھ پرواہ نہیں میں تیرے مرتبے کو حقیر سمجھتی ہوں اور تیری ملامت کو گراں سمجھتی ہوں، لیکن ہماری آنکھیں گریاں ہیں ہمارے سینے سوزاں ہیں جان لے کہ پس حیرت ہے اور بہت حیرت ہے تیرے اُس اقدام پر کہ جو لشکر شیطان اور آزاد کردۂ رسولؐ اور غلاموں کی اولاد کے ہاتھوں اللہ کے برگزیدہ بندوں کو قتل کروایا گیا، اگر تو نے ہماری شہادت کو اپنے لیئے غنیمت خیال کیا ہے تو ہمیں بہت جلد اپنے لئے بارِ گراں پائے گا وہ بھی اس وقت جب سوائے اس کے کہ جو تو نے اپنے ہاتھوں سے کیا ہے کچھ نہیں پائے گا اور تیرا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا شکایت اور شکوہ خدا ہی کے حضور ہے اور مصیبت اور دکھ درد میں اُسی کی ذات پر بھروسہ کیا جاتا ہے، تو کر جو کچھ کر سکے اور کوشش کر جو ہو سکے مگر بخدا تو ہمارے ذکر کو مٹا نہیں سکتا ہمارے پیغامِ وحی کو مٹا نہیں سکتا ہماری درازی مدت کو پا نہیں سکتا اور ان مظالم کا ناپاک دھبہ اپنے دامن سے دھو نہیں سکتا، تیری رائے ناقص ہے تیری زندگی کے دن قلیل ہیں اور تری جماعت پراگندہ ہونے والی ہے اے یزید کیا تو نے اللہ کے فرمان کو سنا ہے ''جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کردیے جائیں اُن کو مردہ مت کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پا رہے ہیں اور تیرے لیئے

اللہ کی ذات ہی حکمران کافی ہے اور محمدؐ اور جبرئیل ہی تیری دشمنی کو کافی ہیں پھر آپ نے فرمایا! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمارے اوّل پر خوش بختی اور مغفرت کو ختم کیا اور ہمارے آخر پر شہادت اور رحمت کو تمام کیا بے شک وہ رحم کرنے والا اور محبت کرنے والا ہے وہی ہمارے لیئے کافی ہے اور بہترین وکیل ہے، محمدؐ پر اور اُن کی پاک و پاکیزہ آل پر اللہ کا درود و سلام ہو، قبول فرمااے تمام جہانوں کے پالنے والے۔ آپ سے درخواست گذار ہوں اور آپ کے لطف وتوجہ کا طالب ہوں اور آپ پر سلام پڑھتا ہوں ایمان لایا اللہ پر اور اُس کے رسولؐ پر اور اُس کی کتاب پر اور جو کچھ احکام و اوامر اللہ کی طرف سے نازل ہوئے۔

پروردگار اس زیارتِ قبر مطہر حضرت زینبؑ کو میری آخری زیارت نہ قرار دینا اور میں جب تک زندہ ہوں مجھے اُن کی زیارت سے مشرّف فرماتا رہ اور مجھے اُن کے اور اُن کے آبا کے ساتھ جنّت میں محشور فرما، اور میرے اور اُن کے اور اپنے رسولوں اور اپنے اولیا کے درمیان شناسائی پیدا فرما، پروردگار درود بھیج محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اور مجھے موت آئے اس عالم میں کہ تجھ پر ایمان رکھتا ہوں تیری رسولؐ کی تصدیق کرتا ہوں اور علی ابن ابی طالبؑ اور اُن کی اولاد میں ہونے والے اماموں کی ولایت پر ایمان رکھتا ہوں، اور اُن کے دشمنوں سے بیزاری کروں اے میرے رب میں دین وعقیدے سے راضی ہوں، اللہ کا درود و سلام ہو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر

حیاتِ طیبہ حضرت زینبؑ کبریٰ

نام : زینبؑ کبریٰ

کنیت : اُم الحسن و اُمِ کلثوم

لقب : عقیلۂ بنی ہاشم، عقیلۃ الطالبین، عالمۂ غیر معلمہ، صدیقۃ الصغریٰ، نائبۃ الزہرا، فاضلہ، کاملہ، عابدہ، آلِ علیؑ

باپ : علیؑ ابن ابی طالبؑ

ماں : فاطمۃ الزہراؑ

ولادت : یکم شعبان سال پنجم ہجری، قمری

وفات : ۲۷ جمادی الاوّل سال ۶۵ ہجری۔ قمری

سنِ مبارک : ۶۰ سال

محل دفن : دمشق، شام

یکم شعبان ۵ ہجری کو خداوند عالم نے شہزادیٔ کونین حضرت فاطمہؑ الزہرا کو ایک بیٹی عطا فرمائی اور کیا کہنا اس بیٹی کے نور وعصمت کا کہ ہو بہو اپنی مادرِ گرامی فاطمہؑ کی تصویر ہیں اور شان وشوکت میں مثل اپنے باپ حیدرؑ کی طرح بہادر و بلند ہمت ہیں اور یہ ایسی مبارک بیٹی ہیں کہ جن کے جد رسولؐ خدا ہیں اور کیا کہنا اِن کا کہ اِن کے پدرِ گرامی ساقیٔ کوثر علیؑ مرتضیٰ ہیں۔

ثانی کوئی زہراؑ کا نہ ہوگا نہ ہوا ہے　　ہاں حضرت زینبؑ کو جو کہیے تو بجا ہے

ساری وہی سیرت وہی صورت وہی تقریر ان کی بھی وہ عزت ہے جو زہراؑ کی ہے توقیر
مخدومۂ عالم ، شہؐ کونین کی ہمشیر لختِ جگرِ شیرِ خدا صاحبِ تطہیر
ممتاز کیا حق نے نواسی کو نبیؐ کی
عصمت تھی جو زہراؑ کی تو شوکت تھی علیؑ کی

اور اِن کا نام گرامی، زینبؑ رکھنے کی خاص وجہ یہ ہے کہ یہ زینِ اب ہیں یعنی باپ کے لئے باعث زینت ہیں اور اپنی والدۂ گرامی کے لئے سرمایۂ افتخار ہیں اور اِن کی بلند صفات کا کیا کہنا کہ اِن کا مقامِ ولایت بہت ہی بلند ہے اور اِس صفات کی دختر کوئی دوسری نظر نہیں آتی ہے اور زینبؑ کون ہیں کہ دنیا حیران و پریشان ہے لیکن اِن کا مقابلہ کس سے کریں کوئی دوسری ہستی اِن کے صفات جیسی نظر ہی نہیں آتی۔ اِن کے چہرے سے عصمت کا نور چمک رہا ہے اور آپ نے طاہر و اطہر بی بی، گوہرِ عصمت حضرت فاطمہؑ زہرا کا دودھ پیا ہے۔ اور ہماری بے شمار جانیں آپ کی جان پر فدا ہو جائیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں زبردست قربانیاں دی ہیں۔

اسم گرامی، کنیّت اور القاب

اسم مبارک آپ کا زینبؑ ہے آپ کی مشہور کنیت "اُمّ الحسن" ہے۔ حضرت زینبؑ کے القاب بے شمار ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

صدیقہ صغریٰ، ولیۃ العظمیٰ، ناموسِ کبریٰ، عصمتِ صغرا، راضیۃ بالقدرِ و القضا، امینۃ اللہ، عالمۂ غیر معلّمہ، فہیمہ غیر مفہمہ، محبوبۃ اللہ، بنت مصطفےٰ، قرۃ العین المرتضیٰ، نائبۃ الزہرا، شفیقۃ الحسن، شریکۃ الحسین، کفیل سیّد سجاد، زاہدہ، فاضلہ، عاقلہ، کاملہ، عالمہ، عابدہ، عارفہ، محدّثہ، مخبرّہ، موثقہ، مکلمہ، طاہرہ، ذکیہ، رضیہ، زائرہ، شاہدہ، وحیدہ، الباکیہ، الفصیحہ، البلیغہ، الشجاعہ، عقیلۃ القریش، اُمّ المصائب، مظلومۂ کربلا، شہزادی مدینہ و

کوفہ، رازدارِ امامت، خاتون کربلا، اُمّ الکتاب، کربلا کی شیردل خاتون، ثانی زہرا، شجاعت میں مثلِ علیؑ، خُلق میں مثلِ حسنؑ، صبر میں مثلِ حسینؑ، جلالت میں مثلِ عباسؑ، شام اور کوفہ کی فاتح۔

ظہورِ پُرنور

آپ کی ولادت کی انتہائی مستند تاریخ یکم شعبان ۵ ھ ہے آپ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی تیسری اولاد تھیں آپ حضرت ختمی مرتبتؐ کی حیات میں ہی مدینہ منورہ میں پیدا ہوئیں۔ حضرت ختمی مرتبتؐ، جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس تشریف لائے تو حضرت علیؑ نے عرض کی کہ اس بچی کا نام تجویز فرمایئے، حضرت ختمی مرتبتؐ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ اگرچہ فاطمہ کی اولاد میری اولاد ہے لیکن اس معاملہ میں خدا کے حکم کا میں منتظر رہوں گا جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا کہ یا رسولؐ اللہ، خداوندِ عالم بعد تحفہ درود وسلام کے حکم فرماتا ہے کہ آپ اس دختر مولود کا نام زینبؑ رکھیں۔ اس لئے کے لوح محفوظ میں آپ کی اس نواسی کا نام یہی ہے اس وقت حضرت ختمی مرتبتؐ نے جناب زینبؑ کو طلب فرمایا نواسی کو گود میں لے کر سینے سے لگایا پیشانی پر بوسہ لے کر فرمایا کہ اس صاحبزادی کا نام اللہ جل شانہٗ نے زینبؑ رکھا ہے میں سب حاضرین اور غائبین کو وصیت کرتا ہوں کہ میری نواسی کی عزت اور حرمت کا ہمیشہ لحاظ وخیال رکھیں کیونکہ یہ مثلِ خدیجۃ الکبریٰ کے ہے۔

شجرۂ مبارک

زینبؑ بنتِ علیؑ ابن ابوطالبؑ، بن عبدالمطلبؑ بن ہاشم، بن عبدمناف، بن قصیؒ، بن کلاب، بن مرّہ بن کعب، بن لوئی، بن غالب، بن فہر، بن مالک بن

نضر، بن کنانہ، بن خزیمہ، بن مدرکہ، بن الیاس، بن مضر، بن نزار، بن معد، بن عدنان، بن اسمٰعیل علیہ السلام، بن ابراہیم علیہ السلام۔

خاندانی عظمت اور آپ کے اٹھارہ بھائی

نانا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، نانی، حضرت اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ۔ پدرِ گرامی، حضرت علی علیہ السّلام، والدۂ گرامی، حضرت فاطمہ زہراؑ، برادران محترم۔ حضرت زینبؑ کے اٹھارہ ۱۸ بھائی تھے۔ سگے بھائی صرف تین امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور حضرت محسنؑ تھے ورنہ دیگر ماؤں سے۔ حضرت محمد حنیفہ بن علی، حضرت عباس بن علی، حضرت حمزہ بن علی، حضرت ابراہیم بن علی، حضرت جعفر بن علی، حضرت عبداللہ بن علی، حضرت عمران بن علی، حضرت عُمیر اطرف بن علی، محمد اوسط بن علی، عون بن علی، یحییٰ بن علی، عبید اللہ بن علی، محمد اصغر بن علی، احمد بن علی، زید بن علی، عباس اصغر بن علی، صرف دو بھائی امام حسنؑ اور امام حسینؑ حضرت زینبؑ سے عمر میں بڑے تھے ورنہ آپ ۱۶ بھائیوں کی بزرگ بہن تھیں۔

آپ کی بہنیں

حضرت زینبؑ کی کُل اٹھارہ ۱۸ بہنیں تھیں۔ حضرت اُمّ کلثوم، رقیہ، اُمّ ہانی، زینبؑ صغرا، اُم کرام، جمانہ، اُمامہ، اُمّ الحسن، اُمّ کلثوم صغریٰ، فاطمہ، اُمّ سلمیٰ (امینہ)، میمونہ، خدیجہ، نفیسہ، رملہ، نقیہ، سکینہ، اُمّ جعفر۔

حضرت زینبؑ کے والدِ گرامی حضرت علیؑ مرتضیٰ

آپ کے والدِ گرامی حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ ابن عبدالمطلبؑ بن ہاشم بن عبد مناف ؑ ہیں اور حضرت علیؑ جنابِ رسولؐ خدا کے چچا زاد بھائی بھی ہیں اور وصی و جا

نشین بھی ہیں کہ جنہوں نے بچپن سے ہی دامنِ اسلام میں پرورش پائی ہے اور جناب رسولؐ خدا نے ہر ہر طرح کا علم ما کان و ما یکون آپ کو تعلیم دیا ہے اور رسول پاکؐ کی ذات کے علاوہ آپ (حضرت علیؑ) علم و حلم۔ بخشش و زہد عبادت میں تقویٰ شجاعت وفا و قضاوت میں بزرگ ترین شخص ہیں اور حضرت علیؑ کا ظہورِ نور تیرہ رجب المرجب کو، عام الفیل کے تیس سال بعد خانۂ کعبہ میں ہوا اور ایسی مثال بھی کہیں نہیں ملتی ہے کہ حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی اور ذات خانۂ کعبہ میں ظاہر ہوئی ہو۔ مکہ مکرمہ کی یہ سعادت صرف اور صرف آپ کو ہی ملی ہے اور حضرت علیؑ کی شہادت بھی شب جمعہ اکیس رمضان المبارک سال چالیس ہجری میں۔ عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی الخارجی ملعون کی تلوار سے واقع ہوئی اور مسجدِ کوفہ میں ضربت سے شہید ہوئے۔

حضرت زینبؑ کی والدۂ گرامی حضرت فاطمہ زہراؑ

اِن کی والدہ حضرت فاطمہ الزہراؑ سیدۃ النساء العالمین، بضعۃ رسولؐ الطاہرہ، الصدیقۃ الکبریٰ بنت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں کہ سالِ پنجم بعثت میں پیدا ہوئیں اور جناب رسولؐ خدا نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُن کی شادی حضرت علیؑ سے کی۔ سالِ اوّل ہجرت میں اور اپنے والد جناب رسولؐ خدا کی وفات کے بعد پچانوے روز زندہ رہیں اور جنابِ رسولؐ خدا نے بی بی پاک حضرت فاطمہ الزہراؑ کے لئے فرمایا تھا کہ

قال النبی: یافاطمة اِنَّ اللّٰہِ یَرْضیٰ لِرِضائِکِ وَ یغْضِبَ لِغَضَبِکِ

"یعنی اے فاطمہ اللہ تعالیٰ تیری مرضی پہ راضی ہے اور جس نے فاطمہ سے نفرت کی، غصہ کیا تو خداوند علام اُس سے ناراض ہے۔"

اور پاک بی بی حضرت فاطمۃ الزہرا کے بطن سے ہجرت کے تیسرے سال امام حسنؑ پیدا ہوئے اور پھر چھ ماہ بعد حسینؑ پیدا ہوئے پھر زینبؑ دو سال بعد اور اُمِ کلثوم ایک سال بعد پیدا ہوئیں کہ اِن کو رقیہ اور زینبؑ صغریٰ کہا جاتا ہے۔

حضرت زینبؑ کے نانا حضرت رسولؐ خدا

بی بی زینبؑ کے جد (نانا) حضرت محمدؐ مصطفیٰ سید المرسلین محمدؐ بن عبداللہؑ ہیں کہ جو تمام انبیاء کے سردار ہیں اور سب سے افضل ہیں۔

حضرت زینبؑ کی نانی حضرت خدیجہؑ

شہزادی حضرت زینبؑ کی نانی صاحبہ حضرت خدیجہؑ بنت خویلد اُمِ المومنین ہیں اور ملیکۃ العرب حضرت خدیجہ الکبریٰؑ اسلام کی سب سے پہلی خاتونِ اوّل ہیں کہ جنہوں نے اسلام دین کی تصدیق کی، قرآن کی تصدیق کی اور پیروی کی اور جنابِ جبریل نے آ کر حضرت رسولؐ کی معرفت حضرت خدیجہ الکبریٰؑ کو سلام کہا ہے اور آپ کو بہشت کی مبارک باد دیتے ہیں کہ جہاں رنج و غم کا گزر تک نہیں ہوگا اور حضرت خدیجہ الکبریٰؑ نے اُس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کو سلام کہا اور کہا کہ ہم تیری ہی جانب سے دنیا میں آئے ہیں اور واپس تیری ہی طرف لوٹ کر آنے والے ہیں اور بے شمار درود و سلام ہوں حضرت محمدِ مصطفیٰؐ پر، خدا کے اور جبریل پر بھی اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوں اِن مبارک ہستیوں پر۔

حضرت زینبؑ کے دادا حضرت ابو طالبؑ

حضرت زینبؑ کے دادا حضرت ابو طالبؑ تھے کہ جو چچا تھے رسولؐ خدا کے اور اپنے باپ کے جانشین تھے اور جب حضرت عبدالمطلبؑ، جد بزرگوار رسولؐ خدا کی

وفات ہوئی تو ابو طالبؑ حضرت رسول خداؐ کے متکفل ہوئے اور تمام خرچہ برداشت کیا اور انہوں نے بھی اپنے باپ کی طرح سے بھتیجے محمدؐ سے بے پناہ پیار محبت کیا اور اِن کی حفاظت کے لئے خطرے کی جگہ (بستر) پر علیؑ کو سلاتے تھے۔ چنانچہ جب مشرکین نے رسولؐ خدا کو شعبِ ابی طالب میں نظر بند کردیا تو آپ کو خطرہ اور بڑھ گیا تو حضرت علیؑ کو ہی خطرے کے بستر پر سلاتے تھے کہ حضرت محمد مصطفیؐ ہر حالت میں محفوظ رہیں۔

حضرت زینبؑ کی دادی حضرت فاطمہ بنتِ اسدؑ

حضرت زینبؑ کی جدّہ فاطمہؑ بنت اسد بن عبد منافؑ بن ہاشمؑ ہیں کہ جو ابوطالبؑ کی بیوی اور رسولؐ خدا کی چچی ہیں۔ خاتون اوّل ہاشمیہ ہیں جن سے اولادِ ہاشمی نے پرورش پائی ہے اور سب سے پہلے سے اسلام سے رابطہ رکھتی تھیں اور جناب رسولؐ خدا پر ایمان تھا اور جنابِ رسولؐ خدا کو ہی اپنے دفن و کفن کا ذمے دار ٹھہرایا تھا۔ جبکہ جنابِ رسولؐ خدا نے بہ نفسِ نفیس خود اِن کی قبر کو کھودا تھا اور اپنے لباس (پیراہن) سے کفن دیا تھا اور قبر و لحد میں پہلے جناب رسولؐ خدا نے اندر جا کر لیٹ کر دیکھا تھا تا کہ عظمت ظاہر ہو جائے اور بعض اصحاب نے کہا ہے کہ ہم نے آج تک ایسا کبھی نہیں دیکھا ہے کہ کسی کی قبر کو رسولؐ خدا نے کھودا ہو اور قبر میں لیٹے ہوں اور اپنے پیراہن سے کفن دیا ہو۔

فرمایا رسولؐ اللہ نے کہ حضرت ابو طالبؑ کے بعد مجھ پر اُن سے زیادہ مہربان کوئی نہیں ہوا۔ سوائے حضرت فاطمہؑ بنتِ اسد کے۔ وہ مجھے بہت عزیز تھیں مجھ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں اور میری طرح کی خدمت انجام دیتی تھیں جس کی محبت میں میں نے اپنا پیراہن اُن کا کفن بنایا تھا تا کہ اُن کو جنّت کے لباس (حلّے)

پہنائے جائیں اور قبر میں اسی لئے لیٹا تھا تا کہ بزرگی میں اضافہ ہو جائے۔

شخصیتِ حضرت زینبؑ

آپ کی تعریف و توصیف میں زبان گنگ ہے اور قلم عاجز ہے۔ اب کس طرح آپ کی تعریف لکھی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ قول ہے کہ

مالا یدرک کله لا یترک کلهٔ

یعنی اگر تمام چیز حاصل نہ ہو سکے تو چھوڑنا نہیں چاہئے بلکہ کچھ نہ کچھ تھوڑا حصہ ہی حاصل کر لینا چاہئے۔

اور ہم گنہگار عاصی پر معاصی اس لائق کہاں ہیں کہ حضرت زینبؑ جیسی مقدس و بلند و بالا ہستی کا ہم ذکر کر سکیں اور یہ تو مختصر کتاب ہے جس میں ہم کچھ حالات لکھ رہے ہیں ان کی سوانح حیات نہیں لکھ رہے ہیں۔ البتہ بطور نمونہ و تبرک چند سطور لکھی جائیں گی تا کہ دانشمند ان کے قول کی زینت بن سکے۔

مرحوم شیخ عبداللہ ما مقانی نے جلد سوم میں تنقیح المقال میں حضرت زینبؑ کی فضیلت اس طرح بیان کی ہے۔

زینبؑ بنت علیؑ امیر المومنین کو مرحوم صدوق نے راویانِ حدیث میں شمار کیا ہے اور پھر بعد عین حدیث فدک کو حضرت فاطمہؑ کے توسط سے ذکر کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں۔

زینب وما زینب و ما ادریک ما زینب هی عقیله بنی هاشم و قدر حازت من الصّفات الحمیده

یعنی زینبؑ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں کہ کون زینبؑ، سنو یہ زینبؑ عقیلہ بنی ہاشم ہیں اور صفاتِ حمیدہ میں بلند و بالا درجہ رکھتی ہیں کہ ان کی والدہ ہی صاحب

بلند درجہ تھیں کائنات کی عورتوں میں افضل ترین تھیں اِن کے بعد اگر کسی کا درجہ ہے تو وہ ذات والا صفات حضرت زینبؑ کی ہے اور یہ بی بی عفت و عصمت کے سات پردوں کے اندر بند ہیں اور کربلا کے واقعے تک شہزادی زینبؑ جیسی بلند صفات ہستی کوئی دوسری نہیں تھی اور اِن کے باپ اور بھائیوں کے زمانے میں بھی اِن کی جیسی دوسری ذات نہ تھی۔

اور وہ بزرگوار اِس بلند مقام پر تھیں کہ اُن کے بھائی امام حسینؑ نے روزِ عاشورہ دین اسلام کی سر بلندی کے لئے انقلاب برپا کیا ہے اور پھر حسینؑ کے بعد ان کی اولاد نے علی ابن الحسینؑ (سیّد سجادؑ) نے بنی اُمیہ کے خلاف ایسے ایسے خطبے دیئے جس سے انقلاب کی شان بڑھی اور بنی اُمیّہ کی حکومت ذلیل ہوئی اور اس بارے میں شیخ صدوق نے اکمال الدّین میں اور شیخ نے کتاب الغیبۃ میں اور مسعودی نے اثبات الوصیہ میں حدیث نقل کی ہے ملاحظہ کریں۔

وکانت زینب تاخذا التربیة الصالحه (الخ)

بی بی جناب زینبؑ نے اعلیٰ تربیت و ادب اپنے باپ حضرت علیؑ بن ابو طالبؑ سے حاصل کیا تھا اور اِن کے بھائی امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے بلند اخلاق کی تعلیم اِن کو دی تھی، جس کی وجہ سے یہ علم وفضل کے بلند مقام پر پہنچی تھیں۔

یحییٰ مازنی علمائے اسلام کے بزرگ علماء میں اِن کا شمار ہوتا ہے اور روات حدیث ہیں انھوں نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جو قابلِ توجہ ہے اور روایت یہ ہے کہ۔

قال کنت فی جوار امیر المومنین فی المدینة مدة مدیدة

یعنی یحییٰ مازنی کہتے ہیں کہ میں امیر المومنینؑ کے پڑوس میں رہتا تھا، تو میں نے بی بی زینبؑ کو کبھی نہیں دیکھا نہ کبھی اُن کی آواز سنی۔

اور جب کبھی بھی اپنے نانا کی زیارت کو جانا چاہتی تھیں تو نصفِ شب میں گھر سے باہر نکلتی تھیں اور حضرت علیؑ آگے آگے ہوتے تھے حضرت حسنؑ داہنی سمت اور حضرت حسینؑ بائیں سمت ہوتے تھے اور جب روضہ رسولؐ خدا قریب آتا تھا تو حضرت علیؑ تیز تیز چلتے تھے اور حرم کی تمام روشنیاں (شمعیں) بجھا دیتے تھے۔

اور ایک بار امام حسنؑ نے یہ بات حضرت علیؑ سے پوچھی تو آپ نے فرمایا مجھے خوف ہے کہ کوئی زینبؑ کو نہ دیکھ لے۔ (بحوالہ:۔عماد زادہ)

ابو الفرج اصفہانی نے کتاب مقاتل الطالبین میں لکھا ہے۔

زینب العقیلہ بنت علی ابن ابی طالب و اُمھا فاطمہ بنت محمدؐ الخ

اور ابن عنبہ نے انساب الطالبین میں لکھا ہے کہ زینبؑ کبریٰ دخترِ امیر المومنین علیؑ تھیں کہ اُن کی کنیت اُم الحسنؑ بھی تھی اور یہ بی بی محدثہ بھی تھیں اور اپنے نانا ماں باپ اور بھائیوں کی حدیثیں بھی نقل کی ہیں۔

حضرت زینبؑ بحیثیت عالمہ

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ثقافتی زندگی، تخلیقی جذبات اور انسان ساز ماحول سے کتنے ہی مردوں اور عورتوں نے معیاری فکر و عمل کا درس لیا۔ ابن عباس، میثم تمار، محمد حنیفہ، کمیل بن زیاد، رشید ہُجری، حجر بن عدی، قنبر، عمار یاسر، مقداد جیسے عالم و فاضل اور کامیاب انسان بن کر تاریخ کے فلک پر چمکتے ہوئے ستارے بن گئے۔ اس بحرِ ذخار سے حضرت زینبؑ نے اس عہد کی خواتین میں سب سے زیادہ فیض اٹھایا۔ حضرت علیؑ کی خلافت کے زمانے میں حضرت زینبؑ کوفہ میں عورتوں کو تفسیر قرآن بیان فرماتی تھیں ایک روز ''سورۂ مریم'' کی تفسیر بیان فرما رہی تھیں حضرت علیؑ تشریف لائے اور فرمایا! اے نور دیدہ تمہاری تفسیر سن کر مسرت ہوئی اور پھر

خود" کھیعص "کی تفسیر بیان فرمائی کوفہ اور شام میں حضرت زینبؑ نے جو خطبے ارشاد فرمائے اور جو اشعار واقعہ کربلا پر کہے ان سے آپ کے علم کی شان ظاہر ہوتی ہے۔

علی اصغر رسول زادہ اپنی کتاب "قہرمان کربلا" میں لکھتے ہیں:-

بس۔ بی بی زینبؑ کی بلند عظمتی کی دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ عالمہ فاضلہ ہیں عصمت وطہارت کا دودھ پیا ہے اور بچپنے میں مدینۂ نبویؐ میں رہ کر تربیت حاصل کی ہے اور علم علیؑ سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ اور اِن کے بارے میں حضرت سجادؑ نے کوفے میں خطبہ پڑھنے کے دوران فرمایا تھا کہ آپ بے شک عالمۂ غیر معلمہ ہیں اور ہر ہر عقلمندی کی باتوں سے آگاہ ہیں۔

شیخ صدوق محمد بن بابویہ نے فرمایا ہے کہ جب تک امامِ سجادؑ بیمار رہے اور طبیعت ناساز رہی تو حضرت زینبؑ ہی شرح کے ہر مسئلے حرام وحلال میں اپنا حکم جاری کرتی رہی ہیں۔

حضرت زینبؑ کا زہد وتقویٰ

آپ کا ایک لقب "عابدہ" بھی ہے یعنی کثرت سے عبادت کرنے والی۔ حضرت زینبؑ نے اپنی تمام عمر عبادت واطاعتِ خدا میں صرف فرمائی آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سونا جاگنا، سب حرکات وسکنات عبادت تھے۔امام حسینؑ نے روز عاشورہ آخری رخصت کے وقت آپ سے فرمایا کہ "اے بہن زینبؑ! نافلۂ شب پڑھتے وقت مجھے نہ بھولنا"۔

حضرت زین العابدین علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ سفرِ شام میں باوجود ان مصائب اور زحمتوں کے جو آپ پر وارد ہوئے آپ نے کبھی نمازِ شب ترک نہیں کی۔ آپ کی عبادت کی شان کو دیکھ کر لوگ کہتے تھے کہ اس عبادت میں شانِ امامت کا پرتو نظر

آتا ہے۔

حضرت زینبؑ کی فصاحت و بلاغت

اب ہم حضرت زینبؑ کی فصاحت اور بلاغت کی طرف نظر کرتے ہیں اور بطور نمونہ کچھ پیشِ خدمت ہے۔

حذیم بن شریک اسدی نے روایت کی ہے کہ ایک بار میں وارِدِ کوفہ ہوا اور اسیرانِ آلِ محمدؐ پر نظر کی، امام زین العابدینؑ کا خطبہ سُنا اور پھر عقیلہ العرب جناب زینبؑ کبریٰ کا خطبہ لہجہ علیؑ میں سنا جس میں اہل کوفہ کو خطاب کیا گیا تھا۔

اس خطبے نے کوفے میں انقلاب برپا کر دیا گویا، ایک آگ لگا دی جس سے ہر اہلِ کوفہ سُن سُن کر مرد و مستورات تمام کے تمام دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے اور لوگوں کے رونے کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے جوان بیٹے کی میّت پر مادر روتی ہے بے ساختہ تمام عوام خطبہ زینبؑ سن کر بے تابانہ رو رہے تھے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حذلم بن کثیر جو عرب کا فصیح و بلیغ عالم تھا، وہ بھی بے خودی میں رو رہا تھا اُس کی ریش آنسوؤں سے تر تھی اور خطبہٗ زینبؑ بہ لہجہٗ علیؑ سنکر بے انتہا حیران و پریشان تھا۔اور بار بار کہتا تھا کہ:

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں کہ آپ کے بزرگ بہترین بزرگ ہیں جوان بہترین جوان ہیں اور عورتیں آپ کی بے انتہا پاک و پاکیزہ ہیں۔آپ کی تمام نسلیں ہی پاک و پاکیزہ ہیں کہ نہ کسی طاقت وحکومت سے مغلوب ہوتی ہیں اور نہ مقہور ہوتی ہیں۔(بحوالہ:- عمادزادہ)

نیشاپوری رسالہٗ علویہ میں لکھتے ہیں کہ زینبؑ بنتِ علیؑ فصاحت و بلاغت میں، زُہد وعبادت میں، اپنے باپ اور ماں کی طرح تھیں۔

ابو نصر لبنانی نے کتاب فاطمہؑ بنت محمدؐ میں لکھا ہے کہ جو نکتے قابلِ بیان ہیں اہمیتِ زینبؑ کے بارے میں کہ شہزادی جناب زینبؑ نے اپنے بھائی کی کس قدر زبردست مدد کی ہے اور جرأت و ثباتِ قدم اور موقع شناسی پر قادر تھیں۔ اور روزِ معرکہ کربلا اپنے بھائی کی کس کس طرح سے مدد کی ہے اور دربارِ ابن زیادہ کوفہ میں اور قصرِ یزید شام مین کس قدر بلند ہمتی کا مظاہرہ کیا ہے اور کیسی زبان و طاقت استعال کی ہے کہ زبان جس کو بیان نہیں کر سکتی۔ اور انقلاب حسینؑ کو اعلیٰ ہمتی سے ہم کنار کیا ہے۔ بالخصوص خطبہ دربار یزید پر نظر ڈالیں تو پتہ چل جائے گا کہ الفاظ کو کس طرح سمویا ہے جیسے دریا کو کوزے میں بند کیا ہو۔

جیسے یہ الفاظ ہیں:

اَمِنَ الْعَدلُ یابْنَ الطلقاء

''کیا یہ انصاف ہے، اے ہمارے آزاد کردہ غلاموں کی اولاد!''

کس قدر جرأت و بہادری ہے اور اس فصاحت و بلاغت و بلند ہمتی پر ایک کتاب تفصیلی لکھی جا سکتی ہے۔

حضرت زینبؑ نے کوفہ و شام میں جو خطبے دیئے ان خطبوں کی شان دیکھ کر اس عہد کے مورخین، علماء اور راوی کہتے ہیں کہ آپ کو فنِ خطابت میں کمال حاصل تھا ان کا بیان درد اور تاثیر میں اس قدر ڈوبا ہوتا تھا کہ سامعین کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آجاتے تھے۔ اس لئے آپ کو فصیحہ و بلیغہ کہا جاتا ہے۔ قدرت نے آپ کو فصاحت اور بلاغت کا وہ جوہر عطا کیا تھا جو آپ کو حضرت ختمی مرتبت، حضرت علیؑ حضرت فاطمہ زہراؑ سے ورثے میں ملا تھا آپ کے جو خطبات تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں ان کی شان بتا رہی ہے کہ فنِ خطابت میں شہزادی زینبؑ کا درجہ نہایت

بلند ہے۔

عمادزادہ بحوالۂ شیخ طبرسی لکھتے ہیں:۔

اور حضرت زینبؑ نے کافی حدیثیں اپنے والد سے نقل فرمائی ہیں، سید نور الدین فاضل جزائری نے کتاب خصائص زینبیہ (فارسی کی کتاب میں) فرمایا ہے کہ حضرت زینبؑ نے مدرسہ قائم کر رکھا تھا کوفے میں حضرت علیؑ کی خلافت کے زمانے میں اور آپ تفسیر قرآن بھی فرمایا کرتی تھیں ۔ ایک روز آپ نے آیۂ کھیعص کی تفسیر فرمائی تو آپ کے والد حضرت علیؑ آ گئے اور آپ نے بھی تفسیر سنی تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے بیٹی زینبؑ یہ ایک راز ہے کہ یہ آیت مصیبتِ آلِ رسولؐ پر آئی ہے۔ جنابِ زینبؑ نے پوچھا بابا اِس کی تشریح بتایئے چنانچہ آپ نے تشریح بیان کی تو جنابِ زینبؑ کھیعص کی تفسیر سن کر بہت روئیں اور پریشان ہوئیں۔

صبرِ حضرت زینبؑ

اگر کسی شخص کو حضرت زینبؑ کا مقام صبر و شکیبائی دیکھنا ہو تو تفصیل سے اُن تمام حالات کو پڑھے جو روزِ عاشورہ آپ پر مصائب گزرے ہیں اور راہِ کوفہ و شام میں دربار یزید میں کس کس طرح کی مصیبتیں آپ پر گزری ہیں۔ تب انسان کو صحیح پتہ چلے گا کہ طاقتِ بشر یہاں مجبور ہے۔ یعنی آپ کے مصائب کی تو کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ اور حقیقت ہے کہ یہ علیؑ جیسے شجاع کی شیر دل بیٹی تھیں جس نے مصائب کے پہاڑ برداشت کیئے ہیں اور کسی بھی جگہ پر صبر کا دامن نہیں چھوڑا ہے ہر حال میں راضی بہ رضائے الٰہی رہی ہیں۔ اور یہ بی بی اس قدر غم زدہ ہیں کہ پیدائش سے لے کر وفات تک مصیبت ہی مصیبت میں گزارا ہے۔ مثلاً ۵ سال کی عمر میں نانا کا

سایہ سر سے اُٹھ گیا اور پھر اپنی ماں پر مصیبتوں کے پہاڑ گرتے دیکھا جنہوں نے فرمایا تھا کہ:

صبت علی مصائبٌ لو انہا صبت علی الایام صرنا لیا لیا

پھر اپنے باپ علیؑ کو پچیس سال تک حق خلافت سے محروم دیکھا اور مرکزِ علم گھر میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر باپ کی شہادت کے دس سال بعد تک امام حسنؑ کے مصائب دیکھے پھر مدینے سے مکہ ہجرت کی اور وہاں سے کربلا سے شام تک کس قدر مصائب برداشت کیے۔ قلم بیان نہیں کر سکتا ہے۔

آیا یہ اتنی بڑی مصیبت کہ ایک روز میں بھرے گھر سے اٹھارہ جنازے نکلے اور تمام اقربا کربلا میں شہید ہو گئے۔ کیا اتنا بڑا صدمہ بی بی زینبؑ کے علاوہ کوئی اور بی بی برداشت کر سکتی تھی کہ تمام عزیز و رُفقا کربلا میں ایک روز میں مارے گئے، خیموں کو لوٹا گیا، پھر آگ لگا دی گئی اور بی بیوں کی چادروں کو بھی چھین لیا گیا۔ پھر سب کو اسیر کر لیا گیا۔ ہاتھوں کو پشت کی طرف باندھا گیا، پھر بھی صبر و ضبط کا دامن بی بی جنابِ زینبؑ سے نہیں چھوٹا اور ہر حالت میں اللہ کا شکر ادا کرتی رہیں اور جس وقت کوئی انسان اِن مصائب پر غور و فکر کرتا ہے تو اُس کی ہمت جواب دے جاتی ہے اور پھر قول مولا علیؑ یاد آتا ہے کہ مومن مصائب کے سامنے پہاڑ سے بھی زیادہ محکم ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

در راہِ دیں لباس شہامت چو دوختند
زیبندہ آں لباس براندامِ زینبؑ است

"دین کے جسم پر اگر صبر و شکیبائی کا کوئی لباس پہنایا جاتا تو وہ لباس حضرت زینبؑ کے جسم پر صحیح ہوتا۔"

عبادتِ حضرت زینبؑ

جس ذات (زینبؑ) کا نانا پیغمبر اسلام ہو تو اللہ تعالیٰ آیۃ طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لِتشقیٰ نازل فرماتا ہے۔

شہزادی زینبؑ کے باپ علی بن ابو طالبؑ ہیں کہ ایک دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور اِن کی والدہ جناب فاطمہ الزہراؑ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ جب محراب عبادت میں کھڑی ہوتی تھیں تو خداوند عالم ملائکہ کے سامنے فخر و مباہات کرتا تھا اور جس کے بھائی حسنؑ و حسینؑ جیسے ہوں تو پھر اُس بہن (زینبؑ) کی عظمت عزت و طہارت کا کیا کہنا اور عبادت تو اسی ہی خاندان کی زینت ہے اور کچھ محدثین و مؤرخین کا کہنا ہے کہ جناب زینبؑ عبادت میں اپنی والدہ کی صفات کی حامل تھیں کہ تلاوتِ کلام پاک میں رات بسر ہو کر صبح ہو جاتی تھی اور آپ نے ہمیشہ ہمیشہ تہجد گزاری کی ہے۔ حد ہے کہ مصائب کی رات یعنی گیارہ محرم کی رات کا واقعہ سیّد سجادؑ فرماتے ہیں کہ پھوپھی جنابِ زینبؑ کو میں نے عبادتِ خدا میں مشغول پایا۔

اور فاضل قائینی بیر جندی نے مقاتل معتبرہ سے لکھا ہے کہ حضرت سجادؑ فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی نے کبھی تہجد کی نماز نہیں چھوڑی اور حضرت سجادؑ کا یہ بھی بیان ہے کہ جب ہم کو گیارہ محرّم کو کوفے کی سمت لیجایا جا رہا تھا اور پھر شام لیجایا جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ میری پھوپھی جناب زینبؑ کھڑے ہو کر تمام واجب اور مستحب نمازیں پڑھتی تھیں لیکن بعض موقعوں پر ہم نے اُن کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھا تو ہمیں فکر لاحق ہو گئی اور ہم نے اس کا سبب دریافت کیا تو بتلایا کہ تین روز سے میں نے کھانا نہیں کھایا ہے بھوک کی کمزوری کے سبب میں کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ رہی ہوں کیونکہ فوجِ

یزید کے لوگ فی کس ایک روٹی کھانے کو دیتے تھے جو کم ہوتی تھی اس لئے جناب زینبؑ اپنا حصہ بچوں کو دے دیا کرتی تھیں اس وجہ سے کمزوری زیادہ آ گئی تھی۔

حضرت زینبؑ کی اولاد

آپ کے پانچ بیٹے علی زینبی اور عباس زینبی سے نسل چلی اور تین بیٹے حضرت عون اور حضرت محمد اور حضرت عبیداللہ کربلا میں نہایت کم سنی میں شہید ہوگئے ایک بیٹی کلثوم تھیں۔ان کی شادی چچا کے بیٹے قاسم بن محمد جعفر طیار کے ساتھ امام حسین نے اپنی پسند سے کرائی تھی۔حضرت زینبؑ کی نسل میں بہت عظیم علما اور شعرا پیدا ہوئے ہیں۔

حضرت زینبؑ کے سفر

پہلا سفر آپ کا حضرت علیؑ کے ساتھ مدینے سے کوفہ کی طرف انتہائی شان و شوکت سے ہوا۔دوسرا سفر امام حسنؑ کے ساتھ کوفہ سے مدینے کی طرف ہوا۔تیسرا سفر امام حسینؑ کے ساتھ مدینے سے مکہ کی طرف ہوا۔چوتھا سفر مکے سے کربلا کی طرف پانچواں سفر کربلا سے کوفہ اور پھر شام کی طرف چھٹا سفر شام سے کربلا کی طرف، ساتواں سفر کربلا سے مدینے کی طرف، زندگی کا آخری سفر مدینے سے شام کی طرف ہوا اسی سفر میں راستے میں وفات ہوئی۔

حضرت زینبؑ کی وفات

عبداللہ ابن زبیر کے عہد میں مدینہ میں انتہائی سخت قحط پڑا، حضرت عبداللہ ابن جعفر، بنی ہاشم کی ہستیوں کو لے کر شام کی جانب روانہ ہوئے۔حضرت زینبؑ بھی

اس سفر میں ساتھ تھیں۔ ''زینبیہ'' کے مقام پر پہنچ کر آپ نے راستے ہی میں علالت کی بناء پر وفات پائی۔ اور وہیں آپ کی قبر بھی بنی۔

عرش پر یومِ وفاتِ حضرت زینبؑ

مجلس وفاتِ زینبؑ میں امام مہدی علیہ السّلام کی شرکت

ایک خواب: عالم جلیل مولانا ابوالحسن الحاج شیخ محمد باقر صاحب کتاب کبریت احمر اپنے کشکول جس کا نام سفینہ القماش ہے لکھتے ہیں۔ کہ جس زمانہ میں مَیں عتبات عالیات میں تحصیل علم کرتا تھا۔ وہاں ایک سیّد بزرگ رہتے تھے۔ ایک دن جبکہ وہ حرم مطہر میں زیارت کے لئے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک ترک زوّار بعد زیارت بالائے سر حضرت امام حسینؑ بیٹھ کر تلاوت قرآن مجید کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر اس سیّد جلیل نے اپنے دل میں کہا کہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ترک و دیلم کے لوگ تو اس کتاب کی تلاوت کریں جو تیرے جد پر نازل ہوئی تو باوجودیکہ اولادِ پیغمبرؐ ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کتاب سے مستفیض نہ ہو۔ اس سیّد بزرگ کو ایسی غیرت دامنگیر ہوئی کہ اسی روز سے یہ معمول کر لیا کہ دن کے ایک حصہ میں سقائی کر کے معاش حاصل کرتے اور باقی دن حصول علم میں صرف کرتے آخر کار ایسی ترقی کی کہ درس حجۃ الاسلام مرحوم میرزا محمد حسن شیرازی میں شریک ہونے لگے۔ بلکہ بعض اُن پر اجتہاد کا گمان کرتے ہیں۔ ان کا تقدس و تقویٰ اور کثرت عبادت زبان زد خاص و عام تھی۔ یہ سیّد جلیل مرحوم ہو گئے۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں امام زمانہؑ حضرت حجت بن الحسن علیہ السّلام کو آشفتہ حال دیکھا۔ میں نے سلام کر کے استفسار حال کیا۔ فرمایا آگاہ ہو جس روز سے میری پھوپھی جناب زینبؑ نے وفات فرمائی ہے۔ ہر سال بروز وفات آں مخدرہ ملائکہ

آسمانوں پر مجلس کرتے ہیں اور آپ وہ خطبہ جو آپ نے بازار کوفہ میں ارشاد فرمایا۔ پڑھ کر مشغول گریہ و بکا ہوتے ہیں جب میں جا کر انہیں خاموش کرتا ہوں تو وہ ساکت ہوتے ہیں۔ آج روزِ وفات حضرت زینبؑ ہے اور میں اسی مجلس سے واپس آرہا ہوں مرحوم سیّد نے مجھے روز اور تاریخ بھی بتائی تھی۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ مجھے مطلق یاد نہیں رہی۔ بلاشک اس معظمہ کی فصاحت اظہر من الشمس ہے۔ چنانچہ جب آپ نے ابن زیاد کے سامنے احتجاجات کئے اور اُسے ساکت کر دیا تو اس ملعون نے متعجب ہو کر کہا کہ یہ بڑی شجاع عورت ہے۔

مقامِ دفن حضرت زینبؑ

اس بارے میں تاریخ دانوں نے بہت اختلاف کیا ہے۔ لہٰذا ہم چند گزارشات کریں گے۔ شیعہ و سنّی مؤرخ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ حضرت زینبؑ روزانہ مدینے میں امام حسینؑ کی مظلوم شہادت اور بنی امیہ کے ظلم کو دنیا کو بتلاتی رہتی تھیں اور بنی اُمیّہ کو ذلیل کرتی رہتی تھیں اس لئے حاکمِ مدینہ نے یزید کو لکھا کہ زینبؑ نے کربلا کا واقعہ بیان کر کے انقلاب برپا کر دیا ہے۔ لہٰذا اِن کو مدینے بدر کرنے کا حکم دیا جائے اور اِن کو حرمین شریفین کے علاوہ کسی بھی بدتر سے بدتر ملک اور شہر میں بھیج دیا جائے۔ چنانچہ جب جناب زینبؑ کو حکومت نے مُطلع کیا تو وہ راضی نہیں ہوئیں البتہ بحالت مجبوری بنی ہاشم کی عورتوں اور امامِ سجادؑ کے کہنے سے مصر کی طرف جانے پر راضی ہوگئیں۔ حاکمِ مصر کو جب معلوم ہوا کہ جنابِ زینبؑ مصر تشریف لا رہی ہیں تو اُسنے گرم جوشی سے آپ کا استقبال کیا اور اپنے محل میں ٹھہرایا اور آپ بی بی گیارہ ماہ چند روز رہ کر چودہ رجب کو سال ۶۲ ہجری قمری میں وفات فرما گئیں اور آپ کا روضہ مصر میں ہے۔ اور تمام دنیا کے مومنین کے لئے

زیارت گاہ ہے۔ یہ واقعہ حضرت زید شہید کی پوتی زینبؑ بنتِ یحییٰ کا ہے جو شہزادی زینبؑ بنتِ علیؑ سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ اس لیے بعض لوگ چودہ رجب کو آپ کی وفات مناتے ہیں۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ جناب زینبؑ نے قحط والے سال میں اپنے شوہر عبداللہ بن جعفرؑ کے ساتھ شام کا سفر کیا اور معلوم ہوا کہ عبداللہ کی شام میں جاگیر تھی زمین و جائیداد تھی۔ وہاں شام جا کر بی بی بیمار ہو گئیں اور انتقال فرما گئیں اور آپ کی قبر شام میں نزدیک دمشق ہاشمیہ میں روضہ تعمیر ہوا ہے اور روزانہ ہزاروں زائرین قبرِ مبارک (روضے) پر آتے ہیں۔

علی اصغر رسول زادہ کتاب "قہرمانِ کربلا" میں لکھتے ہیں:-

اب یہاں پر یہ مغالطہ ہے کہ ملکِ مصر میں زینبؑ دخترِ علیؑ کا مزار ہے یا اِن کی بہن زینبؑ صغریٰ (اُمِ کلثومؑ) کا مزار ہے۔ یا اولادِ علیؑ میں کوئی اور زینبؑ ہیں۔

اور بعض حضرات نے زینبؑ بنت علیؑ کے تین مدفن بتائے ہیں۔ یعنی حضرت علیؑ کی تین بیٹیاں زینبؑ جن کے نام تھے۔ اور اب سوال یہ ہے کہ کون سی دو قبروں میں سے صحیح ہے اصلی مرقد مصر میں ہے یا اصلی روضہ شام میں ہے۔

اور جب ہم تحقیق کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ تینوں مزارات صحیح ہیں کیونکہ حضرت علیؑ کی تین بیٹیوں کے نام زینبؑ تھے اور اُن کی کنیت اُمِ کلثوم تھی۔

(۱) زینبؑ...... کہ جن کی کنیت اُمِ کلثوم تھی۔ امام حسینؑ کی بہن تھیں اور اِن کو زینبؑ اوسط بھی کہا جاتا ہے وہ مدینے میں وفات پا گئی تھیں اور اِن کو مدینے میں نمازِ جنازہ حضرت سیّد سجادؑ نے پڑھا کر دفن کیا تھا۔

(۲) زینبؑ...... کہ اِن کی کنیت بھی اُمِ کلثوم تھی اور یہ بھی امام حسینؑ کی بہن

تھیں اور اِن کو زینبؑ کبریٰ کہا جاتا ہے اور اِن کی عبداللہ بن جعفرؑ سے شادی ہوئی تھی اور مع اپنے بیٹوں، عونؑ و محمدؑ کے کربلا میں موجود تھیں اور عونؑ و محمدؑ کربلا میں شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے ہی راہِ کوفہ و شام میں حسینؑ کے نام پر انقلاب برپا کیا ہے اور پھر مدینہ چلی گئیں وہاں پر بھی نہ رہنے دیا گیا تو پھر حجاز میں چلی گئیں اور پھر اپنے شوہر کے ساتھ ملکِ شام کا سفر کیا اور دمشق میں ہی خیمۂ شوہر میں وفات پا گئیں اور شام میں ہی دفن کر دی گئیں لہٰذا آپ کی قبر پر لکھا ہے۔

ھذا قبر زینب الوسطیٰ بنت علی بن ابی طالب

اور یہ ہیں تیسری زینبؑ...... کہ زینبؑ کبریٰ کہلائیں۔

(۳) زینبؑ...... کہ جن کی کنیت اُمِ کلثوم ہے اور اِن کی مادر فاطمہ زہراؑ کے علاوہ ہیں اور شیخ مفید نے اِن کو ارشاد میں لکھا ہے کہ یہ بھی کربلا میں تھیں اور کوفہ و شام میں بھی رہیں ہیں۔

اور واقعہ حرّہ کے بعد جب کہ یزید نے اپنی فوجوں کے لئے تین روز کے لئے مدینے کو حلال قرار دے دیا تھا کہ فوج خوب لُوٹے۔

اِن زینبؑ نے بھی امام حسینؑ (اپنے سوتیلے بھائی) کا نوحہ کیا ہے اور زینبؑ نے مدینے میں انقلاب حسینی برپا کر دیا تو والیٔ مدینہ کو خطرہ لاحق ہو گیا اور اُس نے یزید ملعون کو لکھا کہ:

''اب زینبؑ نے حکومت کی جڑیں ہلادی ہیں اِن کو مدینے سے باہر نکال دیا جائے اور یزید نے آپ کو مدینے سے نکل کر مصر جانے کا حکم دیا اور ۵ غرّۂ شعبان ہجری میں مصر میں داخل ہو گئیں اور جب مصر گئیں تو وہاں کے گورنر نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا اور جنابِ زینبؑ نے سفر کی تھکان کا ذکر کیا اور بیمار ہو کر انتقال

فرما گئیں اور وہیں پر مصر میں دفن ہوگئیں۔

کتاب ''وفات زینبؑ کبریٰ'' کے موئف لکھتے ہیں:۔

(۱) زینبؑ...... جو کہ مدینے میں دفن ہیں شام سے واپسی پر ۴ ماہ دس روز سال ۱۴ ہجری میں وفات کر گئیں۔

(۲) زینبؑ...... جو کہ مصر میں دفن ہیں شب یکشنبہ ۱۴ رجب سال ۶۲ ہجری میں وفات کی ہے۔

(۳) زینبؑ ...... جو کہ شام میں دفن ہیں وہ ۲۷ جمادی الاوّل کو عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ۶۵ ہجری میں وفات کر گئیں اور کسی نے کہا کہ ۴۷ ہجری میں انتقال کیا ہے۔

عبیدلی۔ نسابہ یعنی یحییٰ ابن الحسن ابن جعفر الحجّت ابن الامیر عبید اللہ بن الاعرج ابن الحسینؑ الاصغر ابن علی زین العابدینؑ ہیں اور یہ وہ ہیں جنھوں نے شجروں (انساب) کو جمع کیا ہے اور کئی کتابیں اخبار المدینہ، اخبار الزینبیات و کتاب النسب اُس کی یادگار ہیں۔

سال ۲۱۴ ہجری میں مدینے میں پیدا ہوے اور سال ۲۸۷ میں مکہ میں وفات ہے انہوں نے کتاب زینبیات کہ جو قرنِ دوم (دوسری صدی) میں مدینے میں لکھی گئی معتقد ہے کہ زینبؑ کبریٰ دختر امیر المومنین خواہر امام حسینؑ اور قناطیر السباع مصر میں دفن ہیں وہ آیت اللہ علامہ شہرستانی بھی ان کے ہم عقیدہ ہیں۔

مؤرخ مشہور حسین عماد زادہ نے اپنی کتاب زینبؑ کبریٰ میں زینبؑ کبریٰ کے بارے میں یہ نتیجہ نکالا ہے۔

(۱) قبرِ رقیہ دختر بزرگ فاطمہ بنام زینبؑ اور کنیت اُمِ کلثوم، بقیع میں دفن ہیں۔

(۲) قبر حضرت زینبؑ کبریٰ کنیت اُم کلثوم کہ جو شروع میں زینبؑ صغریٰ تھیں اور بعد میں زینبؑ کبریٰ مشہور ہو گئیں اور حورئی شام میں اِن ہی کا روضہ مبارکہ ہے اور اِن کی قبر کے پتھر پر زینبؑ صغریٰ لکھا ہوا ہے۔

(۳) حضرت زینبؑ صغریٰ کہ صہباء التغلبیہ سے ہیں قناطر السباع مصر میں مزار ہے۔ واللہ عالم بالصواب۔

مولانا ابنِ حسنؑ نجفی لکھتے ہیں:۔

جیسے قاہرہ (مصر) میں مشہد "رأس الحسین" بڑے جاہ وجلال کا روضہ ہے! صبح سے شام تک یہاں شوق زیارت رکھنے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ اور تمام مصریوں کا ایمان ہے کہ اس مقام پر سرورِ شہیداں حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک دفن ہے، حالانکہ دریائے نیل سے سیراب ہونے والی زمین کے دامن میں حضور کے پوتے جناب زید ابن علیؑ ابن الحسینؑ کا سر دفنایا گیا تھا...........

اسی طرح مصر کے باشندے یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ قاہرہ کے قناطر السباع والے علاقے میں شاہراہِ سیّدہ زینبؑ پر جو مزار ہے، وہ ثانی زہراؑ جناب زینبؑ علیا کی درگاہ ہے! اب لاکھ کہیئے کہ ثانی زہرا سلام اللہ علیہا کبھی مصر نہیں آئیں! اور کبار الزینبیات کے جامع عبیدلی نیز الطبقات الکبریٰ کے مصنف شعرانی نے جن روایتوں پر تکیہ کیا ہے وہ بہت کمزور ہیں۔ لہٰذا قاہرہ میں آپ کے مزار کے متعلق کوئی بات بھی قابل اعتبار نہیں سمجھی جا سکتی۔ مگر مصری اس حقیقت پر توجہ دینے کو تیار نہیں ہوں گے۔! جب کہ مصر میں ایک سے زیادہ ایسے مقامات ہیں جنھیں مشاہد زینبی کا نام دیا گیا ہے! اور خیال ہے کہ زینبؑ علیا وہیں آرام فرما رہی ہیں۔

مثلاً.........اسوان شہر کے قبرستان میں ایک مقبرہ ہے، جو قبہ زینبیہ کہلاتا ہے!

مگر واقعہ یہ ہے کہ اس جگہ حضرت زینبؑ بنت علی نہیں بلکہ اموی دور کی ایک مشہور خاتون عباسہ بنت جریج (متوفی ۱۷ھ) دفن ہیں۔

دوسرا مرقد باب النصر قاہرہ کے شہر خموشاں میں ہے۔عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ جناب زینبؑ علیہا السّلام کی قبر مطہر ہے۔لیکن! باخبر حضرات جانتے ہیں کہ اس احاطے میں جناب محمد حنیفہ کے پر پوتے احمد ابن محمد کی صاحبزادی مدفون ہیں۔ ان کا نام بھی زینبؑ تھا۔تیسرا روضہ مقابر قریش میں ہے اور اس متبرک جگہ کے بارے میں زیادہ زور دیا جاتا ہے کہ جناب زینبؑ کا مزار ہے۔لیکن تحقیق کرنے والے کہتے ہیں کہ اس مقام پر حضرت امام حسینؑ کی پر پوتی زینبؑ بنت یحییٰ کا مزار ہے ۱۹۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ بڑی صاحبِ کرامت بی بی تھیں۔

فاطمی خلیفہ ظافر اپنے محل سے ننگے پاؤں چل کر آپ کے دربار میں حاضری دیتا تھا! ہمیں بھی اس عظیم خاتون کے آستانے پر پیشانی رکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔اچھا! اب ذرا تاریخ سے پوچھیں کہ پاسبان عظمت کربلا عقیلہ بنی ہاشم جناب زینبؑ کبریٰ کا روضہ اقدس کہاں ہے۔

وقائع نگار لکھتے ہیں کہ:

کربلا کے روح فرسا اور جاں گداز المیہ کے بعد جب حرم مدینے پہنچے تو پورا شہر عزاخانہ بن گیا۔شہیدوں کی یاد، مصائب کے ہجوم اور شب وروز کی گریہ وزاری سے جناب زینبؑ کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ پھر ایک مشکل یہ پیش آئی کہ مدینے میں کال پڑ گیا ان حالات کے پیش نظر جناب عبداللہ بن جعفر نے طے کیا کہ کچھ عرصہ کے لئے باہر چلے جائیں۔چنانچہ آپ نے اپنی شریک حیات جناب زینبؑ علیا کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا۔دمشق کے آس پاس آپ کے باغات تھے۔زرخیز زمین تھی

اور عام طور پر وہاں موسم خوش گوار رہتا ہے۔

مشہور مورخ مرزا حسن خان مراغی (متوفی ۱۳۱۲ھ) اپنی تصنیف ''الخیرات الحسان'' کی دوسری جلد کے صفحہ ۲۹ پر اور معروف محقق سیّد صدر (متوفی ھ) اپنی علمی کاوش ''نزہتہ اہل الحرمین'' کے صفحہ ٦۷ پر لکھتے ہیں۔

''امیر المومنین کی صاحبزادی زینبؑ کبریٰ، مدینے میں خشک سالی کے باعث عبدالملک بن مروان کے زمانے میں اپنے شوہر کے ہمراہ شام تشریف لائیں مگر جلد ہی آپ کی صحت جواب دے گئی! اور آپ دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ جناب عبداللہ ابن جعفر کے باغ ہی میں آج پکا مزار بنا!

ان کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے دانشوروں نے اپنی کتابوں میں جناب زینبؑ کی قبرانور کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔

آٹھویں صدی ہجری کے مانے ہوئے عالم ابوبکر موصلی اپنی تصنیف ''فتوح الرحمٰن'' میں تحریر کرتے ہیں کہ

''سیّدہ زینبؑ کبریٰ جو علیؑ کی دختر گرامی اور فاطمہؑ کے فرزند حسنؑ اور حسینؑ اور محسن کی بہن تھیں۔ واقعہ کربلا کے بعد شام آئیں اور دمشق کے نواحی علاقے راویہ میں اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ وہیں آپ کی لحد پر آسمان شبنم افشانی کرتا ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اکثر زیارت قبر زینبؑ کے لئے جاتا تھا مگر ہم میں سے کوئی شخص روضہ کے اندر داخل نہیں ہوا کہ ادب واحترام کا یہی تقاضہ تھا'' (صفحہ: ۳۸۱)

اور نویں صدی ہجری کے مصری عالم ابوالبقاء بدری اپنی، کتاب ''نزہتہ النام فی محاسن الشام'' میں رقم طراز ہیں۔ ''سیّدہ زینبؑ کبریٰ بنت علی ابن ابی طالبؑ اپنے بھائی حسینؑ کی شہادت کے بعد شام آئیں اور یہاں آنے کے بعد بیمار پڑ گئیں۔

یہیں آپ کا انتقال ہوا اور دمشق کے نواحی علاقے میں دفن کی گئیں۔اب اس مقام کو "بلدۃ الست" (سیّدہ کا شہر) کہا جاتا ہے" (صفحہ ۴۷ طبع مصر)

اور حافظ ابن طولون دمشقی متوفی ۹۵۳ھ میں اپنی کتاب "سیرت العقیلہ زینبؑ الکبریٰ" میں ترقیم فرماتے ہیں کہ:

"علیؑ ابن ابی طالبؑ کی صاحبزادی زینبؑ کبریٰ دمشق کے قریہ راویہ میں مدفون ہیں۔جگہ "قبرالست" کے نام سے شہرت رکھتی ہے"۔

اسی طرح علامہ شیخ حسن یزدی۔شیخ الفقہا میرزا علیکنی آیۃ اللہ میرزا محمد حسن شیرازی۔محدث کبیر میرزا حسین نوری اور مورخ جلیل شیخ عباس قمی کی بھی یہی تحقیق ہے کہ جناب زینبؑ سلام اللہ علیہا شام میں آرام فرما ہیں۔مگر راویہ جہاں ثانی زہراؑ کا مزار ہے اب دمشق کا یک قریہ یا مضافاتی بستی نہیں بلکہ ایک سجا ہوا شہر ہے جس میں چوڑی چوڑی سڑکیں بھرے ہوئے بازار، خوشنما مکان، شاندار ہوٹل، آرام دہ ذرائع آمد ورفت، اطمینان بخش مواصلاتی نظام، عصری طرز کے مدرسے، قابل فخر علمی ادارے اور سب سے بڑی بات امن وامان کی فضا، روحانیت سے بھرا ہوا ماحول اور اس میں ثانی زہراؑ کے روضہ اقدس کی نور برساتی ہوئی جاذب نظر عمارت جہاں دعائیں قبول ہوتیں ہیں۔کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے اور قلب وضمیر کو زندگی ملتی ہے۔

حضرت زینبؑ کا مزار

"روضۂ حضرت زینبؑ دمشق (شام) میں شہر سے چار میل کے فاصلہ پر ہے۔روضہ چھوٹے سے خوبصورت باغ میں ہے صحن سنگِ مرمر کا ہے۔قصبۂ زینبیہ" کی آبادی سب اہل سنت حضرات پر مشتمل ہے۔روضہ کے سنگی ستون کا ایک برآمدہ

سرآغاخان کی والدہ نے تعمیر کرایا ہے۔وسط میں حضرت زینبؑ کی قبر مبارک ہے روضہ کا گنبد آہنی چادروں کا ہے جس پر سبز روغن ہے۔کلس سونے کا ہے یہ روضہ ترکی سلطنت کے عہد میں تعمیر ہوا تھا۔آج تمام عالم کے مسلمان عقیدت کے آنسو نچھاور کرنے کے لئے بی بی سے علم وتقویٰ کی بھیک مانگنے کے لئے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔

شام کے ایک شاعر کا کلام (ترجمہ)

ہمارے دماغ میں شہر شام سے بہشت کی خوشبو آرہی ہے اور روضہ زینبؑ بنت علیؑ ہے اور انہوں نے یزید ملعون کے نام کو مٹا کے رکھ دیا اور پورے ملک شام میں جنابِ زینبؑ ہی کا دور دورہ ہے۔

زینبؑ شام میں آئیں۔شام کو برباد کر دیا اور پھر واپس چلی گئیں اور دنیا والوں کو اپنے آنے سے تعجب میں ڈال دیا اور چلی گئیں۔

زمین کربلا سے کوفہ اور شام تک ہر جگہ حسینؑ کے نام کا جھنڈا گاڑ دیا اور واپس چلی گئیں اور لہجہ علیؑ میں خطبہ پڑھا اور کوفے والوں کو صحیح راستہ دکھلایا اور چلی گئیں اور اپنے خطبے سے دین حق کو روشن کر دیا اور ایک عالَم کو اہل ایمان کر دیا اور واپس چلی گئیں۔

میں صاف صاف کہتا ہوں کہ اُن کی آواز میں شجاعت حیدر یہ تھی کہ لوگوں کے دلوں کو ہلا دیا اور واپس چلی گئیں۔

اور نوک نیزہ پر اپنے بھائی کے سر کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اس قرآن کی تفسیر کر دی اور واپس چلی گئیں۔

یزید ملعون کے دربار میں خطبہ لہجہ علیؑ میں کس شان سے دیا، کتنی بہادری، رُعب

اور جلالت تھی کہ یزید کی حکومت کو تباہ کر ڈالا۔ زبردست انقلاب آ گیا اور واپس چلی گئیں ملکِ شام میں ہر طرح کا عیش و طرب کا سامان تھا لوگ چین سے بسر کر رہے تھے لیکن جب آپ شام میں آئیں اور واقعاتِ کربلا بیان کیے تو عجیب انقلاب آ گیا گویا حکومت یزید میں آگ لگ گئی اور شام کی عیش و عشرت ختم ہو گئی اور شام ویران ہو گیا ہے۔ امیر المومنین علیؑ کی بیٹی ایک شام کے ویرانے میں دفن ہو گئی گویا بیش بہا خزانہ چھپ گیا اور آپ ملک کو ویران کر کے چلی گئیں۔

سیّدہ زینبؑ ایک نشانِ راہ

تحریر:- فضل حق

کربلا کی مثال لیجئے۔ ایک ماہ کا سفر، دس دن کا صحرا میں قیام، یوم عاشورہ پر شہادتیں کئی دنوں پر محیط سہی، واقعہ ایک ہی تھا، ہوا اور تاریخ بن گیا۔ انسان نے اسے تاریخ میں لکھ کر زمینی واقعات کی طویل فہرست میں ڈال دیا۔ آسمان والوں نے یہ بات پسند نہ کی۔ ان کا فیصلہ مختلف تھا۔ ہاتفِ غیب نے پیغام کربلا کو آسمانی آواز بنا کر اسے ابدیت عطا کر دی چنانچہ کرب و بلا آج بھی زمین کے چپے چپے پر جاری ہے۔ زمین والے آسمانی فیصلوں کو نظر انداز کر سکتے ہیں، بدل نہیں سکتے۔ کربلا کی داستان اب بھی لکھی، پڑھی اور سُنی جاتی ہے۔

کربلا کے بعد کا ہر زمانہ اپنی کوئی شخصیت نہیں رکھتا، وہ محض کربلا کا ایک حاشیہ ہے۔ دایاں بایاں صرف لفظوں کا کھیل ہے۔ دشت نینوا کے بڑھتے پھیلتے، سکڑتے، سمٹتے حاشیوں کی حرکت میں "**لاتفسدوفی الارض**" کی آواز ہر لحہ گونجتی ہے۔ اس گونج میں ایک بارعب نسوانی خطاب ساتھ ساتھ سنائی دیتا ہے۔ ایک آواز

جو آسمانی بھی ہے، زمینی بھی عالمِ غیب سے رشتہ رکھتی ہے، عالمِ ظاہر کو تھرتھراتی رہتی ہے، اس آواز میں ہیبت بھی ہے وقار بھی اور زبان پر اختیار بھی۔ یہ آواز اس خطاب کی ہے جو سیّدہ زینبؑ نے کربلا سے کوفے اور دمشق کا سفر کرکے یزید کے دربار میں آمریت کو للکارتے ہوئے کیا تھا۔ سیّدہ زینبؑ کا وہ سفر کب کا ختم ہوگیا، خطاب زینبؑ کا سفر اب بھی جاری ہے۔ کرۂ ارض پر جوں جوں کرب و بلا میں اضافہ ہوتا ہے اس خطاب کے جملے اسی نسبت سے تلخ تر سنائی دیتے ہیں۔ کبھی لبنان کے نخیل زاروں میں، کبھی طرابلس کے بازاروں میں، ہر ملک، ملک ماست کہ ملک خدائے ماست، جب سے آٹھویں ترمیم نے پاکستانی قوم کو حیات جزوی بخشی ہے ہر شہر آوازوں کا گنبد بنا ہوا ہے۔ حریت کی آوازیں، آزادی کی آوازیں، ضمیر آبادی کی آوازیں، دارالحکومت بھی کئی دن سے ان آوازوں کی لپیٹ میں ہے۔ ہم نے یہاں کئی آوازیں سنی ہیں جو سچ مچ شنیدنی تھیں۔

۶۔ یکم شعبان ۱۴۰۶ ہجری سے ۳۰ رجب المرجب ۱۴۰۷ ہجری تک پوری دنیائے اسلام میں زینب سلام اللہ علیہا کا سال منانے کی اپیل۔ سبز روشنائی میں ایک خوش رقم اشتہار کا عنوان۔

اشتہار کو مزید جو پڑھا تو معلوم ہوا کہ ۱۱ راپریل ۱۹۸۶ء جناب سیّدہ زینبؑ عالی مقام کا یوم ولادت تھا۔ اسی نسبت سے لوگوں نے یہ سال منانے کی ٹھانی ہے۔ سیّدہ زینبؑ کی عظمت کی نسبتیں ہزار ہیں تاہم یزیدی دربار میں ان کا خطاب ایک خاص نسبت ہے۔ یہ خطاب ہمارے فکری افق پر ایک لافانی شفق بن کر چھا گیا ہے۔ یہ شفق طلوع و غروب کے تابع نہیں۔ بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ، یہ شفق کرب و بلا کے نصب النہار پر بھی برستی رہتی ہے۔ یہ حرّیت کا ایک لافانی رنگ ہے۔ ایک

مومنہ کا ایک ظالم آمر کے روبرو بے باک خطاب۔ایک تنہا مسلمان عورت کا ایک ایسے آمر کو چیلنج جسے دنیا مجرم گردانتی ہے۔سیدہ زینبؑ ایک خالص نظریے کی تنہا ترجمان خاتون تھیں۔سامع وہ آمر تھا جس نے قتل حسینؑ کے لئے فتوے لے رکھے تھے۔سیدہ زینبؑ کسی مفتی کی احسان مند نہ تھیں۔وہ بات قرآن کے حوالے سے کرتی تھیں۔یہ آج کی بات نہیں ہماری تاریخ میں اکثر اسلام دو قسم کے رہے ہیں۔ایک پادشاہی اسلام،ایک قرآنی اسلام دین بھی مقدر کی بات ہے جس کو قاضی الحاجات سے جو عطا ہوگیا۔معاف کیجئے میری بات دور چلی گئی۔لذیذ بود حکایت،طویل تر گفتم،سیدہ زینبؑ عالی جناب کا خطاب مختصر تھا میری عبارت لمبی ہوگئی۔سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لئے تاہم آیئے آپ کو اس خطاب کا قصہ سنا دوں۔

ماہ صفر ٦١ء کا آخری عشرہ تھا۔دمشق کے سبز مرمر کے محل پر صبح کی کرنیں ناچ رہی تھیں۔''اسلامی''سلطنت اپنے عروج پر تھی۔اس کا نامزد''امیرالمومنین''یزید ابن امیر معاویہ تخت پر جلوہ افروز تھا۔اس کی شوریٰ یعنی اکابرین شام اس کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔گذر گئی شام،کربلا کا لٹا ہوا قافلہ شہر میں اتر چکا تھا آج ان کی پیشی تھی۔قائد کارواں سیدہ زینبؑ بنت فاطمۃ الزہراؑ سلام اللہ علیہا اپنے ساتھیوں سمیت محل کے دروازے پر پہنچیں۔ان کے ہمراہ علی ابن حسینؑ فاطمہ بنت علیؑ اور کربلا سے بچے ہوئے دیگر اہل بیتؑ بھی آئے تھے۔''یزید ملعون''کو اطلاع ہوئی اجازت ملی،کاروان حجاز دربار میں پہنچا۔

سبز مرمر چمک رہا تھا۔انسانوں کے چہرے پیلے پڑ رہے تھے۔وقت جیسے رک سا گیا تھا،چار سو سناٹا زبانوں پر تالے چہروں پر خوف،آنکھوں میں پتھریلا ہراس،

آخر خاموشی ٹوٹی، اہل زمین عالم ہوش میں واپس اترے، عرب میں جنگی قیدی، فاتحین کے حواریوں میں تقسیم کرنے کا پرانا رواج تھا، وہ رواج جسے بدر و حنین کے بعد سیّدہ زینبؑ کے جدامجد رسول عربی علیہ الصلوٰۃ نے اپنی عسکری حکمت عملی سے آہستہ آہستہ خارج کر دیا تھا لیکن یہ دربار دوسری نوعیت کا تھا۔ شہنشاہی دربار۔ رعایا پناہی دربار۔ ایک سرخ رنگ کے شامی نے آغاز کلام کیا۔ فاطمہ بنت علیؑ کی طرف اشارہ کر کے۔ ''یزید ملعون'' سے کہا۔

شامی۔ اے امیر! فاطمہ بنت علی کو (خاکم بدہن) مجھے دے دیجئے۔

سیّدہ زینبؑ: جھک مارا تو نے او بے ہودہ بدکار، نہ تیری یہ مجال نہ یزید کی۔

یزید: (غصے میں) واللہ تم نے غلط کہا مجھے یہ اختیار ہے، میں چاہوں تو کر سکتا ہوں۔

سیّدہ زینبؑ: (پروقار لہجے میں) ہاں تو کر سکتا ہے، اگر تو ہمارے دین سے نکل جائے تو۔

یزید: (غضب ناک ہو کر) تم مجھ سے یہ گفتگو کرتی ہو تمہارے باپ دین سے نکل گئے تھے۔

سیّدہ زینبؑ: (گرجتی آواز میں) میرے باپ بھائی اور میرے جد کے دین سے تو نے، تیرے باپ نے اور تیرے دادا نے ہدایت پائی، دشمنِ خدا تو جھوٹا ہے۔

مکالمہ ماخوذ از تاریخ طبری، حصہ چہارم، صفحہ ۳۰۷

مکالمہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ اکابرین شام ایک ایک کر کے دربار چھوڑتے نظر آئے، یزید آخر میں تنہا رہ گیا اس نے ابن زیاد کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ آخر وہ بھی خاموش ہو گیا دربار میں وہی سناٹا لوٹ آیا جو سیّدہ زینبؑ کی آمد پر طاری ہوا تھا۔ خاموشی، خوف، سناٹا، شاہی دربار، حکم شاہی کے بغیر برخاست ہو گیا اور کیوں نہ ہوتا کسی یزید کا دربار، کسی زینبؑ کی تاب کیسے لا سکتا ہے۔ سیدہ زینبؑ ہماری تاریخ کی

ایک آمریت شکن خطیب ہیں۔خطاب کا سمبل ہیں۔آزادیء سخن کی نقیب ہیں۔چنانچہ تاریخ اور سیاست کے حوالے سے آمریت کوللکارنے والی کوئی مسلمان خاتون اگراس سمبل کو استعمال کرے تو وہ حق بجانب ہے۔تمثیل اور حوالہ خطاب کے طریقے ہیں، شخصیتوں کے پیمانے نہیں۔ہاں اپنی تاریخ سے ناآشنا کوئی سخن وراگراس پراعتراض کرے تواس پر تبصرہ دشوار ہے۔

ہماری حرّیت کی یہ سمبل خاتون (محترمہ بے نظیر) نہ دائیں بازو سے متعلق تھیں، نہ بائیں سے۔قرآنی سیاست میں نہ کوئی دایاں ہے نہ کو بایاں، وہ ایک ایسے زمانے سے خطاب کررہی تھیں جو نہ دایاں تھا نہ بایاں۔اس کی ایک ہی پہچان تھی، آمریت اور بے رخی، زمانہ جب بھی آمریت اور بے رخی پر اترے گا کسی نہ کسی زینبؑ کوجنم دے گا۔تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے۔اس اُمت پر سیدہ زینبؑ کا بہت بڑا احسان ہے لیکن روحِ زینبؑ کواس اُمت سے بہت بڑا شکوہ ہے ایک شدید دل شکن اور پیہم شکوہ، وہ زینبؑ جس کی آواز آسمانی بھی ہے زمینی بھی۔وہ زینبؑ جو تمام بہتر فرقوں سے بالا ہے۔وہ زینبؑ جو ہمارے تاریخی اندھیروں میں روشنی، آزادی، حرّیت اور یکجائی کا نشان ہے، وہ زینبؑ جو بوترابی اور حسینی فلسفوں کی تنہا وارث ہے، اس زینبؑ کو شکوہ ہے بہت سے مسلمانوں سے شکوہ ہے۔ان حکمرانوں سے جو اسلام کے نام پر تاج پہنے پھرتے ہیں۔ان اہل قلم سے جو اسلام اور جمہوریت کے افسانے لکھ کر درباروں اور بازاروں میں چودھری بنتے ہیں۔ان انجمنوں سے جو برسیاں اور سال منا کر یکسر ختم ہو جاتی ہیں، ان اکادمیوں سے جوادب کے نام پر بیت المال سے رزق کماتی ہیں۔زینبؑ ہم سب سے نالاں ہیں، روحِ زینبؑ حیات زینبؑ پر ریسرچ کا مطالبہ کرتی ہے۔اگر یہ کام سائنسی اور

واقعاتی بنیادوں پر ہو جائے تو پھر کوئی کسی خطیب حرّیت کو سیدہ زینبؑ کے ذکر سے منع نہ کر پائے گا۔روحِ زینبؑ کا مطالبہ ہے کہ ہم سیّدہ زینبؑ عالی مرتبت کی ایک بھرپور سوانح عمری مرتب کریں، یہ کام کرنے کا ہے اور جلد کرنے کا، یہ سوانح عمری کون لکھے گا۔ویمن ڈویژن ،ویمن کمیشن، ہسٹارک کمیشن،نظریاتی کونسل،غرض ہزارادارے ہیں اور اگر یہ سب بے بس ہوں تو کیا ہو، نہ ہو مایوس، مایوسی زوال علم وعرفاں ہے، آیئے ہم مل کر ایک انجمن بنائیں ''بزمِ زینبؑ'' بڑے کام ہمیشہ چھوٹے آغازوں سے ہوئے ہیں۔سیدہ زینبؑ اس بٹی ہوئی ،منتشر اور آمریت تلے کراہتی اُمت کے لئے اتحاد، حرّیت اور آزادیء لب کی علامت ہیں۔عالم غیب کی یہ آسمانی آواز ہماری عزت اور آبرو کی امین ہے۔یہ ہماری ملّت کی زمینی آواز ہے۔ہمارے روز مرہ کی جاں پرور آواز ہے۔یہ انقلاب کی متلاشی ہے۔جرس کارواں بننا چاہتی ہے۔ملّت کا فرض ہے کہ وہ اس آواز کا ہم ساز بنے،ذکرِ زینبؑ کے علاوہ،کارِ زینبؑ کا وقت ہے،وقت شناسی نہ کرنے والی قوموں کو وقت معاف نہیں کرتا۔(اخبار جنگ کراچی)

انبیاء اور زینبؑ کبریٰ

علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی (تقریر سے اقتباس)

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

آیت ختم ہوئی صبر پر... جہاں اللہ کی یہ آیت ختم ہوئی زینبؑ کا کام وہاں سے شروع ہوا اللہ اپنے کلام کو صبر پر ختم کرے، زینبؑ اپنا کام صبر سے شروع کریں۔کیا بہت ہلکا جملہ تھا جو آپ کی سمجھ میں نہیں آیا.... جہاں اللہ کے کام کا اختتام ہوتا ہے

وہاں سے زینبؑ کے کام کا آغاز ہوتا ہے۔اب کون بتائے کہ رتبہ زینبؑ کا اختتام کیا ہے؟ کون بتائے؟ اور زینبؑ کا قول کل پڑھ چکا...اتنا صبر کروں گی کہ صبر بھی صبر سے عاجز آجائے گا، کیا یہ جملہ آدمؑ نے کہا، نوحؑ نے کہا، سارے انبیاؑ موجود تھے، کیا یہ جملہ ابراہیمؑ نے کہا، کیا اسمٰعیلؑ نے کہا، نوحؑ نے کہا..؟ زکریاؑ نے کہا؟ ایوبؑ نے کہا؟ یعقوبؑ نے کہا؟ یوسفؑ نے کہا؟ یحیٰؑ نے کہا؟ کیا ختمی مرتبتؐ نے کہا؟ کیا علیؑ نے کہا..؟ کیا حسنؑ نے کہا..؟ حسینؑ سے بڑا صابر تو کوئی نہیں تھا..کیا حسینؑ نے کہا..؟

اتنا صبر..اتنا صبر کہ صبر صبر سے عاجز آجائے گا..سو زینبؑ کے یہ قول کس کا ہے؟ پوری کائنات کا مسئلہ اس وقت ہے بے صبری..! صبر..؟ ایک دوسرے کو برداشت کرنا، مسجدوں میں فائرنگ..، امام بارگاہوں میں قتلِ عام...خون بہانا... ایک پارٹی کا دوسری پارٹی پر حاوی ہو جانا...جلوسوں کا نکلنا، باہر کے ملکوں سے ڈالرز لینا..امیر سے امیر تر بننا..کوئی ایسا بھی دنیا میں مسئلہ ہے جس کا تعلق صبر سے نہیں۔ساری کائنات میں بے صبری بوئی پڑی ہے..کہوں جملہ..کائنات میں بے صبری کے کھیت پر کھیت ہیں...زینبؑ نے بے صبری کے سارے کھیت کاٹے، صبر کا باغ لگایا۔

تو اب جاگیرِ صبر کی مالک کون..؟

یہ منزل ہے وہ کہ جہاں خضرؑ موسیٰؑ سے کہیں..ساتھ نہیں ہو سکتا، صبر نہیں کر سکو گے۔ جہاں موسیٰؑ خضرؑ سے دو قدم پیچھے ہٹ جائیں...، زینبؑ اب موسیٰؑ سے دو قدم آگے نہیں بڑھ رہی ہیں بلکہ خضرؑ سے دو قدم آگے بڑھ گئیں۔

خضرؑ سے آگے بڑھیں... آج کی تقریر ہے" انبیاؑ اور زینبؑ "موضوع پر میں

آ گیا۔" انبیاؑ اور زینبؑ" .. ہوسکتا ہے موضوع آپ کے لئے نیا ہو مظفر علی خاں جانسٹھ کے تھے مظفر علی خاں کوثر مرثیے بھی کہتے تھے۔ دیکھئے سب سے مشہور کتاب جو جنابِ زینبؑ پر عرب، ایران اور عراق میں لکھی گئی... وہ خصائصِ زینبیہ ہے، سب سے مشہور کتاب ہے۔ اور اس کتاب پر آیت اللہ شیرازی کا فتویٰ لگا ہوا ہے کہ اس کتاب کی ہر روایت مستند ہے... اور آیت اللہ کی مہر لگی ہوئی ہے۔ ان کی تائید میں نجف کے تمام علماؑ نے اس کتاب پر مہر لگائی ہے۔ یہ وہ عظیم کتاب ہے، اس کا ترجمہ اردو میں مظفر علی خاں کوثر جانسٹھی ... جن کا مشہور مرثیہ ہے...

مالکِ سلطنتِ کوفہ جو مختار ہوئے

آٹھ مرثیے لکھے ہیں مظفر علی خاں کوثر نے ..اور سب سے مشہور مرثیہ یہ مختار والا ہے، دوسرا مشہور مرثیہ ہے.. "ہمیشہ گلشنِ عالم کا ایک حال نہیں" یہ جناب زینبؑ کے حال کا مرثیہ ہے۔ دوسرا مرثیہ بھی جناب زینبؑ کے حال کا ہے "جلوہ افروز شبستانِ وفا ہے زینبؑ" لیکن اس میں وہ روایت لکھی ہے... عبداللہ ابنِ جعفر کا آنا اور امام حسینؑ کی جنگ کا پوچھنا... سب سے پہلے انہوں نے مرثیہ میں لکھا۔ یہ اتنے امیر اور رئیس تھے... بارہہ کے شجرے میں تھے۔ اس قدر مومن، کوئی پانچ کتابیں انہوں نے لکھیں... اپنے وقت کو ضائع نہیں کیا... سب سے پہلے انہوں نے خصائصِ زینبیہ کی روشنی میں یہ سوال اٹھایا تھا کہ آیا زینبؑ انبیاؑ سے افضل ہیں..؟ اور اس بحث کو آغا مہدی صاحب نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا.. وہ سب تھیسیز میرے سامنے ہیں.. میں چاہتا ہوں بات اس بحث میں کچھ اور آگے بڑھے۔

آج کی مجلس کا موضوع انتخاب کیا۔ "انبیاؑ اور حضرت زینبؑ" ... کیا میں نادانی کروں؟ اسلام کی عورتوں سے زینبؑ کا مقابلہ کروں؟ اور شاخ تو ایک ہی ہے،

خدیجہؑ، فاطمہؑ اور زینبؑ ...تو کیا میں نانی اور ماں سے مقابلہ کروں..؟ زینبؑ کا موازنہ کہاں ہونا چاہیے؟ تاریخِ انبیاءؑ میں ہونا چاہیے..! تو آپ شائد ابھی جب میں منبر سے اتروں تو آپ کہیں کہ آپ نے یہ کیوں کیا...انبیاءؑ کے گھر کی عورتوں سے موازنہ کر دیتے...! ہاں، موضوع یہ بھی اچھا ہے اور پہلی تقریر میں میں نے روشنی بھی ڈالی تھی اور آنے والی تقریروں میں جو میں بدھ سے چہاردہ معصومینؑ میں کروں گا، اسلامی عورتوں اور قرآنی عورتوں کو تمہید میں لاؤں گا...موضوع بنے گا لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ انبیاءؑ کے گھر کی عورتوں سے زینبؑ کا موازنہ کر کے تقریر ختم کر دیتے تو ایک جملہ کہہ کر آگے بڑھ جاؤں..میں بھی کیوں الجھوں؟ جب انبیاءؑ کے گھر کی عورتوں کے مقابل فضہؑ آ کر کھڑی ہو گئیں تو اب زینبؑ تو فاطمہؑ کی بیٹی ہیں جو انبیاء سے افضل ہیں۔

کیا معرفت سے آپ تقریر سن رہے ہیں..! اب انبیاءؑ ہی بچے ہیں..اور چونکہ ولیہ ہیں ، امینۃ اللہ ہیں، عجیب عجیب خطاب ہیں بی بی کے جو علمائے کرام نے معصومینؑ سے سن کر لکھے ہیں۔ امینۃ اللہ..! اللہ کی امانت کا بار اٹھانے والی۔ یہ کسی کا خطاب نہیں ہے..اولین و آخرین میں کسی عورت کا خطاب نہیں ہے۔ بارِ الٰہی کی امانت کا وزن اٹھانے والی زینبؑ..کیوں ہے یہ خطاب؟

آیت قرآن میں ہے..ہم نے ازل سے روزِ الست اپنی امانت کو اپنی مخلوقات پہ پیش کیا۔ گھبرا گھبرا کے پہاڑ لرز گئے، ہم اس کا بار نہیں اُٹھا سکتے، زمین لرز گئی..ہم اس کا بار نہیں لے سکتے..قرآن میں آیت ہے، تفسیر آپ گھر جا کر پڑھیے گا۔ وقت نہیں کہ میں تفصیل میں جاؤں یہ چیزیں پڑھ چکا ہوں پہلے بھی۔

اور پھر جن یہ کہہ کر ہٹ گئے، ہم اس امانت کو نہیں اٹھا سکتے..ملائکہ پیچھے ہٹ

گئے ہم تیری امانت کا بار نہیں اٹھا سکتے۔ اور پھر انبیاً بھی پیچھے ہٹ گئے کہ ہم تیری امانت کا بار نہیں اٹھا سکتے.. زینبؑ آگے بڑھیں اور بارِ الٰہی کی امانت کو اٹھانے کا وعدہ کیا۔ بتاؤ. کام پورا کیا یا نہیں؟ اس لئے امینہ اللہ ہو گئیں۔ اللہ کی امانت کا بار اٹھایا۔

ولیہ جب ولی کی بیٹی، ماں بھی ولی، باپ بھی ولی، بھائی بھی ولی، نانا بھی ولی اور جو سرپرستِ اولیٰ ہے وہ بھی ولی... اللہ تمہارا ولی، نبیؐ تمہارا ولی اور وہ ولی جو رکوع میں زکوٰۃ دیتا ہے، وہی ولایت کا ہی تو شجرہ ہے نا زینبؑ کا.. ولایت کا شجرہ ہے۔ اب ولی کے معنی جو چاہیں مسلمان کہتے رہیں۔ یہ مسلمانوں کی لغت پہ چھوڑا۔ جنگ اخبار میں پرسوں تھا ولی کے معنی چچا زاد بھائی۔ گنج شکر ولی، داتا گنج بخش ولی، شہباز قلندر ولی، بوعلی ولی... سب ولی ہیں نا.. تقریباً آٹھ دس ہزار ولی ہیں برصغیر میں چپہ چپہ پر... یہ سب آپ لوگوں کے چچا زاد بھائی ہیں؟

یعنی کوئی اور رشتہ ہی نہیں ملا.. چچا زاد بھائی.. نانا بابا کچھ نہیں۔ یہ عجیب ولی کے معنی لکھے ہیں، یہ کہاں سے آ گیا؟ اس کے معنی کوئی ولی کسی ولی کا چچا زاد بھائی ہے۔ اور ایک ہی ہے علیؑ ولی ہیں۔ اب ولی کی منزل کیا ہے؟ شائد آپ کہیں کہ ولی کا موازنہ نبیؐ سے نہیں ہو سکتا تو پوچھوں سورۃ کہف سے.. کیا خضرؑ نبی تھے، موسیٰؑ تو نبی تھے.. لیکن کوئی مفسر ثابت کر دے کہ خضرؑ نبی تھے.. سب نے کہا ولی تھے۔ تو نبی ولی سے سیکھنے کیوں گیا؟ اس کے معنی ولی افضل ہے نبی سے..!

گھبرا نہ جایا کریں، آیت میں ہے اللہ ولی، نبی ولی، رکوع میں جس نے زکوٰۃ دی وہ ولی.. تو اگر نبی افضل ہوتا تو آیت میں کیا آتا؟ اللہ نبی... نبی نبی... اور جو رکوع میں زکوٰۃ دے وہ نبی.. یہ الٹ گیا معاملہ، اللہ ولی، نبی ولی، ولی ولی، یعنی اتنا بڑا عہدہ ہے کہ صرف نبی کو نہیں ملا، پہلے اللہ اپنے کو ولی بنائے، تو اب اللہ سے

افضل کون ہے؟ اللہ نبی سے افضل ہے کہ نہیں، اللہ ولی۔ ولایت افضل ہے اس لئے کہ اللہ ولی ہے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ ہم علیؑ کو مولا کہتے ہیں لیکن اکہتر، بہتر فرقے اللہ کو مولا کہتے ہیں، ہم علیؑ کو مولا کہتے ہیں۔ تمام مسلمان اللہ کو مولا کہتے ہیں۔ مولا کے معنی ولی ہیں۔ ایک ہی لفظ ہے، ولی، مولا سب ایک ہی لفظ ہیں۔ ولی کے معنیٰ مولا، مولا کے معنی اولیٰ، یوں کہہ دوں ولی کے معنی اللہ، اللہ سے اولیٰ کون ہے؟ وہی تو مولا ہے، اب وہ جسے چاہے مولا بنا دے۔

چاہے نبی کو مولا بنائے یا ولی کو مولا بنائے، مولا نے مولا کو مولا بنایا..! نیابت تو دینی تھی نا..! جب آدمؑ کو بنا کر بھیجا، پھر نیابت تو چلتی رہے گی۔ اس ارض پر کوئی تو ہو جو ہمارے کام کرے۔ کیا تجھے کام کرنا نہیں آتا.. پوری کائنات تو چلا رہا ہے، یہ چھوٹی سے ارض.. چھوٹی سے دنیا تجھ سے نہیں چل رہی تھی... یہ دنیا کا گولا تجھ سے نہیں چل رہا تھا.. آدمؑ کو بھیجا، نوحؑ کو بھیجا، ابراہیمؑ کو بھیجا، موسیٰؑ کو بھیجا، عیسیٰؑ کو بھیجا، نبیؐ کو بھیجا... یہ جائیں، وہ جائیں، یہ کرو، وہ کرو.. فرعون کو مارو.. نمرود کو زیر کرو.. ابوجہل سے یہ کہو، کافروں سے یہ کہو، مشرکوں سے یہ کہو، اتنی جنگیں...! تیرے بس میں کچھ نہیں تھا، پوری دنیا کا نظام چلا رہا ہے لیکن یہاں کے لئے نمائندہ آئے...!

جب نمائندہ آئے تو وہ سارے کام کرے گا یا نہیں... جو وہ چاہتا ہے۔ اتنی سی بات لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی، آپ تو اللہ کے حقوق محمدؐ کو دے دیتے ہیں، آپ علیؑ کو خدا بنا دیتے ہیں، ہم خدا بنا دیتے ہیں؟ بنانے والا وہاں بیٹھا ہے اس سے کوئی کچھ نہیں کہتا..!

انی جاعلٌ فی الارضِ خلیفة

ہم بنا رہے ہیں..! بنایا اس نے الزام شیعوں پر ہے کیا ہم خدا ہیں۔ہم خدا ہیں..! عجیب بات ہے۔اور زمین کے لئے بنایا ہے، جنّت کے لئے نہیں، آنا ہے وہاں سے ہو کر۔ہمیں ہجرت کے سفر پسند ہیں، یہ نہیں کہ ڈائریکٹ زمین پر بنا رہے ہیں، بنایا وہاں، بھیجا یہاں۔ وہ عالمِ قدس میں کچھ دن کیوں رکھا؟ کہا ٹریننگ ہو جائے تھوڑی سی...ٹریننگ ہو گئی، تو تو ٹریننگ کر رہا تھا.. ظاہر ہے اچھی ٹریننگ ہو گی، دنیا والے کہنے لگے آدمؑ سے گناہ ہو گیا، کہا ہاں اندھی آنکھوں کو کیا نظر آئے گا۔ یہ کیا جانیں ترکِ اولیٰ کیا ہے؟ ان کو کیا پتہ کہ اعلیٰ چیز کو ترک کرنا کیا ہے؟ نہیں سمجھے..؟ اولیٰ کا لفظ نہیں سمجھے آپ..؟ ترکِ اولیٰ..؟ آدمؑ نے ترکِ اولیٰ کیا، جھگڑا یہاں سے شروع ہوا..یعنی اولیٰ چیز کو چھوڑا...اولیٰ یعنی مولا۔

مولا یعنی ولی.. اتنی سی بات ہے، یعنی صرف دنیا کو یہ بتانا ہے کہ اولیٰ کو نہیں چھوڑنا... جو اولیٰ کو چھوڑے گا وہ چاہے آدمؑ ہی کیوں نہ ہوں.. ہمارا نبی ہی کیوں نہ ہو...! یہی تو جھگڑا تھا، پہلے نے ترکِ اولیٰ کیا، اب جایئے سجدے کیجیے، نمازیں پڑھیے۔آپ نے اولیٰ کو چھوڑ دیا، اور آخری نبیؐ نکلا چلا جا رہا تھا راستے سے، کہا کرو اعلان..اگر نہیں کیا تو گئی رسالتؐ..تو آخری کو بھی اولیٰ ماننا پڑا۔اولیٰ کے بغیر نبوت چلی جاتی ہے۔اب سمجھے ولایت کیا ہے؟

کیا کہا گیا نبیؐ سے...آپ کے بابا نے ترکِ اولیٰ کیا تھا، آپ ترکِ اولیٰ نہ کیجیے، آپ کہئے.. **من کنت مولا** ..! آپ اولیٰ کو اولیٰ کیجیے..یہ کام آپ کے ہاتھ سے کرانا تھا۔کہاں سمجھی دنیا ولایتِ علیؑ کو..اگر ولایتِ علیؑ سمجھ جاتی دنیا تو پھر سمجھ جاتی کہ جو علیؑ کی گود میں پل جائے، وہ ولی ہی ہوتا ہے۔اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں۔اگر علیؑ دیوار کو اشارہ کر دیں، تجھے ولایت دے دی...ولی نے کہا نہیں تھا ذرا

سے خوشبو مل جائے..تو بوعلی ہوگا۔

آج ولی بنتا ہی ہے علیؑ کہہ کر..کائنات میں کوئی ایسا ولی دکھا دو جو علیؑ کو ولی کہے بغیر ولی بن گیا ہو..ولایتیں چھن جاتی ہیں۔شیعہ سنی کی بحث نہیں ہے، ولایتیں چھن جاتی ہیں، سب کی ولایتیں ختم ہو جائیں گی اگر علیؑ کو چھوڑ دیا، ولایت تو ان کے گھر سے چلتی ہے۔گلی کوچوں کے غیر سادات بھی ولی بن گئے۔اور زینبؑ اس گود میں پلیں تو ولی نہ ہوں؟ عباس اس گود میں پلیں تو ولی نہ ہوں؟

کربلا میں ولایت کا باغ سجا ہوا تھا، کتنے اولیا بتاؤں کربلا میں..؟ تمام بیبیاں ولی تھیں...زینبؑ سب کی سردار تھیں۔اس لئے آج میں زینبؑ کو نبوت کے آئینے میں دیکھ رہا ہوں۔بات خضرؑ پر چھوڑی تھی، آئے گی تمام انبیاؑ پر، لیکن چونکہ خضرؑ سے شروع ہوئی تھی پھر وہیں سے شروع کرتا ہوں۔کیا خصوصیت ہے خضرؑ کی؟

ہاں..! بڑی خصوصیت ہے، جا رہے تھے دیوار گرتی جاتی تھی، ٹھہر کر دیوار بنا دی۔موسیٰ نے پوچھا یہ کیا؟ کہا ایک یتیم کا خزانہ اس میں چھپا ہے۔ایک یتیم کی سرپرستی کی خضرؑ نے..وہ تھا علم۔خضرؑ کی سرپرستی کرنا علمِ ولایت۔ایک نادیدہ یتیم کی سرپرستی کی تو خضرؑ ولی کہلائے۔زینبؑ نے کربلا کے سارے یتیموں کی سرپرستی مدینہ واپسی تک کی، ولی ہیں؟

آپ کہیں گے نہیں..خضرؑ سے افضل تو نہیں ہوسکتیں۔جملہ ضائع نہ کیجئے گا جو کہنے جا رہا ہوں..خضرؑ نے تو آبِ حیات پیا اس لئے افضل ...خضرؑ زندہ ہیں۔خضر نے اپنی ذات میں آبِ حیات پیا اور اپنے آپ کو جِلا لیا..زینبؑ نے اپنی آنکھ سے آبِ حیات بہا کر اسلام کو زندگی دے دی قیامت تک کے لئے۔کون سا آبِ حیات افضل ہے؟

ہاں خضر نے کہا! وہ ایک بچہ کھیل رہا تھا.. مَیں نے اسے قتل کر دیا، موسیٰ نے پوچھا کیوں؟ کہا بڑے ہو کر کافر نکلنے والا تھا۔ ماں باپ کو تکلیف پہنچاتا.. مَیں نے اسے قتل کر دیا۔ یہ علم ہے تکوینی یہی ہے ہدایت؟ اسی پر خضرؑ کو ولایت ملی؟ اور اب تک زندہ ہیں۔ ایک بچہ کو مار دیا کہ بڑا ہو کر کافر نکلنے والا تھا۔ زینبؑ اگر چاہتیں تو شام کے دربار میں کھڑے ہو کر نسلِ یزید کو کوستیں تو ایک بھی بیٹا یزید کا باقی نہ رہتا.. سب پر موت طاری ہو جاتی۔ بد دعا نہیں کی اس لئے کہ یزید کے بیٹے کو نکل کر دربار میں آ کر کہنا تھا... میرے باپ پر لعنت.. دادا پر لعنت۔

ولایت کا اختیار بتاؤں..؟ زینبؑ ولی ہیں... ولی کا اختیار سب معلوم ہے آپ کو، ایسا مجمع نہیں ہے کہ کچھ نہیں معلوم.. یہ سب جانتا ہے تب بیٹھا ہے۔ آپ ولایت کا اختیار جانتے ہیں، زینبؑ ولی ہیں، ولی وہی ولی ہے جو اختیار رکھتا ہو اور استعمال نہ کرے۔ شعلے اٹھے خیمہ سے... مصائب نہیں پڑھ رہا جب خیموں سے شعلے اُٹھنے لگے زینبؑ نے دیکھا آواز آئی۔ کیا کائنات کو آگ بنا دوں؟ یا آگ کو بجھا دوں..؟ کون ہے تو..؟ مَیں ملکِ محمود ہوں، ہواؤں پر معمور ہوں۔ چاہوں تو اس آگ کو اڑا لے جاؤں، چاہوں تو اس ہی آگ میں پورے لشکرِ یزید کو مبتلا کروں۔ کہا کس نے بھیجا ہے تجھے؟ کہا حکمِ الٰہی سے آیا ہوں۔

یہ کہلوا لیا تب جواب دیا، ورنہ کوئی اور جواب دیتیں۔ پہلے پوچھ لیا..اپنی مرضی سے تو نہیں آیا؟ اس نے کہا رب کی مرضی سے آیا ہوں.. کہا تو میرے رب سے بعد تحفۂ درود زینبؑ کا سلام کہو..اور کہہ دو بھائی میرا منزلِ تسلیم و رضا میں تھا، زینبؑ بھی اُسی منزلِ تسلیم و رضا پر ہے۔ تو امتحان لے رہا ہے، زینبؑ امتحان دے رہی ہے۔ یہی حسینؑ نے کہا تھا۔ مَلک ادب سے سلام کر کے، ولایت کی چوکھٹ کو چومتا ہوا،

الٹے قدم پیچھے ہوا۔

میں ابھی اختیار ولایت بتا رہا ہوں.. باب الساعت کی منزل آئی شہزادی زینبؑ نے کہا ہم اس دروازہ سے نہیں جائیں گے.. بہت مجمع ہے.. ہم ادھر سے نہیں جائیں گے۔ شمر نے کہا تمہیں جانا پڑے گا... کہا تیری مجال..؟

تازیانہ لے کر آگے بڑھا، زینبؑ کو جلال آیا.. زمین کی طرف اشارہ کیا، کہا کھا جا اس کو.. کھا جا اس کو... شمر زمین میں دھنسنا شروع ہوا، کمر تک دھنس گیا سرِ حسینؑ سے آواز آئی..! بہن آزاد کر دو.. زمین سے اسے آزاد کر دو۔ ہم جانتے ہیں تم بوترابؑ کی بیٹی ہو۔ تمہارا اختیار ہے اس زمین پر۔ اب سمجھے.. انی جاعلٌ فی الارضِ خلیفہ کے معنی.. خلیفہ زمین پر بنا ہے، ولی زمین پر آیا ہے، زمین پر پورا اختیار ولی رکھتا ہے۔ چاہے تو زمین کو سخت کرے، چاہے تو زمین کو شیر بنا دے۔ اختیار رکھتی ہیں ولایت کا۔

اختیار نوحؑ بھی رکھتے تھے، پتھر کھائے، برا بھلا کہا گیا، گالیاں کھائیں.. عاجز آ گئے نا.. تباہ کر دیا سب کچھ۔ گویا...! قوم کی ملامت کو نبی جو کہ مرد ہے وہ بھی برداشت نہ کر سکا اور کہا عذاب لا... کربلا سے شام تک جو ملامتیں، جو پتھر، جو تازیانے، جو نیزے کی انیاں زینبؑ کے لئے تھیں نوحؑ کے لئے نہیں تھیں۔ چاہتیں تو کہتیں عذاب لا.. اور عذاب آ جاتا... نوحؑ سے افضل ہیں زینبؑ ...نوحؑ نے عذاب مانگا تب سفینہ لے کر چلے۔ زینبؑ نے عذاب نہیں مانگا پھر بھی سفینہ لے کر چلیں۔ نوحؑ کا سفینہ رکا تو اولادِ نوحؑ زمین کی بانی کہلائی۔ سب مٹ گئے۔ سب مر گئے اور اس کے بعد نسلِ نوحؑ چلی۔ زینبؑ سفینہ خشکی میں لے کر چلیں اور واپس ساحلِ مدینہ تک پہنچا دیا۔ اور پہنچا کر کہا.. یہ لائی ہوں، نوحؑ ثانی کو.. نسل اب چلے

گی۔نوحؑ کا سفینہ نہ بچتا تو نسلِ انسانی نہ بچتی۔۔سفینہ ولایت نہ بچتا تو سادات کا سلسلہ نہ بچتا۔طوفانوں سے بچا کر لے آئیں، یہ نوحؑ ہیں۔۔یہ زینبؑ ہیں۔

کیا بنا رہے ہو ابراہیم؟ ایک گھر بنا رہے ہیں۔کیا ہو گا اس گھر کا؟ سب اس کا طواف کریں گے۔ سب اس کی طرف سجدہ کریں گے۔ رہے گا یہ گھر۔؟ ہاں! قیامت تک رہے گا۔گھر کا رہنا دلیل ہے نیتِ ابراہیمؑ کی۔۔۔اچھا۔! حضرتِ ابراہیمؑ یہ بتا دیجئے کہ یہ گھر آپ بنا رہے ہیں، کتنی بار توڑا جائے گا، جو بادشاہ آئے گا اسے توڑ دے گا؟ جو ظالم آئے گا اسے توڑ دے گا پھر سے بنے گا؟ کہا نہیں اسے توڑ نہیں سکے گا۔کہا آپ کو کیسے پتہ؟ ہم نے ضمانت لی ہے اللہ سے۔ہم نے گھر بنایا ہے کوئی توڑے نہ۔۔۔لیکن حضرت ابراہیمؑ اگر یہ ٹوٹ گیا تو کیا پھر بن سکے گا؟ تو یہی تو دلیل ہے کہ اس لئے نہیں توڑا جائے گا کہ اگر ٹوٹ جاتا اور ظالم اسے توڑ کر قبضہ کر لیتا تو پھر نہ بنتا۔

اس لئے قدغن لگا دی۔ٹوٹے ہی نہ تا کہ یہ نوبت نہ آئے کہ کبھی بنے ہی نہ۔۔تو نے چار دیواروں کی ضمانت لی ہے نا ابراہیمؑ کے ساتھ مل کر۔! ابراہیمؑ بنا لیا گھر۔؟ محافظ چاروں طرف ہیں اور محافظوں کو دولت مند بھی بنا دیا۔۔۔تیل دے کر۔تا کہ وہ دولت پا کر اس گھر کی قدر کریں۔

زینبؑ تم کیا بنا رہی ہو چہلم کے دن آکر۔؟ کہا قبرِ حسینؑ بنا رہی ہوں۔کہا قبر توڑی جائے گی۔۔کہا جتنی بار توڑی جائے گی اتنی ہی بار بنے گی۔کربلا بنا رہی ہوں۔کربلا تو بار بار توڑی جائے گی۔ حجاج بن یوسفؑ توڑے گا، متوکل توڑے گا۔۔۔منصور توڑے گا۔۔۔معتز توڑے گا، جو بادشاہ آئے گا توڑے گا۔۔۔ڈھا دے گا۔۔ ڈھانے دو۔۔ پھر عمارت بلند ہو جائے گی۔تو یہاں گارنٹی کیوں نہ لے لی اللہ

سے...کہ جیسے ابراہیمؑ کے بنائے ہوئے گھر کی قیامت تک ہم حفاظت کریں گے زینبؑ تمہارے بنائے ہوئے گھر کی حفاظت ہم کریں گے۔ کیوں نہیں کہا اللہ نے زینبؑ سے؟ کچھ کہا ہی نہیں زینبؑ نے اللہ سے.. ابراہیمؑ نے کہا تھا تب اللہ نے ضمانت لی تھی نا..!

زینبؑ نے کیوں نہ کہا..؟ اس لئے کہ زینبؑ اپنے کام میں تنہا تھیں۔ زینبؑ کو اطمینان کیوں ہے کہ کربلا رہے گی، روضۂ حسینؑ، قبرِ حسینؑ قیامت تک رہے گی، یہ اطمینان کیوں ہے؟ بتاؤں..؟ ابراہیمؑ کعبہ بنایا تم نے، بن گیا کعبہ، بنا لیا کعبہ..لیکن دنیا کے انسانوں کے دل میں کعبہ نہ بنا سکے۔ زینبؑ کو اطمینان یہ ہے کہ ہر انسان کے دل میں مَیں نے قبرِ حسینؑ بنا دی... جہاں انسانیت ہے..نرم دلی ہے، اس کے دل میں قبرِ حسینؑ ہے۔ نرمی آتی ہی حسینؑ کی وجہ سے ہے۔ یہ زینبؑ ہے، اس کو مٹاؤ گے یہ دل کی کربلا کیسے مٹاؤ گے۔ زینبؑ نے دل کی کربلا تعمیر کی۔ یہ بانیٔ عزا ہیں۔

ہاجرہؑ بچہ کے لئے دوڑ رہی ہیں، نبوت کا حصہ ہیں ہاجرہ، حج کا حصہ ہیں ہاجرہؑ.. بس صفا اور مروہ کے درمیان سب کو دوڑنا پڑے گا۔ عورت کی تاسّی کیوں کریں.. کیوں کریں؟ ابراہیمؑ کی تاسّی کریں گے طواف کر لیں گے، صفا اور مروہ کے درمیان نہیں دوڑیں گے۔ دوڑنا پڑے گا...! ماں ہے ماں..ہر انسان ماں سے ہے، اس لئے اس ماں نے جو قربانی دی ہے...اس پہ عمل کرو۔ بڑی قربانی ہے۔

کیا بڑی قربانی ہے؟ ہاجرہؑ کی قربانی کیا ہے مجھے بتاؤ نا..؟ ہاں بڑی قربانی ہے، اسماعیلؑ کو سجایا، کپڑے بدلوائے، آنکھ میں سرمہ لگایا، کنگھی کی، زلفیں سلجھا دیں، ابراہیمؑ سے کہا لے جایئے... یہی کام کیا نا...! اور پھر کیا ہوا..؟ آنکھ پر پٹی باندھی چھری رکھ دی... دنبہ آگیا، اسمٰعیل آگئے، کپڑے بدلوائے ہاجرہ نے تو.. کرتے کا

بٹن لگانے لگیں... تکمہ لگانے لگیں.. گلے پر دیکھا ایک نشان..؟

کہا میرے والی ، وارث یہ نشان کیسا ہے؟ کہا حکمِ الٰہی تھا.. چھری رکھی تھی۔ کہا پھر کیا ہوا؟ کہا چھری چلائی بھی... بس ایک جملہ دُھراتی رہیں پندرہ دن..''والی یہ بتایئے اگر چھری چل جاتی تو کیا ہوتا؟'' یہ کہتے کہتے پندرھویں دن ختم ہو گئیں اور وہیں کعبہ میں دفن ہو گئیں حطیم میں۔ یہ ہی تو کام ہے نا ہاجرہ کا..تو کام یہاں تک ہے آج...!

کپڑے بدلوائے زینبؑ کا کام آگے بڑھا.. کنگھی کی، عمامہ باندھا، کمر کسی.. زینبؑ کے دلارے ہیں یہ زینبؑ کے دلارے ..گیسو اسی بی بی کے سنوارے ہیں.. زینبؑ کے دلارے ہیں، زینبؑ کے دلارے ہیں۔ پھر کیا ہوا..؟ کام ختم ہو گیا؟ نہیں..! ابراہیمؑ آنکھ پر پٹی باندھی تھی آپ نے؟ ہاجرہ بی بی آپ خبر سن کر چھری کی وفات پا گئیں...؟ آیئے نا اس ولی کو تو دیکھئے..!

زینبؑ نے عونؑ ومحمدؑ دونوں کو سجایا.. سجا کر لے کر آئیں۔ ہاتھ پکڑے، طواف کیا۔ ایک بار حسینؑ کے گرد پھریں۔ نہیں سمجھے آپ..کعبہ کے گرد سات بار پھرا جاتا ہے۔ زینبؑ کربلا میں کعبہ اُٹھا لائیں۔ آج حسینؑ کعبہ ہیں..!

خالی عمارت ہے وہ...دین تو یہ ہے...! تم تو چار دیواری کے گرد صدقے ہو رہے ہو۔ خالی عمارت ہے، مکین یہ ہے۔ حسینؑ کے گرد صدقے ہو۔ یہ زینبؑ نے کام کیا۔ بچوں کو سات بار طواف کرایا۔ کہا صدقہ جاتا ہے۔ جملے کہے..اذن ہوتا.. اگر جہاد ساقط نہ ہوتا عورت پر، بھیا میں آج نصرت کرتی...عونؑ ومحمدؑ جائیں گے۔ پھر کیا ہوا کیا واپس خیمہ میں آ گئیں؟

درِ خیمہ سے لڑائی دیکھی اور صرف لڑائی نہیں دیکھی۔ اور صرف لڑائی نہیں دیکھی،

جاتے وقت کہا..! کچھ خبر ہے؟ علیؑ کے نواسے ہو، جعفرِ طیار کے پوتے ہو۔ لڑائی مَیں دیکھ رہی ہوں۔ اور بتا چکی ہوں خندق وخیبر میں اور موتہ میں تمہارے دادا اور نانا کیسے لڑے۔ لڑائی مَیں دیکھ رہی ہوں۔

گرتے دیکھا. شہید ہوتے دیکھا..لاشوں کو آتے دیکھا..! ہاجرہ پندرہ دن کے بعد وفات پا گئیں چھری کا نشان دیکھ کر... لاشیں آئیں، سب سمجھ رہے تھے زینبؑ روئیں گی۔ میر انیس کہتے ہیں:-

یہ سنتے ہی قبلہ کی طرف جھک گئیں زینبؑ
سجدے سے اُٹھیں جب تو کہا شکر ہے یارب
طالب تھی میں جس کی وہ بر آیا میرا مطلب
سب مٹ گئے دھڑکے کوئی تشویش نہیں اب
لٹنے سے محمدؐ کی کمائی کو بچا لے
سب قتل ہوں پر تو میرے بھائی کو بچالے

زینبؑ سجدے میں گریں.. پروردگار میری قربانیوں کو قبول کر لیا.. کیوں کیا بی بی نے سجدہ؟ کیوں کیا سجدہ؟ منزل کڑی تھی۔ زینبؑ کو معلوم تھا، ایسی قربانیوں کے وقت دنبہ آجاتا ہے..! اس لئے سجدہ کیا. قربانی قبول کر لی..! بارگاہِ الٰہی میں اولیا کی جب قربانی قبول ہو جاتی ہے تو شکرانے کے سجدے ہوتے ہیں۔ یہ ہے ولایت..!

زینبؑ کی قربانی قبول ہو گئی، میں تیرا شکر ادا کرتی ہوں..سجدۂ شکرانہ.. ماں ہے ماں۔ موسیٰ چالیس دن روتے رہے کوہِ طور پر؟ بس چالیس دن..! موسیٰ اللہ نے حکم دیا تھا تمہیں۔ جاؤ فرعون بڑا سرکش ہو گیا ہے اس کی سرکشی کو ختم کرو، ہمارا پیغام پہنچا دو۔ پروردگار ہم اکیلے نہیں جائیں گے۔ کسی کو ساتھ کر دے۔ وزیر چاہیے۔

موسیٰ تمہاری تو ہیبت مشہور ہے، بہادر ہو۔ عصا بھی ہاتھ میں ہے۔ اختیار بھی ہے نبوت کا.. پھر بھی ہارون چاہئے... قرآن ہے یہ. توریت ہے یہ... انجیل ہے یہ... کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ قرآن ہے یہ.. ساتھ کر دے کسی کو۔ اچھا جاؤ ہارون کو لے جاؤ اور پھر بھی یہ عصا مددگار رہے گا۔ یہ بن جائے گا اژدہا اگر ہو گیا حملہ.. موسیٰ کو سرکش کا سر نیچے کرنے کے لئے مددگار چاہئے.. اکیلے نہ جا سکے دربار میں موسیٰ۔ مرد ہو کر نہ جا سکے۔

آج باب الساعت پر داخلہ ہونے والا ہے.. سرکش کا سر نیچا کرنے وہ آرہی ہیں زینبؑ جیسی ولی، یہ نہیں کہا زینبؑ نے اللہ سے، کوئی وزیر دے دے، کوئی طاقت ور دے دے۔ بھتیجا ساتھ ہے، امام ہے۔ یہ نہیں کہا سیّد سجادؑ موجود ہو، امام ہو..اور دیکھو تو کیا ہو رہا ہے؟ نہیں..! مَیں تمہیں بچا رہی ہوں، مَیں تمہاری محافظ ہوں۔ اس لئے کہ بھائی نے مجھے محافظ بنایا ہے تمہارا۔ ولایت محافظ ہے امامت کی۔

اپنا کام اپنی جگہ، ذاتی مصیبت کی سپر خود بنی ہوئی، وہ بھی آج خطرے میں ہے نبوت بھی آج خطرے میں ہے، دین بھی خطرے میں ہے...قرآن بھی خطرے میں..اور آج کے بعد بھنور سے نکلنا مشکل ہے۔ کیا زینبؑ نے کوئی تیاری کی تھی؟

نہیں کوئی تیاری نہیں کی.. جو بھی ادھر سے کہا جائے گا جواب ہے، ہر چیز کا جواب ہے۔ وہ کام کیا جو موسیٰ فرعون کے دربار میں کامل نہ کر سکے۔ کام ادھورا چھوڑ کر بنی اسرائیل کو لے کر نکلے۔ فرعون نے پیچھا کیا۔ تمام آلِ فرعون کے ساتھ بنی اسرائیل کا پیچھا کیا۔

اب موسیٰ گھبرائے کہ ہم تو بچ کر چلے ہیں اور یہ پھر پیچھے آ گیا، تعاقب میں آ گیا، پروردگار اس کو غرق کر دے۔ وہ دریا کے بیچ آیا اور سب ڈوب گئے۔ تب جا

کر موسیٰ نے سانس لی۔ جب فرعونیت ہی ختم ہو گئی تو موسیٰ کا کام ہی ختم ہو گیا۔ زینبؑ نے کہا مَیں مدینہ تک جاؤں گی لیکن مَیں یہ نہیں چاہتی کہ یزید اور یزیدیت غرق ہو جائے تا کہ قیامت تک ذلیل ہوتا رہے۔

فاتح جاؤں گی، تیرے دربار سے فاتح بن کر جاؤں گی۔۔ لیکن تجھے غرق کر کے نہیں جاؤں گی۔ اس لئے کہ شام میں چھپا، دمشق میں بیٹھا ہے اپنے محل میں، لوگوں نے تیرا چہرہ کہاں دیکھا؟ مَیں چاہتی ہوں جو سیاہی تیرے چہرے پر شیطان مل چکا اور سقیفہ والے جو مل گئے وہ دنیا دیکھے۔ اس لئے زندہ چھوڑ گئیں۔

موسیٰ کتنی منت سماجت تم نے کی کہ فرعون کو غرق کر دے، تمہارے کہنے سے غرق کر دیا۔ کوئی ضروری ہے کہ اللہ تمہاری مرضی پر چل رہا ہے؟ تم نے غرق کرنا چاہا تھا، نیل ندی نے لاش دریا کے کنارے لا کر پھینک دی۔ مصر والے لے گئے۔ اہرام مصر میں رکھ دیا۔ اب تک رکھی ہے لوگ جا رہے ہیں دیکھ رہے ہیں، جا رہے ہیں دیکھ رہے ہیں۔ واہ رے زینبؑ ...! زندہ تو رکھا یزید کو مگر قبر نہ رہ پائی۔ میوزیم کے لائق بھی نہ رہا۔

مَیں آپ کو داد دیتا ہوں، جناب زینبؑ پر تقریر کوئی نہیں کرتا اور نہ کوئی کر سکتا ہے، اس لئے کہ اس کو اس طرح سننا۔۔ ولایت کی منزل پر یہ آپ کا کام ہے۔ خوب امانتوں کو اپنے کاندھوں پر آپ اٹھا لیتے ہیں، بڑے ذمہ دار لوگ ہیں آپ۔ کیا حُسن ہے آپ کے دماغوں میں، جہاں یہ چیزیں محفوظ ہو رہی ہیں، وہاں ہوا میں تیرتی ہیں، لفظ دور دور سے نکل جاتے ہیں۔ جہاں دماغ ہی نہ ہو، وہاں عقل لاکھ لٹھ لے کر بھینس کے پیچھے دوڑے۔۔ وہاں یہ تقریریں، یہ لفظ کہاں، یہ فکر کہاں، یہ باتیں کہاں؟ یزید کی قبر مٹا کر رکھ دی۔ جب لاش ہی نہ بچی تو قبر کیا بچے گی، کہ

میوزیم میں رکھی جائے اور یہاں مقبرہ بنتا... اس کے اپنے باپ کی زمین تھی، دعویدار تھا میرے باپ کی زمین ہے۔

کہا یہ تیرے باپ کی زمین ہے..؟ تیرے دادا کی زمین ہے..؟ تو سہی ...زینبؑ نے چیلنج کیا..ٹھیک ہے...اب یہاں قیامت تک مَیں اپنی قبر بنوا کر حاکم نہ بن جاؤں تو کہنا۔دولت کی کمی ہے کیا، ڈالرز کی کمی ہے، ہم کو جلانے کو سہی ایک قافلہ بنا لو، قافلۂ یزیدیہ...اور اخبار جنگ میں اشتہار دے کر کہو..! کہ یہ قافلہ یزید کی قبر کی زیارت کو جا رہا ہے تو کون روکے گا؟ ارے.وہاں جب شام میں اترو گے..ناصر رضا میرے چھوٹے بھائی بیٹھے ہیں... یہ ساتھ تھے، پچھلے سال بھی ہم شام گئے تھے اس سے دو سال پہلے بھی گئے تھے۔جب دو سال پہلے گئے تھے تو کسٹم آفیسر نے مجھ سے اور ماجد رضا سے کم از کم پچاس بار یہی سوال دہرایا..!

سیدہ زینبؑ کی زیارت کو آئے ہیں آپ؟ سیدہ رقیہؑ کی زیارت کو آئے ہیں؟ سیدہ زینبؑ؟ سیدہ زینبؑ ...؟ پورا شام جس کو اپنی سردار کہتا ہے...اس پورے ملکِ شام میں آج یزید کا نام لینے والا نہیں ہے... یزید کہاں گئی تیری سلطنت؟ کہاں ہے تیری سلطنت؟ پناہ گاہ ہے اب شام..مومنین جب عراق سے نکلے پریشان حال تو زینبؑ کے روضہ میں سب کے خیمے لگ گئے.مہاجر آئے ہیں۔ لگے ہوئے ہیں خیمے عراقیوں کے زینبیہ کا علاقہ بڑھتا جا رہا ہے۔سب پر یہی لکھا ملے گا.. ہاشمیہ.. زینبیہ، حضرت زینبؑ باپ دادا کا نام روشن کر رہی ہیں۔

یزید تو اپنے باپ دادا کا نام نہ روشن کر سکا، تو کیا روشن کرتا جب تیرے بیٹے نے ہی یہ بتا دیا کہ میرا باپ بھی غاصب تھا دادا بھی غاصب تھا۔یزید کے بیٹے نے تخت و تاج کو ٹھکرا دیا۔

پورے شام میں گھوم کر دمشق آیئے، قلعے بہت سے ملیں گے محل کے۔ پوچھتے پھریئے، یزید کوئی تاج لگاتا تھا؟ اس کے سر پر کوئی تاج تھا؟ تاجدار تھا؟ کہیں تاج ہے؟ اب گھوم پھر کر قبرِ زینبؑ پر پہنچئے۔ ضریح کو چومئے اور ذرا سا پنجوں پر کھڑے ہو جایئے گا اور تابوت کو دیکھئے گا۔ تابوت کے سرہانے ایک قیمتی جواہرات سے سجا تاج زینبؑ کے سرہانے پر رکھا ہے۔ بی بی آپ تو بادشاہ نہیں تھیں، امام نہیں تھیں یہ تاج کیسا؟

یہ تاج تو کہیں، کسی نبی کی قبر پر ہونا چاہئے تھا۔ آپ کے سر پر تاج کیسے رکھ دیا گیا ہے۔ شائد دنیا پکارے کہ.. یوں ایمان کا تاج کفر سے کبھی چھینا ہی نہیں گیا جیسے زینبؑ نے چھینا۔ چھین لیا زینبؑ نے۔

کیسے پڑھوں مَیں..؟ کس سے چھینا گیا تھا؟ تاج کس سے چھینا گیا تھا؟

پڑھوں اقبالؔ کا شعر..! امام حسنؑ کے لئے علامہ اقبالؔ کا شعر پڑھتا ہوں۔

تا نشیند آتشِ پیکار و کیں
پشتِ پا زد بر سرِ تاج و نگیں

اس سے پہلے کہ جنگ کی آگ بھڑکتی، حسنؑ نے تخت و تاج کو ٹھوکر مار دی۔ حسنؑ کا ٹھکرایا ہوا تاج.. معاویہ نے اٹھا کر سر پر رکھ لیا۔ پھر یزید لئے بیٹھا تھا۔ زینبؑ آئیں.. کہا میرے گھر کا تاج ہے، میرے بھیا نے اسے پیر لگایا ہے اس لئے اب یہ میرے پاس تبرکاً رہے گا جب تک کہ میرا پوتا مہدیؑ نہ آ جائے۔

اور اس کے قدموں میں یہ تاج لوٹ نہ جائے۔ اینہ ہوں میں.. تاج یہاں ہے۔ تاج کسی کی قبر پر نہیں ہے، صرف زینبؑ کے سر پر رکھا ہوا ہے۔ اور حکومت کی شان بتاؤں دولت سے حکومت نہیں ناپی جاتی۔ حکومت سمجھنا ہو تو داخل ہوئے آپ

روضہ میں دونوں طرف دیکھیں گے آپ۔ چادریں لٹکی ہوئی ہیں، سیاہ چادریں لٹکی ہوئی ہیں۔ کیا مجال ہے کوئی بے پردہ عورت آئی ہو، یورپ سے آئی ہو، لبنان کے لوگ آرہے ہیں، کویت کے لوگ آرہے ہیں، سب ملکوں کے لوگ آتے ہیں، زیادہ تر لوگ بے پردہ آتے ہیں۔ ماڈرن عورتیں آتی ہیں۔ حد یہ ہے کہ اگر ماڈرن نوجوان آجائیں اور ان کے شانے کھلے ہوں ان کو بھی وہ چادر کاندھے سے اوڑھ کر نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ خدام چھڑی سے اٹھا کر چادر دیتا ہے۔ بغیر چادر آپ اندر نہیں جاسکتے۔ کیوں...؟ یہ دربار کا حکم ہے۔ حکومت دیکھی زینبؑ کی۔ اگر کسی میں ہمت ہے تو بے پردہ زینبؑ کے مزار پر جا کر دکھا دے...! اسے کہتے ہیں حکومت، یعنی آدابِ دربارِ زینبؑ جاری و ساری ہیں۔ اس کو کہتے ہیں حکومت جہاں حکم چلے۔ پردہ کا حکم قرآن کا تھا... نفاذ زینبؑ نے کرایا۔ سعودی عرب میں یہ قاعدہ کیوں نہیں؟ روضۂ رسولؐ پر چادریں کیوں نہیں لٹکی ہوئیں؟ نفاذ زینبؑ نے کیا۔ حکم نبیؐ کا تھا۔

دیکھا موسیٰ تم نے..! مصر میں موسیٰؑ اپنی قبر نہ بنوا سکے۔ اور خدا کی قسم موسیٰؑ کی قبر کا پتہ نہیں۔ اس لئے کہ جب ملک الموت آیا، موسیٰؑ نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ کا پیارا بندہ اور اس پر موت طاری کر دی جائے؟ ملک الموت نے کہا موسیٰؑ مرنا نہیں چاہتے۔ اللہ نے کہا چھوڑ دو... ہمیں ان سے بہت پیار ہے، جو یہ کہہ رہے ہیں ان کو چھوڑ دو۔

بہت اللہ چاہتا تھا حضرت موسیٰؑ کو.. ورنہ ملک الموت کو کہیں بھیج کر اللہ نے واپس بھی بلایا ہے؟ یہ پیار کا ثبوت ہے۔ ورنہ سلیمانؑ کے یہاں سے تو واپس گئے نہیں ملک الموت صاحب۔ موسیٰؑ سے بہت محبت تھی، کہا یہ کہتے ہیں تو آجاؤ۔ چلے

سیر کرنے اور غائب ہو گئے۔ وہ غیبتِ موسیٰ کہلاتی ہے بنی اسرائیل سے غائب ہو گئے۔ جانے کہاں چلے گئے موسیٰ۔ غیب میں چلے گئے، چلتے چلتے، گھوم رہے ہیں اکیلے جنگلوں میں۔

چلتے چلتے ایک سڑک کے کنارے آئے، دیکھا ایک آدمی قبر کھود رہا ہے، کہا تو اکیلے قبر بنا رہا ہے؟ کس کے لئے بنا رہا ہے؟ کہا مردہ آنے ہی والا ہے بس ابھی..! یہ نہیں کہا میت آنے والی ہے، مردہ اس میں آنے والا ہے۔ کہا آؤ ہم تمہاری مدد کریں۔ موسیٰ اس کے ساتھ مل کر قبر کھودنے لگے۔ اس نے کہا کہ قبر کی لمبائی دیکھنے کے لئے مَیں اس میں لیٹوں یا آپ اس میں لیٹیں گے؟

اب نبیؑ کی تو عادت ہے ایثار کرنے کی، کیسے کہتے کہ تم لیٹو..؟ موسیٰ تو چاہتے تھے ہمارا نمبر اوپر رہے، ہم نبی ہیں۔ کہا ہم لیٹ کر دیکھتے ہیں کہ قبر صحیح ہے لمبائی چوڑائی میں۔ لیٹ گئے موسیٰ۔ اب کہا موسیٰ..! آپ موسیٰ ہیں..مَیں ملک الموت ہوں۔ بس چلئے..آیئے، آج ہے آخری دن۔ لے گئے قبر بنا کر ملک الموت چلا گیا۔ قبر کا پتہ ہی نہیں۔

فتح تو موسیٰ یہ ہوتی کہ جہاں فرعون سے ٹکراؤ ہوا تھا اس مصر میں تمہاری قبر ہوتی، تم نبیؑ ہو قبر گمنامی میں نہیں ہونا چاہیے تھی۔ اگلا جملہ بہت بڑا ہے...انبیاؑ کی قبریں غیب میں چلی گئیں تو اب اس میں حیرت نہ ہو کہ آلِ محمدؐ کے گھر کی عورتوں کی قبر کو تو پردہ میں جانا ہی تھا۔ زینبؑ وہ واحد عورت ہیں آلِ محمد میں ..جن کی قبر آج بھی نمایاں ہے۔

لوگ ڈھونڈتے ہیں کہاں ہے زہراؑ کی قبر؟ لوگ ڈھونڈتے ہیں کہاں ہے خدیجہؑ کی قبر؟ لوگ ڈھونڈتے ہیں کہاں ہے امِ ربابؑ اور امِ لیلیٰؑ کی قبر، کہاں ہے آمنہؑ کی

قبر؟ اب کس کس بی بی کا نام لوں؟ ان کے تو کچھ آثار بھی مل جاتے ہیں، وہ ہے زیارت کر لیجئے، قبر نہیں ہے، یہیں پر کہیں خدیجہؑ کی قبر تھی۔ یہیں کہیں آمنہؑ کی قبر تھی۔ ارے یہ خوش قسمت بیبیاں ہیں کہ اشارے سے کوئی بتا تو دیتا ہے **السّلامُ علیکِ**...ورنہ کچھ عورتیں ایسی ہیں جو کنویں میں غرق ہو گئیں۔ قبر نہیں ہے۔

دشمن چاروں طرف ہو اور قبر بنوا کر دکھا دیں، اس سے بڑا جملہ کہنے جا رہا ہوں...ارے جو نبیؐ کی بیبیاں ایک قبر کی مالک نہ بن سکیں وہ نبیؐ کی نواسی ہے زینبؑ مصر جاؤ تو وہاں بھی زینبؑ، جنّت البقیع جاؤ تو وہاں بھی زینبؑ، شام جاؤ تو وہاں بھی زینبؑ..! کیا مجھ سے پوچھو گے کہ اتنی جگہ زینبؑ؟

زینبؑ کا باپ تو چالیس جگہ تھا..ولی ہر جگہ ہو سکتا ہے۔ ولی ہیں زینبؑ۔ یہ بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ مصر میں کیسے قبر ہے؟ جنت البقیع میں کیسے ہے قبر، دمشق میں کیسے ہے قبر..؟ چونکہ عزاداری کو بڑھانا تھا تو ہر ایک محسوس کرے زینبؑ یہاں ہیں، زینبؑ یہاں ہیں، زینبؑ یہاں ہیں۔

کہہ دوں جملہ..زینبؑ یہاں ہیں... حیرت ہے کیا؟ تین دن سے تمہاری مہمان نہیں ہیں؟ جہاں ذکر کرو وہاں زینبؑ ... ہے کوئی عورت اسلام میں جس کا ذکر یوں ہو جائے ایک دو دن ..؟ زینبؑ ہیں یا زینبؑ کی ماں ہے یا نانی...گھرانہ ایک ہی ہے۔

یعقوب بہت روئے..بہت روئے، آنکھیں پھوڑ لیں سفید ہو گئیں۔ دیدے نہ رہے، بہہ گئے۔ کب آئی روشنی؟ کب ملی آنکھوں کو روشنی..؟ کہا جب یوسفؑ کا کرتا آیا تب روشنی آئی۔ اچھا..! اچھا..! جب کرتا آتا ہے تو روشنی آتی ہے، روشنی کا تعلق کرتے سے ہے؟ تو کیا اسلام اندھیرا ہو گیا؟ یعقوب تمہاری بینائی ایک کرتے کی مرہونِ منت ہے؟ صرف تمہاری بینائی، آنکھ کی روشنی..ارے..! پورا اسلام اندھا ہو

چکا تھا، اس لئے زینبؑ مدینے ایک کرتا لے کر چلیں.. یہ روشنی ہی تو پھیلی ہے۔ بینائی مل گئی نا سب کو۔

اپنی آنکھیں بنا لینا اور ہے... دین اور دین والوں کو آنکھیں دے دینا اور ہے۔ یہ دل کے اندھے ہیں، یہ آنکھوں کے اندھے ہیں.. قرآن کی آیات... زینبؑ ایمان پر لائیں اور بینائیاں دے دیں۔ کرتا لائی ہوں.. نانا کرتا لائی ہوں۔ وہ یوسفؑ کا کرتا تھا، یہ حسینؑ کا کرتا ہے۔

تنہا اپنی ذات میں یحییٰؑ اتنا زہد، اتنے سجدے، اتنی نمازیں..؟ کھانا ہی نہیں کھاتے ہو، لاغر ہو گئے ہو اس پر تمہارا زہد مشہور ہو گیا۔ کھانا نہیں کھاتے، رات بھر نمازیں پڑھتے ہو ..تو ہاتھ تو نہیں بندھے، شادی تمہاری نہیں ہوئی، بچے تو نہیں مارے گئے، کوئی بھتیجا تو نہیں مارا گیا، جوان بھائی تو نہیں مارا گیا۔ اپنی ذات میں تمہارا زُہد ہے۔

زینبؑ کا زہد دیکھو گے..؟ امام کہے زینبؑ..! نمازِ شب میں مجھے یاد رکھنا۔ اس کے معنی بھائی کو معلوم ہے کہ بہن نے کبھی نمازِ شب چھوڑی ہی نہیں۔ اور فاقے.. اللہ اکبر، اپنے حصہ کا کھانا بچوں کو کھلا دیا۔ بیٹھ کر نماز پڑھی..! سید سجادؑ کہتے ہیں مَیں نے پھوپھی کی نماز قضا ہوتے کبھی نہیں دیکھی... یہ ہے اس ولی کا زُہد..! اب کس کس نبی سے مقابلہ کروں؟

عیسیٰؑ اور مریمؑ ہی تو ہیں، عیسیٰؑ عیسائیوں کے نبی ہیں، کیا ہوا؟ عیسیٰؑ کے ساتھ کیا ہوا؟ مائدہ آ گیا.. اصحاب نے کہا کچھ کھانے کو آسمان سے آئے، عیسیٰؑ کہتے ہیں تو مائدہ آتا ہے، تبھی تو پانچویں سورے کا نام سورۂ مائدہ ہے۔ اس میں اس مائدہ کا ذکر ہے کہ مائدہ آ گیا۔ زینبؑ کے لئے یہ کوئی اچنبھا نہیں ہے۔ اکثر ماں کے پاس بیٹھی

ہیں تو دیکھا ہے کہ جنّت کے پھلوں کی خوشبو آئی اور جب اُٹھ کر فضہؓ کے پاس گئیں تو وہاں بھی دیکھا ہے۔اور زینبؑ ہیں ولی، جب گھر کی کنیز مائدہ منگوا سکتی ہے۔ جملہ کہہ کر آگے بڑھ جاؤں گا، سوچئے گا آپ.. جس کے گھر مائدہ اترتا ہو.. کھانوں کا طبق اترتا ہو، پھلوں کا طبق اترتا ہے، کیا وہ زوجۂ حر کی محتاج تھی؟

ایک ولیہ کیا یزیدی کھانے کے انتظار میں تھی؟ بس فرق یہ ہے کہ زینبؑ نے یہ نہیں کہا کہ معبود..! مائدہ بھیج دے۔اس لئے کہ منزلِ امتحان میں تھیں۔ یہ اس کی مرضی ہے.. جب کہا گیا زوجۂ حر نہیں آئیں... انہوں نے کہا پھر کھانا کہاں سے آیا؟ پانی کہاں سے آیا؟ تو ناصر الملت اعلیٰ اللہ مقامہٗ نے جواب دیا...! کہا..کیا آپ پر کوئی واجب ہے کہ اہلِ حرم کو آپ کھانا پانی پلواتے ہی رہے ہیں؟ بس اسی سوال پر سوچتے رہئے.. مطلب یہ تشویش کیوں ہے کہ کب آیا، کب کھایا؟ یہ بھی نہیں سمجھتے ولی بغیر کھائے رہ سکتا ہے۔یعنی آپ ولایت کو نہیں مان رہے۔اس لئے زینبؑ کو شامِ غریباں میں پانی پلوانا چاہتے ہیں، اس لئے روایت کی تلاش ہے۔ ہمیں تو کوئی روایت کی تلاش نہیں ہے۔

اس گھر میں چودہ سو برس جیتا ہے کوئی... روایت تو دکھاؤ کہ کھانا کب آتا ہے اور پانی کب آتا ہے بارہویں امامؑ کے پاس۔کہیں سے تو آتا ہوگا؟ یہ تو ان کی مرضی پر موقوف ہے کہ جب تک کی پیاس چاہیں۔ حسینؑ نے عصرِ عاشور تک کی پیاس چاہی۔ پانی نہیں آیا، فرشتہ نہیں آیا، نہ منگایا۔ضرورت بھی نہیں تھی۔ پانی تو ٹھوکروں میں تھا۔جب اسمٰعیل چشمہ نکالتے ہیں تو کربلا میں ہزاروں زمزم نکل سکتے تھے۔

کیوں نہیں نکالا زمزم...؟ ہاجرہؑ کے لئے زمزم نکلے؟ زینبؑ کے لئے نہیں نکل

سکتا شامِ غریباں میں..نکل سکتا ہے۔نہیں چاہیئے..! نورالدین جزائری کی کتاب ''خصائص زینبیہ'' سے پڑھ رہا ہوں۔

عجیب..چونکہ کبھی نہیں پڑھا گیا اس لئے دل کی دھڑکن تیز ہے، فرمایا معصوم نے کہ سات مقامات ہیں جہاں حسینؑ پر قیامت گذر گئی۔روایت کے جملے دہرادوں..جو میں نہیں کہنا چاہتا اس لئے کہ آپ کا ذہن تھوڑی دیر کے لئے لرز جائے گا..لیکن لرزے...کتاب کے جملے یہی ہیں..کہ سات مقامات ہیں، جہاں حسینؑ کو شرمندگی اٹھانا پڑی، مَیں نے لفظ شرمندگی کو بدلا ہے''قیامت گذر گئی'' سے۔

اب دونوں معنی سامنے رکھ کر، مقامات کو دیکھیئے گا..عالمِ وقت کے لکھے ہوئے جملے ہیں، اور یہ خصائصِ زینبیہ آیت اللہ شیرازی کے دور سے الفاظ آرہے ہیں۔ علماٗ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔اس لئے کہ گھرانے کی روایت ہے۔

پہلا مقام وہ کہ جہاں علی اکبرؑ نے پانی مانگا، یہ کون سا مقام ہے؟ یعنی بیٹا اگر باپ سے پانی مانگے اور باپ نہ پلا سکے تو وہاں کیا لفظ رکھیں گے؟..شرمندگی رکھ لیجئے یا قیامت رکھ لیجئے۔ یہی تو کہے گا نا باپ..! بیٹا مَیں شرمندہ ہوں مَیں نہیں پلا سکتا۔

دوسرا مقام جہاں قاسمؑ نے پانی مانگا..میرے لعل میں شرمندہ ہوں، تیسرا مقام قاسمؑ نے پکارا گھوڑے سے گر کر...چچا مجھے بچایئے۔حسینؑ لاش پر پہنچے اور کہا بیٹا تو پکارتا رہا اور حسینؑ نہ پہنچا، مَیں شرمندہ ہوں۔ چوتھا مقام علی اصغرؑ سے کہا چلو پانی پلا لائیں... جھک کر زخمی گلے کو دیکھا، کہا بیٹا میں شرمندہ ہوں۔پانچواں مقام..لاش لے کر آئے، سات بار پیچھے ہٹے اور پھر پکار کر رباب سے کہا مَیں شرمندہ ہوں، مانگ کر لے گیا تھا تم سے، علی اصغر نہیں آئے۔رباب میں تم سے شرمندہ ہوں۔

چھٹا مقام.. بیبیوں سے کہا، ہم تمہیں لائے، ہمارے بعد تم لٹو گی.. ہم تمہیں خیریت سے مدینے نہ پہنچا سکے، ہم شرمندہ ہیں۔

اور قیامت ہے ساتواں مقام جب رخصتِ آخر کو آئے.. زینبؑ کو دیکھا اور کہا.. بہن تیری چادر کی حفاظت اب کون کرے گا... مَیں شرمندہ ہوں۔

چاہتے تو کیا.. ٹھوکر مارتے چشمہ نکلتا؟ حسینؑ کی شرمندگی ختم ہو جاتی۔ اہلحرم کو مدینے پہنچا سکتے تھے عباسؑ کے ساتھ بھیج سکتے تھے۔ زینبؑ کی چادر بچا سکتے تھے۔ اب عالمِ وقت کے جملے پڑھ رہا ہوں۔ یہ سب کچھ حسینؑ نے اختیار کیا اس لئے تا کہ محشر میں حسینؑ کے چاہنے والوں کو شرمندگی نہ ہو۔... لے لو قیمت..! ساتوں جملوں کی قیمت تمہارے لئے۔

اور دوستوں کو سنا دو کہ ولایت کا اختیار کیا ہے؟ تمہیں کیا پتہ ثواب کیا ہے؟ باتیں بنانا بہت آسان ہے۔ کچھ صلہ بھی تو ہے ان اذکار کا.. یا ایسے ہی کتابیں لکھ دی گئیں.. بڑی مجلسیں پڑھی جاتی ہیں۔

اور یہیں پر تقریر ختم ہو گی۔ یہ ہے خطبہ جناب سیّد سجادؑ کا... جب سے واپس آئے سیّد سجاد.. کسی نے پوچھا .. کہاں زیادہ مصیبتیں پڑیں۔ تین بار کہتے تھے.. الشام، الشام، الشام۔

آگے راوی کی ہمت نہیں تھی کہ یہ پوچھے کہ کربلا کیوں نہیں؟ کوفہ کیوں نہیں؟ تجسس تو تھا نا راوی کو۔ راوی بھی کوئی ایک تھوڑی ہیں، تیس پینتیس ہزار راوی ہیں، کربلا کے راوی تو لاکھوں میں ہیں... جو سننا چاہتے ہیں سیّد سجاد سے واقعہ... کربلا کا واقعہ تو بہت بڑا ہے، پورے عرب میں ایران تک راوی پھیلے ہوئے ہیں کہ کچھ بتا دیں۔

لیکن ایک ہی بات.. الشام، الشام، الشام۔ بھائی جب رقت طاری ہو تو ہمت کس کی ہے کہ پوچھے؟ آپ کیا سیّد سجاد کو دیکھ رہے ہیں کہ جب وہ یہ کہہ رہے ہیں الشام، الشام، الشام.. اس کے آگے کوئی پوچھ سکتا ہے؟ مرثیہ ہے یہ الشام الشام..

بشکریہ: فکرِ زینبؑ ۱۱ محرم ۲۰۰۵ء مطابق ۱۴۲۶ھ

شہزادی زینبؑ پر لکھی گئی کتابیں

گذشتہ ۱۰۰ سالوں میں جناب زینبؑ پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی لکھا جائے گا۔

جو کتابیں دستیاب ہیں اُن کا ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا۔

۱۔	السیدہ زینبؑ	ابوالعباس احمد بن طولون دمشقی متوفی ۸۷۰ء
۲۔	الرسالہ الزینبیہ	شمس الدین ابوالخیر مصری
۳۔	المجاحۃ الزینبیہ فی السلالۃ الزینبیہ	علامہ جلال الدین سیوطی سن ۹۱۰ھ
۴۔	طراز المذہب (ناسخ التواریخ)	مرزا عباس قلی خاں۔ ۱۳۲۲ھ
۵۔	خصائص زینبیہ	سیّد نورالدین موسوی جزائری، ۱۳۴۱ھ
۶۔	فضائل حضرت زینبؑ	خاں بہادر مظفر علی خاں
۷۔	کتاب الدرالفاخرہ شرح خطبہ زینبؑ الطاہرہ	جمال الدین شیرازی
۸۔	تاریخ اُمّ المصائب سیدتنا زینبؑ	شیخ محمد بن ملا اسماعیل
۹۔	شرح خطبہ حضرت زینبؑ	مرزا حیدر قلی خاں سردار کابلی
۱۰۔	شرح خطبہ الزینبیہ	عبد شیخ انصاری
۱۱۔	السیّدہ زینبؑ	محمد علی احمد مصری
۱۲۔	سیّدہ زینبؑ	محمود بیلاری مصری

۱۳۔	السیدہ زینبؑ	حسن قاسم مصری
۱۴۔	زینبؑ فروغِ تابانِ کوثر	محمود اشتہاردی
۱۵۔	زینبؑ قیامِ آزادی بخش	احمد مدنی
۱۶۔	زینبؑ کبریٰ عقیلہ بنی ہاشم	حسن الہٰی
۱۷۔	زینبؑ کبریٰ قہرمان انقلاب کربلا	حسن ناجیان
۱۸۔	زینبؑ شیرزنِ کربلا	حبیب چاپچیان
۱۹۔	زینبؑ درخشاں ترین زندگی	بدرالدین نصیری
۲۰۔	زینبؑ شجاع حسینی	فرہنگ موسیٰ
۲۱۔	زینبؑ حماسہ برفراز تاریخ	الحاج جوادی
۲۲۔	زینبؑ اُخت الحسینؑ	محمد حسین ادیب
۲۳۔	زینبؑ بنتِ علیؑ	علی محمد علی دخیل
۲۴۔	زینبؑ قہرمان علیؑ	احمد صادقی اردستانی
۲۵۔	زینبؑ کبریٰ بنتِ علی	شیخ جعفر ربعی
۲۶۔	زینبؑ از عاشورہ تا اربعین	بدرالدین نصیری
۲۷۔	زینبؑ بطولۃ و جہاد	حبیب آل جامع
۲۸۔	زینبؑ بنتِ علیؑ ابیطالبؑ	ابنِ اثیر (اُسد الغابہ)
۲۹۔	خطباتِ حضرت زینبؑ	سیّد جاسم شبّر
۳۰۔	زینبؑ بنتِ علیؑ بن ابیطالبؑ	عمیر رضا کحالہ
۳۱۔	زینبؑ بنتِ علی بن ابیطالبؑ	محمد علی بحرالعلوم
۳۲۔	زینبؑ بنتِ علی بن ابیطالبؑ	اسماعیل منصوری لاریجانی

۳۳۔ زینبؑ عقیلہ وحی	سیّد عبدالحسین
۳۴۔ زینبؑ بنتِ علیؑ	عبدالعزیز سیّد الاھل
۳۵۔ زینبؑ حماسہ ای ابدی برفراز تاریخ	حسن دبیر سیّد جوادی
۳۶۔ زینبؑ کبریٰ یا قہرمانِ کربلا	محمد زُہری
۳۷۔ زینبؑ ولیۃ النبوۃ والامامۃ	محمد صادق
۳۸۔ زینبیہ (رسالہ)	غلام حسنین کنتوری
۳۹۔ حضرت زینبؑ کبریٰ	عمادزادہ اصفہانی
۴۰۔ سیّدہ زینبؑ	علی احمد شبلی
۴۱۔ خطبہ حضرت زینبؑ	سیّد علی جعفری
۴۲۔ سیّدہ زینبؑ بنتِ زہراؑ	رضا حسین صبح
۴۳۔ سیّدہ زینبؑ	محمود شرقاوی
۴۴۔ سیّد زینبؑ عقیلہ بنی ہاشم	محمد فہمی عبدالوہاب
۴۵۔ سیرتِ زینبؑ کبریٰ (اُردو دو جلد)	محمد حسنین
۴۶۔ سیمای حضرت زینبؑ	محمد مہدی تاج لنگرودی
۴۷۔ الطاہرہ سیّدہ زینبؑ	عبدالخیر
۴۸۔ زندگانی واحوال زینبؑ کبریٰ	محسن صائب
۴۹۔ بنامِ زینبؑ	کمال السیّد
۵۰۔ زندگانی حضرت زینبؑ، خون و پیام	علی قائمی
۵۱۔ زندگانی حضرت زینبؑ کبریٰ	محمد حکیمی
۵۲۔ زندگانی حضرت زینبؑ کبریٰ	شیخ محمد جواد نجفی

۵۳۔ زندگانی حضرت فاطمہؑ و دختران	ہاشم رسول محلاتی
۵۴۔ زندگانی زینبؑ کبریٰ	شیخ جعفر نقدی
۵۵۔ زیارت مخجعہ حضرت زینبؑ	محمد اشرفی
۵۶۔ زیارت مخجعہ حضرت زینبؑ کبریٰ	اسماعیل پزشکیان نژاد
۵۷۔ زیارت مخجعہ حضرت زینبؑ کبریٰ	مہدی ملجی
۵۸۔ زیارت نامہ حضرت زینبؑ	مصباح زادہ
۵۹۔ زندگی نامۂ زینبؑ کبریٰ	محمد مقیمی
۶۰۔ زینبؑ	ڈاکٹر احمد زکی ابوشادی
۶۱۔ زینبؑ العقیلہ	سیّد عبدالرزاق مقرم
۶۲۔ زینبؑ عقیلہ بنی ہاشم	سیّد جعفر غضبان
۶۳۔ زینبؑ نقش انقلاب	نورالدین جزائری
۶۴۔ زینبؑ و جہاد المراۃ المسلمہ	شہید فرحان بغدادی
۶۵۔ زینبؑ در کاروان کوفہ و شام	امیر تیمور مغینی
۶۶۔ خطبۂ حضرت زینبؑ	علی گزادہ غفوری
۶۷۔ زینبؑ و شخصیت تاریخی اُو	محمد علی عباسی غریب
۶۸۔ حیات طیبہ حضرت زینبؑ	شہید آیت اللہ سیّد عبدالحسین وستغیب
۶۹۔ حضرت زینبؑ (دکھیا بہن)	نواب علی رضا خاں قزلباش
۷۰۔ حضرت زینبؑ کبریٰ	مرزا علی اصغر رسول زادہ
۷۱۔ محافظِ امامت حضرت زینبؑ	محمد سلیم علوی
۷۲۔ زیارت نامہ	غلام رضا سریوال

۷۳۔ شریکۃ الحسینؑ	سیّدہ عابدہ نرجس
۷۴۔ نمونہ صبر جناب زینبؑ	اکبر اسدی مہدی رضائی
۷۵۔ ثانی زہراؑ	مولوی محمد صادق حسین
۷۶۔ ثانی زہراؑ	مولانا سیّد محمد جعفر
۷۷۔ مرثیہ درحال حضرت زینبؑ کبریٰ	میر انیس
۷۸۔ زینبؑ زینبؑ ہے	حسن رضا غدیری
۷۹۔ حضرت زینبؑ	عباس عزیزی
۸۰۔ مسافرۂ شام	علامہ سید ابوالقاسم الدیباجی
۸۱۔ سیّد تنا زینبؑ	آغا سیّد واصف حسین نقوی
۸۲۔ پاسبانِ شریعت	حکیم سیّد علی حیدر زیدی
۸۳۔ زینبؑ بنتِ علیؑ (مرثیہ)	سیّد علی مہدی
۸۴۔ The Essential Woman	By. Anita Rai
۸۵۔ شیر زنِ کربلا	جعفر شیرازی
۸۶۔ حضرت زینبؑ بنتِ علیؑ	نیر ندیم
۸۷۔ شریکۃ الحسینؑ	ظفر عباس کشمیری
۸۸۔ حضرت زینبؑ اور دربارِ یزید	آغا اشرف
۸۹۔ مظلومہ کربلا	حکیم سیّد عالم شاہ کاظمی
۹۰۔ دربارِ یزید	فیض الحسن موسوی
۹۱۔ شریکۃ الحسینؑ	پروفیسر فضل امام رضوی
۹۲۔ زندگانی حضرت زینبؑ	ڈاکٹر مصطفےٰ اولیائی

۹۳۔ خطباتِ زینبؑ و اُمِ کلثومؑ — عبدالمہدی حسن بولاغی
۹۴۔ مظلومۂ کربلا — سیّد محمد حسین جعفری
۹۵۔ معظمۂ کربلا — سیّد فاضل حسین رضوی
۹۶۔ حضرت زینبؑ کبریٰ کے خطبے — علّامہ سیّد ابن حسن نجفی
۹۷۔ زیارت نامہ سیّدہ بنتِ علیؑ — علامہ محمد حسین اکبر
۹۸۔ زینبؑ بنتِ علیؑ — سیّد محمد ایوب نقوی
۹۹۔ علیؑ کی بیٹی (سوانح حیات) — ڈاکٹر علی قائمی
۱۰۰۔ زیاراتِ زینبیہ — مُلّا محمد رسول کاشانی
۱۰۱۔ اخبار الزینبیات — یحیٰی بن حسن عقیقی عبیدلی
۱۰۲۔ زینتِ کربلا — پروفیسر آغا اشہر
۱۰۳۔ سیّدہ زینبؑ (انگریزی) — محمد علی سالمین
۱۰۴۔ سیرتِ زینبؑ — صادق علی عرفانی
۱۰۵۔ کربلا کی شیر دل خاتون — عائشہ بنت الشاطی، مصری
۱۰۶۔ خاتونِ کربلا کا کردار — مہتاب جعفر رضا
۱۰۷۔ خاتونِ کربلا — صالحہ عابد حسین (کتابچہ)
۱۰۸۔ صدیقہ صغریٰ — مولانا اسد علی الہ آبادی (کتابچہ)
۱۰۹ سیرت حضرت صدیقہ صغریٰ جناب زینبؑ — اظہار حسین عرش گوپال پوری
۱۱۰۔ سیّدہ کی بیٹی — رازق الخیری، ۱۹۴۴ء
۱۱۱۔ سیرتِ زینبؑ — سیّد احمد حسین ترمذی
۱۱۲۔ سوانح حضرت زینبؑ — علی جعفری (کتابچہ)

۱۱۳۔ مظلومۂ کربلا — سیّد محمد حسین جعفری۔ حیدرآباد، دکن، ۱۹۴۵ء

۱۱۴۔ سوانح حضرت زینبؑ کبریٰ — مولانا آغا مہدی لکھنوی

۱۱۵۔ سیرتِ زینبؑ — شیعہ لاہور، نمبر ۱۳۸۱ھ

۱۱۶۔ ''سرفراز'' لکھنو، زینبؑ نمبر'' — ------

۱۱۷۔ بنتِ زہرؑا نمبر (خیر العمل، لاہور) — ڈاکٹر عسکری بن احمد

۱۱۸۔ جناب زینبؑ — مولانا سیّد سبط الحسن ہنسوی

شام کے سفر میں زائرین کی مصیبت

جو کوئی بھی ملکِ شام میں داخل ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے چنانچہ کتاب ''قہرمان کربلا'' میں مرزا علی اصغرؒ نے شب ہائے مکہ اور دیگر راتوں کا ذکر کیا ہے۔ شام کے سفر کے سلسلے میں لکھتے ہیں:-

سال ۱۳۶۳ شمسی ۱۹ فروری کو براہِ ہوائی جہاز مع اپنے متعلقین کے ملکِ شام میں گیا اور یہ بات طے پائی تھی کہ ہر شخص کو آنا ہوگا اور جو بھی آئے گا ایک سو ڈالر لے کر شام آئے گا۔ جو بنک ریٹ پر خریدنے ہونگے ہر شخص نے ایک سو ڈالر لئے اور اپنے پاسپورٹ میں رکھ کر پیش کئے۔ ہم نے کہا کہ دو آدمیوں کا ایک پاسپورٹ ہے کیا اُن دونوں کو ایک سو ڈالر دینے ہونگے تو اس بات کو وہاں کی حکومت نے پسند نہیں کیا۔ ہم دو آدمی اپنے پاسپورٹ میں ایک سو ڈالر رکھے ہوئے تھے اور ہماری مانند اور بھی بہت سے لوگ ایسے ہی تھے۔ پھر آواز بڑھنے لگی تو ہم دو آدمیوں سے دو سو ڈالر طلب کئے گئے اور شام کا لیرہ بھی تھا جو پاسپورٹ میں رکھا ہوا تھا۔ ہر ایک کو سو ڈالر کے صرف ۶۵۰ لیرہ شام کے دیئے تین گھنٹے تک ہم بیکار

پڑے رہے۔ پھر بس کے ذریعے ہم نے سفر کا آغاز کیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کتنی رقم بدلی کیا ریٹ ہے تو ہم نے کہا کہ ۱۰۰ امریکی ڈالر کے ۶۵۰ لیرہ شام کے دیتے ہیں تو لوگوں نے کہا کہ آپ کے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ ۱۳۰۰ لیرے کا ریٹ چل رہا ہے۔ میں نے حالات پر غور کیا تو پتہ چلا کہ انہوں نے ۵۵۰۰ سو ایرانی تومان کم دیئے ہیں۔ پھر ہم بس سے اُتر گئے پھر ہم مامور بینک آ گئے اور اپنا واقعہ سنایا تو اُن کو یقین نہ آیا۔ بنک کی رسید ہم سے مانگی میں لے کر آیا تو اُس میں ۲۰۰ ڈالر لکھا تھا۔ پھر انہوں نے ہماری رقم گنی تو ہم نے قسم کھائی کہ ہم نے لیروں کو ہاتھ نہیں لگایا ہے لیکن جو بات بھی ہم اُن سے کہہ رہے تھے وہ قبول نہیں کر رہے تھے پھر ہمیں اپنے ساتھ شاختماں بنک لے کر گئے پھر رقم گنی گئی ایک گھنٹہ تو رقم گننے میں ہی لگ گیا اور پھر کہنے لگے کہ نہیں ہم نے اِن کو رقم گن کر دی ہے دو سو ڈالر لکھے ہیں۔

جب مجھے فکرات سے نجات ملی تو ایک نظر شہر شام پر ڈالی اور مجھے مصائب جنابِ زینبؑ یاد آ گئے کہ میرا مالی نقصان یا سفر کی تھکان تو بی بی کے مصائب کے سامنے ایک قطرے کے برابر بھی نہیں ہے خواہ مخواہ مجھے رقم کم ملنے کا افسوس ہو رہا ہے۔ غرض میں نے باہر جانے کی کوشش شروع کی اور جب شلوار کی جیب میں ہاتھ ڈالا تو ایک سو ڈالر جیب میں پڑے ہوئے تھے۔ اگر چہ میں پانچ مرتبہ جیبوں کی تلاشی لے چکا تھا۔

میں خود ہی خود فکر مند ہو گیا اور بد دلی کے ساتھ شہر شام کی طرف چلا اور اپنے متعلقین کو۔ لاری اڈہ (بس اسٹاپ) سے تلاش کر لیا۔

سب کے سب پریشان تھے میں نے اِن کو جواب دیا وہ خاموش رہے اور ہم نے ملکِ شام پہنچ کر بی بی زینبؑ کے مصائب کو یاد کیا تو انہوں نے ہم کو تمام رنج وغم

سے نجات دے دی۔

السلام و علیک یا بنت رسول اللہ السلام علیک یا بنت نبی اللہ

السلام علیک یا بنت محمد المصطفیٰ سید الانبیاء والمرسلین

''زینبؑ کی دُہائی''

نواب رام پور رضا علی خاں

زینبؑ کی دُہائی تھی لُٹی ہائے رے بھیا مانجائے رے بھیا
کس اُور گئے کون یہ بتلائے رے بھیا مانجائے رے بھیا

اکبرؑ سے کہو سانجھ سمئے آ کے سنبھالیں ڈیروں کو بچالیں
ہتھیارے ہمیں لوٹنے کو آئے رے بھیا مانجائے رے بھیا

بھیجو بنے قاسمؑ کو کہاں کھو گئے بن میں برہا کی لگن میں
اک رات کی بیاہی کا جیا جائے رے بھیا مانجائے رے بھیا

دو بھر کیے دیتی ہے سبھی کنبے کا جینا پیاسی ہے سکینہؑ
چھاگل ابھی عباسؑ نہیں لائے رے بھیا مانجائے رے بھیا

گودی بھی ہے اجڑی ہوئی جھولا بھی ہے سونا یہ کشٹ ہے دونا
من بانو کا کون آن کے بہلائے رے بھیا مانجائے رے بھیا



باب ۲

شام کا سفرنامہ

الشّام، الشّام، الشّام

ضمیر اختر نقوی ....

کہتے ہیں زیارت کی نیت ہو تو وہاں سے طلب بھی ہوتی ہے۔ ایران، عراق، مکے مدینے کی زیارتیں ہم کر چکے تھے اب صرف شام کی زیارتیں باقی تھیں، اس سال حضرت زینبؑ ثانی زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے روضے سے بلاوا آ ہی گیا، دو دن میں تیاری بھی ہوئی اور ہم روانہ بھی ہو گئے۔ ۲۱ جولائی ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ صبح کو سیریا ایئر لائن سے روانہ ہوئے ڈھائی گھنٹے بعد کراچی سے دمام جہاز پہنچا ایک گھنٹے کے بعد جہاز نے پرواز کی دو گھنٹے کے بعد ہم دمشق کے ایئرپورٹ پر تھے، یہاں صبح کے دس بجے ہوئے تھے۔ ایئرپورٹ پر جلد ہی پاسپورٹ پر مُہر لگوا کر باہر آ گئے، ماجد رضا عابدی اور حسین رضا سلمہٗ ٹرالی پر سامان رکھنے لگے، نہیں معلوم کب ہمارے پیچھے ایک دو گجرات کے لوگ آ کر کھڑے ہو گئے، اُن کے پیچھے پیچھے ایک فوجی آیا اور پاسپورٹ چیک کرنے لگا۔ اس نے ہمارا پاسپورٹ مانگا یہ دیکھنے کے لئے کہ دونوں ویزوں میں کیا فرق ہے، ہمارے پاسپورٹ پر تین مہینے کا ویزا لگا ہوا تھا حالانکہ ہم کو صرف ایک ہفتے یہاں ٹھہرنا تھا، دوبارہ اندر جانا پڑا بتایا گیا کہ

پاسپورٹ دوبارہ چیک ہوگا اور ایک ہزار ڈالر بھی دکھانے ہوں گے۔ ماجد رضا عابدی نے انگریزی میں گفتگو کرنا چاہی تو معلوم ہوا کہ ان شامیوں کو انگریزی نہیں آتی ہے۔ نہ وہ ہماری زبان سمجھتے ہیں اور نہ دوسرے کی زبان سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اندر جا کر تفصیل یہ معلوم ہوئی کہ غیر قانونی طور پر بے شمار پاکستانی جن میں زیادہ تر پنجاب اور پشاور کے لوگ ہوتے ہیں وہ زیارت کے بہانے شام میں داخل ہو کر سرحد پار کر کے لبنان جاتے ہیں وہاں سے یونان اور پھر یورپ فرار ہو جاتے ہیں ایجنٹ انہیں بیوقوف بنا کر بھجواتے ہیں اور وہ ایئرپورٹ پر گرفتار کر کے دوسری فلائٹ سے واپس پاکستان بھیج دیئے جاتے ہیں۔ اتفاق سے شام میں پاکستانی سفیر یحییٰ نقوی صاحب ناصر رضا صاحب کے رشتے میں ماموں ہوتے ہیں۔ انہوں نے اعلیٰ آفیسروں کو فون کیا تو یہاں سے جواب دیا گیا، براہ راست آپ گفتگو نہیں کر سکتے وزیر خارجہ کے آفس سے رجوع کیجیے، چند گھنٹے کے بعد انہوں نے شام کے صدر بشارالاسد کے ملیٹری (Military) سیکریٹری کو فون کیا، پورے ایئرپورٹ پر کھلبلی مچ گئی ابھی تک جو لوگ سیدھے منھ بات نہیں کر رہے تھے، غلاموں کی طرح ہمارے اور ماجد رضا کے پیچھے دوڑنے لگے۔ ایک پرانا کرنل جسے انگریزی بولنا آتی تھی اُسے ہمارے پاس بھیجا گیا۔ دوسرا شخص جس کا نام مروان تھا وہ بھی ایک فوجی تھا اُسے بھی کچھ کچھ انگریزی آتی تھی۔ بہرحال ڈالر ہمارے دوبارہ چیک کیے گئے ہمارے پاسپورٹ ہم کو واپس ملے، باہر ناصر رضا صاحب موجود تھے بچّے سب ہوٹل روانہ ہو چکے تھے لیکن سمائرہ رضا اور حسین رضا بھی موجود تھے ہم لوگ ٹیکسی کر کے روضۂ سیّدہ زینبؑ کی طرف روانہ ہوئے کچھ دیر کے بعد ہاشمیہ ہوٹل پہنچے، سامان پہلے ہی آ چکا تھا، فوراً ہی روضے پر حاضری دی

اب ہم اس عظیم شہزادی کے دربار میں داخل ہو رہے تھے جو دین و دنیا کے بادشاہ حضرت رسول خداؐ کی بڑی نواسی علیؑ و فاطمہؑ کی لختِ جگر ہیں۔ وہ کربلا کی شیر دل خاتون جس کے خطبوں سے ملک شام لرز اٹھا، حکومتِ یزید دنیا میں ذلیل و رسوا ہوگئی۔

مملکت شام (سوریہ) کی تاریخ پراسرار ہے، شمال میں ترکی سے سرحد ملتی ہے، مشرق میں عراق ہے، جنوب میں اردن ہے، جنوبِ غربی میں فلسطین اور مغرب میں لبنان واقع ہے۔ ان ملکوں کے زائرین روزانہ شام پہنچتے رہتے ہیں، سعودی عرب کے زائرین بھی خاصی تعداد میں آتے ہیں۔

گرم و خشک موسم تھا، بے شمار ہوٹل تعمیر ہو چکے ہیں اور تعمیر ہو رہے ہیں لیکن زائرین سے ہوٹل کبھی خالی نہیں ہوتے، معروف جغرافیہ داں مقدسی لکھتا ہے:-

سرزمین شام گراں قدر، پیامبر خیز، مرکزِ نیکوکاران وابدال، ہجرت گاہ، ابراہیمؑ، شہر ایوب، محراب داؤدؑ، شگفتی ہائے سلیمانؑ، خواب گاہِ حضرت اسحاقؑ و مادرش حضرت سارہؑ، زادگاہِ مسیح و گہوارہ اش، قتل گاہِ جالوت، چاہ ارمیا و زندانش، صخرۂ موسیٰؑ، قبۂ عیسیٰؑ، محراب زکریا، معرکہ گاہِ یحییٰ، مشہد پیامبران، قریۂ ایوبؑ، خانۂ یعقوبؑ، قبرِ موسیٰؑ، چاہِ سلیمان، جائے گاہ لقمان، درّۂ کنعان۔۔۔ یا مشاہد بے شمار دیگر۔

مملکتِ شام کا دارالحکومت شہر دمشق ہے، مشہور شہروں میں حمص، دیرالزور، حسکہ، رقہ، حلب، حماہ، سویداء، درعاء، ادلب، لاذقیہ، قنیطرہ، طرطوس ہیں۔ شام کا سرکاری نام جمہوریہ عربیہ سیریہ ہے، موجودہ رقبہ 71498 مربع میل ہے، ملک کی موجودہ آبادی لگ بھگ ڈیڑھ کروڑ ہے، بیشتر آبادی سنی مسلمانوں کی ہے، شیعہ،

اسمعیلی ، علوی (نصیری) ، دروز اور عیسائی بھی بڑی تعداد میں رہتے ہیں، شام بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے، گندم ، جو اور دالیں بکثرت پیدا ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ شکر قند، زیتون اور تمباکو کی کاشت بھی ہوتی ہے۔ یہ ملک ریشمی مصنوعات اور کانچ کے کام کے لئے مشہور ہے۔ حلب کے بلوری برتنوں اور آرائشی اشیاء کی یورپ اور ایشیا میں بہت مانگ ہے۔ گذشتہ برسوں میں دمشق اور حلب میں مختلف چھوٹی صنعتوں کے کارخانے قائم ہوئے ہیں۔ عراقی پٹرولیم کمپنی کی پائپ لائن شام سے ہوکر گزرتی ہے جس سے شام کو بھاری رقم رائلٹی کے طور پر ملتی ہے۔

تاریخی اعتبار سے شام ایک قدیم تہذیبی و ثقافتی مرکز ہے۔ اپنی زرخیزی کے باعث یہ سرزمین عرب لٹیرے بدوؤں کے لئے ہمیشہ کشش کا باعث رہی ، دوسری صدی (ق ،م) کے آغاز ہی میں ان عرب بدوؤں نے حمص ، تدمر اور الحجر میں اپنی ریاستیں قائم کر لی تھیں۔ شام کی زبان و ثقافت کے اختیار کرنے میں انہیں کچھ زیادہ وقت نہیں لگا ، پانچویں صدی عیسوی میں شامی سرحدوں کی حفاظت و مدافعت کا کام غسانی سرداروں کے سپرد تھا جو نسلاً عرب اور مذہباً عیسائی تھے۔ یہ شامی عرب ایک ایسی بولی بولتے تھے جو عربی اور ارامی کے اختلاط سے بنی تھی۔

حضرت رسولؐ خدا کے پردادا جناب ہاشم نے عربوں میں تجارت کو رواج دیا۔ اس بات کا ذکر قران کریم نے سورۂ قریش میں کیا ہے کہ جناب ہاشم تجارت کا قافلہ لے کر موسم سرما میں یمن کے لئے اور موسمِ گرما میں شام میں تجارت کے لئے جاتے تھے۔ جب حضرت ہاشم عرب کے سردار ہوئے تو اُن کا لے پالک بھتیجا اُمیہ ہاشم کی شہرت و ناموری پر حسد دامن گیر ہوا۔ اُمیہ نے چاہا کہ قریش میں اس کی بھی عزت و توقیر ہو لیکن ہاشم کی جود وسخا ،حلم و مروّت ، وجاہت و شرافت ، سیادت و

شوکت، شجاعت و مدبرانہ صلاحیتوں کے باعث ان کو جو عزت و شہرت حاصل تھی وہ کوشش کے باوجود اُمیہ کو حاصل نہ ہوسکی۔ عربوں نے ہاشم کے مقابلے میں اُمیہ کو دس برس کے لئے مکّے سے نکال دیا، اُمیہ جلاوطن ہوکر ملک شام کو چلا گیا، اُمیہ کا اخراج ہی وہ بناء تھی جس کے باعث بنی اُمیہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اولاد ہاشم کے دشمن ہو گئے اور عربوں کی قدیم روایت کے مطابق ہر زمانہ اور ہر دور میں اپنے دادا اُمیہ کے اخراج کا بدلہ لینے کی کوشش کرتے رہے۔ اُمیہ نے ملکِ شام میں اپنی جڑیں مضبوط کیں تاکہ عرب سے نکلنے پر اس کی اولاد یہاں ایک مرکز بنا کر عربوں سے اپنی توہین کا بدلہ لے سکے۔

حضرت ہاشم کی دوسری شادی مدینے کے ایک سردار عمرو بن زید کی بیٹی سلمٰی خاتون سے ہوئی اس عقد کے بعد حضرت ہاشم تجارت کی غرض سے شام کے سفر پر روانہ ہوئے، ان کے قافلے میں قریش کے چالیس افراد شامل تھے راستے میں غزہ (شام) کے مقام پر انتقال کر گئے اور وہیں دفن کیے گئے۔ سلمٰی خاتون کے یہاں ہاشم کے فرزند حضرت عبدالمطلب کی ولادت ہوئی جو حضرت رسولؐ خدا کے دادا ہیں۔

حضرت ہاشم نے جس تجارت کی بنیاد غیر ملکوں سے رکھی تھی جس میں ملک شام بھی تھا اس تجارت کو حضرت ہاشم کے فرزند حضرت عبدالمطلب اور پوتے حضرت ابوطالبؑ نے فروغ دیا، حضرت ابوطالبؑ بھی اپنے آباء و اجداد کی طرح مالِ تجارت لے کر شام اور یمن جاتے تھے، وہ حجاز و ہجر کی کھجوریں اور یمن کی خوشبویات فروخت کے لئے بصریٰ اور دمشق اور شام کے دوسرے شہروں میں لے جاتے تھے اور واپسی پر وہاں سے بازنطینی مصنوعات اپنے ہمراہ لاتے تھے۔

حضرت ابوطالبؑ شام کے تجارتی سفر پر ایک مرتبہ اپنے بھتیجے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہمراہ لے گئے، شام کے ایک شہر بُصریٰ میں حضرت ابوطالب کی ملاقات ایک راہب سے ہوئی جس کا نام بحیرا تھا۔ اس وقت حضرت رسولؐ خدا کی عمر ۱۲ برس تھی، بحیرا راہب نے کہا کہ توریت اور انجیل کی خبروں سے ثابت ہے کہ یہ آخری نبی ہیں ان کی حفاظت کیجئے، حضرت ابوطالب یہ خبر سنتے ہی واپس مکے آ گئے اور پھر شام کبھی نہیں گئے۔

حضرت رسولؐ خدا ۲۵ برس کی عمر میں دوسری مرتبہ حضرت خدیجہؑ کا مال لے کر بغرض تجارت ملک شام گئے اور کامیاب واپس آئے جس کے بعد آپ کی شادی حضرت خدیجہؑ سے ہوگئی اور پھر اسلام کا آغاز ہوگیا اور حضرت رسولؐ خدا بھی پھر کبھی شام نہیں گئے۔

شام اور اردن کی سرحد پر ۸ ھجری میں جنگ موتہ ہوئی جس میں حضرت جعفر طیّار نے شہادت پائی۔ ''سرائے مزور'' شام اور اردن کی سرحد پر واقع ہے جہاں حضرت جعفر طیّار کا روضۂ مبارک ہے۔ اگر اردن کا ویزہ پاکستان سے لے لیا جائے تو شام کی زیارتوں کے بعد یہاں کی زیارت بھی ممکن ہوجاتی ہے، دمشق سے دو گھنٹے کی مسافت پر یہ مقام واقع ہے۔

عرب کا شہر تبوک بھی شام کی سرحد سے قریب ہے ۹ ھجری میں حضرت رسولؐ خدا تبوک گئے اور بیس روز تبوک میں قیام کیا اور وہاں کے حکمرانوں کو مطیع بنا کر مدینہ تشریف لائے۔ یہی وہ راستے تھے جن پر چل کر مسلمان فتوحات کرتے ہوئے اسپین تک پہنچ گئے تھے۔

اس مقام پر ایک نازک موڑ آتا ہے، جنگِ موتہ کے بعد حضرت رسولؐ خدا اپنے

آخری ایام میں ایک لشکر اسامہ کی سرکردگی میں شام بھیجنا چاہتے تھے اور حضرت علیؑ کی جانشینی کو عملی شکل دینا چاہتے تھے۔ اگر تمام مسلمان حضرت رسولؐ خدا کی دور اندیشی کو سمجھ جاتے اور نادانی نہ کرتے تو آج اسلام اپنی صحیح شکل میں موجود ہوتا۔ لشکر واپس آ گیا اور جو ہوا سو ہوا، سقیفائی اسلام بعد میں دنیا میں رائج ہو گیا اور اس کا انجام دربار یزید کی شکل میں دنیا نے دیکھا۔

بنی اُمیّہ کو ملک شام سے بہت زیادہ دلچسپی تھی، ۱۸ ہجری میں حضرت عمر نے بنی اُمیّہ کو خوش کرنے کے لئے شام کا گورنر معاویہ بن ابی سفیان کو بنا دیا، حضرت عثمان نے اپنے عہد میں معاویہ کو پورے ملک شام کا حاکم مقرر کر دیا۔ حضرت علیؑ جب خلیفۂ وقت ہوئے تو معاویہ نے حضرت علیؑ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ صفّین کے میدان میں ایک طویل جنگ ہوئی۔ کتابوں میں صفّین کا حال تفصیل سے پڑھ چکا تھا۔ اکثر اپنی تقریروں میں صفّین کے حالات بیان کر چکا ہوں۔

شام پہنچنے کے بعد میدان صفّین دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا پھر یہ کہ وہاں حضرت رسولؐ خدا کے عظیم ترین صحابہ شہدائے صفّین کی قبریں بھی ہیں اُن کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرنا تھا۔

صفّین کا میدان

صبح ۸ بجے ایک وین آ گئی، سفر کی تیاری شروع ہوئی، سفر طویل تھا، خوبصورت صحراؤں اور بلند پہاڑوں سے ہوتی ہوئی پختہ سڑک پر ہماری گاڑی تیز سے تیز رواں دواں تھی کھیتوں میں سبزیاں اور اناج کے پودے لہلہا رہے تھے، ہوا زور و شور سے چل رہی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہواؤں کے دوش پر وین اڑ رہی تھی، کچھ دیر کے بعد ایک شہر آیا جہاں سے شہر رقّہ کی طرف سفر شروع ہوا، فرات کے پُل سے

گزر کر ہم شہر رقّہ میں داخل ہوئے دور سے روضوں کے تین گنبد نظر آئے۔ ایک پرانے قلعہ کے پاس سے بھی گزرے یہ پرانا قلعہ حضرت علیؑ سے منسوب ہے صفّین کی لڑائی میں آپ نے یہیں قیام کیا تھا۔ حضرت علیؑ کے تین اصحاب کی قبریں میدانِ صفّین میں ہیں۔ یہ تینوں روضے نو تعمیر ہیں، بہت ہی بلند تعمیر کیے گئے ہیں اور ایک دوسرے سے ملحق کر دیئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے ہم لوگ حضرت عمار یاسر کی قبر پر گئے قبر عام قبروں سے بہت بڑی اور چوڑی ہے، قبر کو ایک بڑے قالین سے ڈھکا گیا تھا ابھی تعمیر ہو رہی ہے، قالین کو ہٹا کر دیکھا قبر کی مٹی میں نمی تھی اور بے پناہ خوشبو آ رہی تھی، دوسرے روضے میں اویس قرنی کی قبر ہے، وہاں بھی قبر سے خوشبو آتی ہے، تیسرے روضے میں خُزیمہ بن ثابت انصاری کی قبر ہے۔ روضے بہت بلند تعمیر کیے گئے ہیں، زیر گنبد قبریں ہیں، ہم جہاں کھڑے ہوئے تھے یہ صفّین کا میدان ہے، وہاں کھڑے ہو کر جو نقشہ میرے ذہن میں آیا وہ یہاں بیان کر دوں۔

روضۂ حضرت عمار یاسر

چودہ (۱۴) سو برس قبل جب جنگ صفّین کو چھبیس روز گزر چکے تھے صبح کا وقت تھا دونوں طرف لشکر لڑنے کے لئے تیار تھے، ایک بزرگ سفید کپڑے پہنے ہوئے سر پر کالا عمامہ تھا، سفید گھوڑے پر سوار تھے، نہایت تجمل و وقار کے ساتھ کلامِ پاک کی تلاوت کرتے ہوئے پہلو میں تلوار حمائل کیے ہوئے اور دوش پر کمان رکھے، ہاتھ میں سفید پرچم والا نیزہ لئے ہزار آدمیوں کے ساتھ برامد ہوئے۔ یہ رسولؐ خدا کے عظیم صحابی عمار یاسر ہیں جن کی عمر اس وقت ۹۴ برس کی ہے، آگے بڑھ کر حضرت علیؑ سے دریافت کیا، یا علیؑ میرے مرنے کا وقت آ گیا

ہے، حضرت علیؑ نے لشکر میں واپس ہونے کا حکم دیا، انہوں نے تین بار سوال کیا ، حضرت علیؑ نے وہی جواب دیا، آخر میں حضرت علیؑ نے فرمایا۔۔ ہاں ۔۔ مردانہ وار عمار یاسر صف میں واپس ہوئے ، پرچم ہاتھ میں بلند کر کے آگے بڑھے دونوں لشکروں کے درمیان پرچم کو زمین پر نصب کر دیا اور آواز دی ۔۔۔معاویہ۔۔۔ یہ وہ علم ہے جو بدر میں حضرت رسولؐ خدا نے بلند کیا تھا، اس علم کے سائے میں ہم نے روز بدر تیرے باپ ابوسفیان سے جنگ کی تھی تنزیل قرآن کی بنیاد پر، آج اسی علم کے سائے میں ہم تجھ سے جنگ کر رہے ہیں تاویل وتفسیر قرآن کی بنیاد پر۔ یہ رجز پڑھنے کے بعد عمار یاسر نے فوج مخالف پر حملہ کیا، یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے۔ ''جنّت تلواروں کے سائے میں ہے اور موت برچھیوں کے گرد، درِ جنّت کھلا ہوا ہے، آج میں جنت میں حضرت رسولؐ خدا سے ملاقات کروں گا۔ اپنے بعد کے لئے اگر کوئی وصیت چھوڑتا ہوں تو علیؑ کی محبت و رفاقت، مناجات سے فارغ ہو کر گھوڑے کو ایڑ لگائی کانپتے ہوئے ہاتھ سے قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھا، گھوڑا لشکر مخالف میں دھنس گیا، سپاہِ دشمن درہم برہم ہوئی، شجاعت کا سکہ فوج شام کے دل پر بیٹھ گیا، کشتوں کے پشتے لاشوں کے انبار لگ گئے۔ یہ وہ مجاہد لڑ رہا تھا جس نے بدر کی جنگ سے لے کر حُنین تک ہر لڑائی میں رسولؐ خدا کے ساتھ ساتھ رہ کر کافروں سے جنگ کی تھی، عمار یاسر بہت دیر لڑے، زخمی ہوئے لیکن اہل شام کے مستحکم محاصرے کو توڑ کر لڑتے ہوئے باہر آئے اپنے لشکر میں واپس آ کر اپنے غلام رشید سے پانی مانگا، خادم نے دودھ وشہد کا پیالہ حاضر کیا اور گھوڑے سے نیچے اترنے سے قبل عمار کو جام اخیر سے سیراب کیا، عمار یاسر نے باآواز بلند کہا ''صدقت یارسولؐ اللہ'' سچ فرمایا تھا آپ نے یارسولؐ اللہ کہ ''اے عمار تجھے گروہِ باغی قتل کرے گا۔ تو ان کو جنّت کی

طرف بلائے گا اور وہ تجھ کو دوزخ کی طرف بلائیں گے اور تیری آخری غذا دودھ ملا شہد ہوگی، خادم گھوڑے کی باگ تھام کر عمار یاسر کو میدان جنگ سے علیحدہ لایا، عمار گھوڑے پر نہ سنبھل سکے، غلام نے سہارا دے کر نیچے اتارا، زمین پر پہنچتے ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ حضرت علیؑ کو خبر ہوئی، اصحاب و انصار کے ساتھ فوراً عمار یاسر کی لاش پر آئے، سرہانے بیٹھ گئے اور عمار کا سر زانوئے مبارک پر رکھا، رسولؐ خدا کے رفیق قدیم کو مردہ دیکھ کر اُن کی محبت اور خدمات اور اسلام کا خیال فرما کر تحمل نہ کر سکے بے ساختہ آنکھوں میں آنسو آ گئے، بے اختیار فرمایا عمار وہ شخص تھا جس سے میں نے کبھی صحبتِ رسولؐ کو خالی نہ پایا، جب تین آدمی ان کی بزم میں ہوئے تو چوتھے عمار یاسر ہوتے تھے اور جب چار آدمیوں کا مجمع ان کی خدمت میں موجود ہوتا تو پانچواں بزرگ عمار ہوتا تھا، یہ وہ بزرگ ہے جس کے لئے رسولؐ خدا نے فرمایا، حق عمار کے ساتھ پھرتا رہے گا جس طرف عمار پھریں، جنت عمار کے دیدار کی مشتاق ہے۔ حضرت علیؑ نے اعلان کیا عمار کا قتل کرنے والا اور اُن کو بُرا کہنے والا اور ان کے ہتھیار لوٹنے والا جہنم میں جائے گا، جناب عمار یاسر کی لاش اٹھا کر دریائے فرات کے قریب لائے غسل دیا، نماز جنازہ پڑھی اور اس مقام پر دفن کر دیا، جہاں اس وقت ہم کھڑے ہیں، یہی تو اس شیر دلاور کی قبر ہے یہ عمار یاسر کی قبر ہے، اس ملکِ شام میں تلاش کے بعد بھی بنی اُمیہ کی قبروں کا نشان نہیں ملتا، صفین کے میدان پر آج بھی عمار یاسر کا قبضہ ہے۔

روضۂ حضرت اویس قرنی

عمار یاسر کی قبر سے ملحق دوسرے مقبرے میں اویس قرنی کی قبر ہے، قبر پر

زیارت پڑھ رہا تھا اور میری نگاہ میں صفّین کا ایک اور منظر موجود تھا۔

ایک دن کوفے کے کسی دیہات میں دریائے فرات کے کنارے بیٹھے ہوئے اویس قرنی وضو کر رہے تھے کہ اچانک طبل کی آواز کان میں آئی، لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیسی آواز ہے، لوگوں نے جواب دیا کہ حضرت علیؑ کی فوج صفّین کے میدان میں معاویہ سے لڑنے جارہی ہے، اویس قرنی نے کہا کہ کوئی عبادت میرے نزدیک متابعت علیؑ مرتضیٰ سے افضل نہیں ہے، یہ کہہ کر اسی طرف دوڑے۔

عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ مقامِ ذیقار میں پہنچے تو کوفے اور اس کے اطراف کا لشکر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت علیؑ نے فرمایا کہ آج اکیس (۲۱) فوجیں ہمارے پاس آئیں گی اور ہر فوج میں ہزار آدمی ہوں گے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میرے قیاس میں یہ امر بعید معلوم ہوا، مگر مولائے کائنات حضرت علیؑ میرے دل کا حال سمجھ گئے، حکم دیا کہ اس صحرا میں دو نیزے نصب کردیئے جائیں تاکہ جو لشکر آئے وہ ان دو نیزوں کے درمیان میں ہو کر گذرے، لوگوں کو یہ بھی حکم دیا کہ بہت تحقیق کے ساتھ ہر فوج کے افراد کو شمار کیا جائے۔

جب غروب آفتاب کا وقت قریب ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ ایک آدمی کم ہے اور وہ بھی آنے والا ہے دیکھا گیا کہ ناگاہ ایک مرد پیادہ پا آرہا ہے اور اپنا سامان باندھے ہوئے پشت پر آرہا ہے، نہایت ضعیف و لاغر، چہرہ اور سر غبار آلود ہے، جب حضرت علیؑ کی خدمت میں آیا تو سلام کیا اور کہا میں اویس قرنی ہوں، یا امیر المومنین اور اے خلیفہ ارض ہاتھ بڑھایئے کہ میں بیعت تو کرلوں

حضرت علیؑ نے فرمایا تم کس چیز پر بیعت کرو گے عرض کی اس وعدہ پر کہ آپ کی نصرت ؤ مددگاری میں اپنے کو چھوڑ دوں اور اپنا سر آپ پر نثار کردوں۔

یہ ہے اویس قرنی، عاشق رسولؐ، عاشق علیؑ کی قبر، اویس قرنی کے قاتل معاویہ کا نام و نشان بھی اس ملکِ شام میں نہیں ہے، اویس قرنی اس بلند و بالا روضے میں محوخواب ہیں، سچ ہے ہمیشہ حق کی فتح ہوتی ہے۔

غلط فہمی

تیسری قبر ابیُ بن کعب کے نام سے مشہور ہے، یہ قبر ابیُ بن کعب کی کسی صورت سے نہیں ہوسکتی، ابیُ بن کعب نے حضرت عمر کے عہدِ حکومت میں ۱۹ ہجری میں مدینے میں وفات پائی۔ شام میں اور خصوصاً میدانِ صفین میں ان کی قبر کا ہونا حیرت کا مقام ہے اور ابیُ نام کے اور بھی صحابی ہیں لیکن جنگ صفین میں حضرت علیؑ اور لشکرِ باغی کی طرف ابیُ بن کعب نام کا کوئی بھی صحابی موجود نہیں ہے، دراصل یہ قبر صحابیُ رسول حضرت خزیمہ بن ثابت (ذوالشہادتین) کی ہے۔ مسندِ احمد بن حنبل میں ہے کہ جب حضرت عمار بن یاسر نے شامی فوج کے ہاتھ سے شہادت پائی تو حضرت خزیمہ بن ثابت کو جوش آگیا اور وہ شمشیر بدست رجز پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ دیر تک نہایت شجاعت سے لڑتے ہوئے آگے بڑھے، آخر شامیوں نے نرغے میں لے کر تیروں اور تلواروں کا مینہ برسادیا رسول خداؐ اور حضرت علیؑ کا یہ بہادر صحابی جام شہادت پی کر معبود حقیقی کی بارگاہ میں پہنچا۔

فرات

شہر رَقّہ سے واپسی میں ڈرائیور نے گاڑی کا رخ ساحلِ فرات کی طرف موڑ

دیا، دریائے فرات ترکی سے نکلتا ہے، شام سے ہوتا ہوا یہ عراق تک جاتا ہے، انجیل میں فرات کو خاص اور بڑا دریا کہا گیا ہے، زمانۂ قدیم سے اس دریا کی بڑی اہمیت رہی ہے، یہ بابلی، کلدانی اور اسوری تہذیبوں کا گہوارہ رہا ہے، دنیا کے مشہور شہر جو صفحۂ ہستی سے غائب ہو گئے تھے اور جنھیں ماہرینِ آثار قدیمہ نے کھود کر نکالا ہے وہ فرات کے کنارے واقع تھے مثلاً بابل، کرمکیس، اُور، ماریہ وغیرہ، دریائے فرات ارآراط کے پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ موجودہ ترکی کی ندیاں مرآدسو اور کارسو، مل کر اُس کا منبع بنتی ہیں۔ پہلے یہ شام کی سمت بحیرۂ روم کی طرف بہتا ہے پھر کئی رخ بدل کر جنوب مشرق کی طرف بہتے بہتے خلیج فارس میں جا گرتا ہے۔ راستے میں کچھ اور معاون دریا اس میں آملتے ہیں مثلاً خابور اور کبار، دہانے پر پہنچنے سے پہلے دریائے دجلہ بھی فرات میں آملتا ہے اور دونوں مل کر شط العرب کہلاتے ہیں۔ لیکن زمانۂ قدیم میں یہ دونوں دریا علیحدہ علیحدہ بہتے ہوئے سمندر میں گرتے تھے۔

دجلہ اور فرات سے جو دوآبہ بنتا ہے اُسے مسوپٹامیہ (یونانی لفظ = دو دریاؤں کے درمیان کی جگہ) اور عربی میں مابین النہرین کہتے ہیں۔ موسم بہار میں پہاڑوں پر برف پگھلنے سے اس میں طغیانی آجاتی ہے۔ انجیل میں ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ اُن کی اولاد کو دریائے نیل سے دریائے فرات تک زمین دے گا۔ یہ عہد حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں پورا ہوا۔

عربی میں فرات کے معنی ہیں شیریں پانی۔ قرآن کریم میں تین آیات میں الگ الگ سوروں میں فرات کا تذکرہ ہوا ہے۔

وَّاَسقَینٰکُم مَاۤءً فُرَاتاً

اور تم لوگوں کو میٹھا پانی پلایا (سورۂ مرسلات آیت ۲۷)

ھٰذا عَذبٌ فُراتٌ

ایک کا پانی شیریں ہے پیاس بجھانے والا (سورۂ فرقان آیت ۵۳)

ھٰذا عَذبٌ فُراتٌ سائغٌ شرابہٗ

ایک دریا کہ جس کا پانی شریں اور پینے میں خوشگوار ہے (سورۂ فاطر آیت ۱۲)

آسمانی کتابوں میں فرات کا تذکرہ اس کی اہمیت و عظمت کی سند ہے، فرات سے عالم انسانیت کا گہرہ رشتہ ہے کہ پانی انسان کی اولین ضرورت ہے۔ توریت، زَبور اور انجیل کی آیات کے مطابق حضرت نوح ؑ، حضرت یونس ؑ، ارمیا نبی، حضرت دانیال و دیگر انبیاو اولیا کا فرات سے گہرا رابطہ رہا ہے لیکن ہمارے لئے فرات کا پانی اپنے عکس میں بہت سے نقوش اُبھار رہا تھا۔ سادات سے بھی فرات کا گہرا رشتہ ہے، میں فرات کے پانی کی خنکی محسوس کر رہا تھا، بچے دریائے فرات کے پانی میں دور تک چلے گئے تھے، جہاں تک ساحل نظر آ رہا تھا شہر رَقہ کے باشندے فرات میں نہا رہے تھے، گرمی کا موسم ہے ظاہر ہے فرات کے پانی کی ٹھنڈک محسوس کر رہے ہوں گے۔ میں نے کربلا میں بھی فرات کے پانی سے قریب ہو کر دس برس قبل وہاں کے پانی کو بھی غور سے دیکھا تھا اور اب مملکت شام میں صفین کے مقام پر ساحل فرات پر ایک منظر دیکھ رہا تھا۔

پانی بند کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔ جنگ صفین میں شامی افواج نے فرات پر پہرہ لگا دیا، معاویہ نے آتے ہی حکم دیا کہ حضرت علیؑ کے لشکر میں پانی نہ جانے پائے۔ حضرت امام حسینؑ نے حضرت علیؑ سے اجازت پا کر دو سو (۲۰۰) سوار لے کر فرات کی طرف روانہ ہوئے شامیوں سے جنگ کی اور گھاٹ پر قبضہ کر لیا۔

معاویہ کی فوج بھاگ گئی اوراس دلیرانہ قبضے کے بعد حضرت علی مرتضیٰؑ کا خیمہ فرات کے کنارے نصب ہوا اور پانی بآسانی آپ کے لشکر تک پہنچنے لگا۔

حضرت علیؑ نے جب اپنے فرزند حسینؑ کی یہ بہادری دیکھی تو بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اصحاب نے عرض کیا یہ تو آپ کے بیٹے کی پہلی فاتحانہ جنگ ہے مولا آپ کے آنسو بہانے کا کیا سبب ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے رسولؐ خدا کا فرمان یاد آگیا کہ یہی میرا فرزند حسینؑ آنے والے زمانے میں میدان کربلا میں فرات کے کنارے پیاسا رہے گا اور خشک ریتی پر پیاسا شہید ہوگا۔

جب فرات پر حضرت علیؑ کے لشکر کا قبضہ ہوگیا اور معاویہ کی فوج بیابانِ بے آب میں گھر گئی تو حضرت علیؑ کے اصحاب نے کہا کہ اب ہم معاویہ کے لشکر پر پانی بند کردیں گے، حضرت علیؑ نے فرمایا ہم اُن پر پانی بند نہیں کریں گے یہ لوگ پانی لے جائیں اپنے گھوڑوں کو بھی پانی پلائیں مگر اُن سے جنگ بدستور جاری رہے گی فرات تک آنے میں کوئی سدراہ نہ ہوگا۔

پانی کو ذاتی ملکیت سمجھنا دریا پر اس طرح قبضہ کرنا کہ کوئی پانی نہ پیئے کسی کے لئے جائز و سزاوار نہیں ہے، کیوں کہ اللہ کی طرف سے پانی کی کوئی قیمت نہیں ہے پانی پر آدمی اور جانوروں کا برابر سے حق ہے، پانی کی بندش حق دار کو اس کے حق سے محروم کرنا ہے، اسی لئے جس نے پانی روکا وہ قابلِ ملامت ونفرین ہے اور جس پر پانی بند کیا گیا وہ قابلِ عزّت ہے، کربلا میں ۶۱ھ میں معاویہ کی پالی ہوئی اسی فوج نے حُکم یزید سے امام حسینؑ کے اصحاب وانصار، عزیز واقربا اور بچوں پر پانی بند کر دیا۔ سات محرم سے عاشور تک ایک قطرہ پانی خیام حسینی

تک نہیں پہنچ سکا۔ بنی اُمیہ کے اِن مظالم کی خبر انجیل میں بھی موجود ہے۔

عہد نامہ عتیق کے "صحیفۂ ارمیا" میں واقع کربلا سے تقریباً ایک ہزار برس قبل یہ پیشن گوئی موجود ہے۔

اِنّ للسیّد ربّ الجنود ذبیحۃً فی ارض الشمال عند نهر الفرات

بحوالہ نسخۂ عربیہ مطبوعہ بیروت ۱۹۰۹ء

The Lord God of losts Lath a Sacrifice in the North Country by the river euphrates

(Printed in London 1916)

"یعنی خدائے ربّ الافواج کی راہ میں اک قربانی عرب کے شمال میں نہر فرات کے قریب ہونے والی ہے"

عالمی ادب میں اب فرات کی وجہ شہرت حضرت امام حسینؑ ہیں، ۱۴ سو برس سے کتابوں میں فرات زندہ ہے واقعۂ کربلا کی وجہ سے۔

ڈاکٹر اقبال کے دل میں فرات کی تڑپ موجود ہے۔

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؑ بھی نہیں
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

میر انیس کی شاعری میں فرات صرف ایک دریا نہیں بلکہ کربلا کا ایک کردار اور مظاہرِ فطرت کی دلیل بن جاتی ہے۔

ذرّوں کی روشنی پہ ستاروں کا تھا گماں   نہر فرات بیچ میں تھی مثلِ کہکشاں

پیاسی جو تھی سپاہ خدا تین رات کی   ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

اک شور تھا کہ آگ لگی کائنات میں
ریتی پہ مچھلیاں تھیں سمندر فرات میں

سب مستعد تھے قتلِ شہ کائنات پر
طوفانِ آبِ تیغ اٹھا تھا فرات پر

دریا بھی آبِ تیغ سے بے آبرو ہوا
غل تھا کہ لو فرات کا پانی لہو ہوا

جاتا ہے شیر بیشۂ حیدرؑ فرات پر
طاری ہے خوفِ مرگ ہر اک ذی حیات پر

اڑتی تھی خاک خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

فرما کے یہ سمند کو ڈالا فرات میں
گویا خضر اُتر گئے آبِ حیات میں

ناموسِ مصطفےٰؐ میں تلاطم ہے رات سے
اب جلد مشک بھر کے نکلیئے فرات سے

جو مہر فاطمہؑ میں ہے وہ یہ فرات ہے
گرمی میں قُرب نہر کا آبِ حیات ہے

بے سر ہوئے موکل سر چشمۂ فرات
ہلچل میں مثل موج صفوں کو نہ تھا ثبات

حضرت امام حسینؑ کے بچوںؑ کی پیاس دیکھ کر روز عاشورا حضرت عباس علمدار پانی لینے نہر فرات پر گئے، آپ کی سعی کامیاب تو ہوئی مگر راہ میں ہاتھ قلم ہوئے مشک تیر سے چھد گئی پانی بہہ گیا لیکن شرف سقائی آپ کے دامن سے وابستہ ہوگیا۔ " فاتح فرات " اور غازی کا لقب ملا۔ اور آج فرات کے ساحل پر آپ کا عظیم الشان روضہ توحید کی دلیل بنا ہوا ہے، اب فرات کا پانی آپ کے روضہ کے قدموں کے پاس بہتا ہے۔

دریائے فرات مُسیّب (عراق) کے پاس سے بھی گزرتا ہے اس مقام پر

حضرت مسلمؑ ابن عقیل کے دو کمسن صاحبزادوں کا روضہ ہے۔ فرات کے کنارے ان دونوں کو شہید کر کے سر کاٹے گئے اور لاشے فرات میں پھینک دیئے گئے۔ میر انیسؔ کہتے ہیں۔

جب تک کہ تڑپتا رہا اس کا تن لاغر ٹھہرا رہا پانی پہ بڑے کا تن اطہر
چھوٹے کو بھی جب ڈال دیا نہر کے اندر جا لپٹا بصد شوق برادر سے برادر
گہہ ڈوبتے تھے گاہ اُبھر آتے تھے دونوں
خورشید سے دریا میں نظر آتے تھے دونوں

روضۂ حجر بن عدی

دمشق سے تقریباً ۳۸ کلومیٹر کے فاصلے پر یہ قصبہ یا چھوٹا سا شہر ''عذرا'' ہے یہاں اصحابیٔ رسولؐ حجر بن عدی کا روضہ ہے۔

لوگوں نے نئے مکانات تعمیر کئے ہیں، پہلے ایک دیہات کی طرح تھا کچے مکانات تھے اب یہاں زائرین خاصی تعداد میں آنے لگے ہیں۔ روضہ زیادہ وسیع نہیں ہے لیکن خوبصورت بنا ہوا ہے، مسجد بھی ہے اور روضہ کے ساتھ ایک طویل قبرستان بھی ہے۔ روضے کے باہر دو کانیں ہیں۔

حجر بن عدی کے ساتھ ان کے دوسرے انصار بھی اسی روضے مین دفن ہیں، ضریح چاندی کی ہے اور چاروں طرف قالین بچھے ہوئے ہیں، ضریح پر حجر بن عدی کی زیارت آویزاں ہے۔ معاویہ نے بہت بے دردی سے حجر بن عدی کو قتل کیا۔ حجر بن عدی حق پر تھے اس لئے ان کا روضہ موجود ہے اور زائرین عقیدت سے اُن پر سلام پڑھ رہے ہیں، اُسی شام میں معاویہ کی قبر کا نشان تک نہیں ہے جہاں چالیس برس تک وہ حکومت کرتا رہا تھا۔

حجر بن عدی حضرت رسول خدا کے اصحاب میں خصوصی شرف و فضل کے حامل تھے اگرچہ سن و سال کے لحاظ سے دوسرے اصحاب سے کم تھے لیکن مرتبہ و منزلت سن و سال کی قید و بند سے بالاتر ہوتی ہے۔ حجر بن عدی نے بزم رسولؐ میں رہ کر کمسنی ہی میں کسب کمالات میں نمایاں خصوصیت حاصل کرلی تھی اس لئے اصحاب رسولؐ کے درمیان ''حجر الخیر'' کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ آپ کا زہد و تقویٰ اور عبادت عرب میں مشہور تھی۔ شبانہ روز میں ہزار رکعت نماز ادا فرماتے اور مستجاب الدعوات" کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔

وفات رسول اکرمؐ کے بعد آپ مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے قریب ترین اصحاب میں شمار کئے جاتے تھے۔ جناب حجر بن عدی اپنے بھائی ہانی کے ساتھ رسولؐ خدا کی خدمت میں آئے تھے۔ رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد حکومتوں سے بالکل علاحدہ رہتے ہوئے دین کی پابندی میں ولایت و محبت حضرت علیؑ کا دم بھرتے رہے۔ مرتے دم تک عشق علیؑ میں سرشار رہے۔ انھوں نے اپنی پوری حیات میں یہ دستور رکھا کہ کسی شخص کی زبان پر حضرت علیؑ کی شان میں نامناسب گفتگو برداشت نہیں کرسکتے تھے بلکہ برسرِ عام اُسے ٹوک کر حضرت علیؑ کا مرتبے سے باخبر کرتے تھے۔ حجر بن عدی جنگِ جمل میں حضرت علیؑ کے لشکر کے ہمراہ تھے، جنگ صفین میں قبیلۂ کندہ کی سرداری کرتے ہوئے آپ نے مولا علیؑ کا ساتھ دیا اور رجنگِ نہروان میں میسرۂ لشکر کا علم انھیں کے ہاتھ میں تھا۔

تاریخ نے ان کی شہادت کا واقعہ ان لفظوں میں لکھا ہے کہ معاویہ کو یہ بات برداشت نہ تھی کہ کوئی علیؑ سے محبت کرنے والا باقی رہے لہذا وہ کسی نہ کسی تدبیر سے علیؑ والوں کی زندگیوں کے ختم کرنے کی فکر میں رہتا تھا چنانچہ زیاد کے ذریعے

جناب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرایا اور قید خانے میں ڈال دیا اور کچھ دنوں کے بعد معاویہ کے قاصد نے یہ پیغام پہنچایا کہ قیدیوں میں سے آٹھ کو قتل کردیا جائے اور چھ کو رہا کردیا جائے جن کے قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا ان سے یہ بھی کہا گیا کہ اگر تم لوگ بھی حضرت علی ابن ابی طالب سے بیزاری کرو تو تم سب کو بھی رہا کردیا جائے گا۔ عشق علیؑ کے پروانوں نے اظہار بیزاری سے انکار کیا اور خداوند عالم کو گواہ بنا کر فرمایا کہ ہم تو حضرت علیؑ سے اظہار بیزاری نہیں کرسکتے ، معاویہ نے حکم دیا کہ ان سب کی قبریں کھودی جائیں اور ان کے کفن ان کے سامنے لاکر رکھ دیئے جائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حکومت کو شاید یہ خیال تھا کہ قبروں کو دیکھ کر اور کفن کا دیدار کرکے ان کے جذبۂ محبت میں کمی پیدا ہوجائے گی مگر محبت علیؑ میں سرشار افراد کے لئے گور وکفن کی کیا حیثیت تھی جنھیں یقین تھا کہ موت برحق ہے اور ہم سب حق پر ہیں، رات آئی اور سب تمام رات عبادتوں میں مشغول رہے، قتل کی صبح آئی تو پھر پوچھا گیا کہ اب بھی موقع ہے علیؑ کو بُرا کہو تو آزاد کردیا جائے گا۔ تمام اصحاب رسولؐ نے سختی سے انکار کردیا اور یکے بعد دیگرے سب نے جامِ شہادت نوش کرلیا۔ آخر میں حجر بن عدی کی باری آئی آپ نے قاتل سے کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے، انھوں نے نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہوکر قاتل سے کہا خدا کی قسم ان دو رکعتوں سے مختصر نماز میں نے کبھی نہیں پڑھی اگر تم لوگ یہ خیال نہ کرتے کہ میں موت سے ڈر گیا ہوں تو میں اس وقت بہت دیر تک بہت سی نمازیں پڑھتا۔

جناب حجر بن عدی نے قتل ہونے سے قبل وصیت کی تھی کہ میرے جسم سے ہتھکڑی بیڑی جدا نہ کی جائے نہ غسل دیا جائے بلکہ مجھے میرے کپڑوں ہی میں

دفن کردیا جائے میں اسی طرح خدا کی بارگاہ میں جاؤں گا۔ جلاد نے حجر بن عدی کی گردن پر تلوار چلادی اور حجر بن عدی جامِ شہادت نوش کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

جناب حجر بن عدی کی شہادت نے ظالم کے چہرے سے نقاب الٹ دی اور اس کے دین و ایمان کا فیصلہ صاحب نظر و عقل کے حوالے کر دیا۔ حجر بن عدی کی شہادت کے بعد مکے اور مدینے کے مسلمان معاویہ پر برس پڑے۔ حضرت ام المومنین عائشہ نے معاویہ سے کہا میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے کہ میرے بعد ملک شام میں مقام عذرا میں کچھ لوگ قتل کئے جائیں گے جو صاحبِ تقویٰ ہوں گے اور جن کے قاتل پر خداوند عالم اور اہلِ آسمان غضب ناک ہوں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا تھا " حجر بن عدی کی مثال اصحاب اخدود کی مثال ہے " حسنؒ بصری نے کہا کہ " ویل اس کے لئے ہے جو حجر اور ان کے ساتھیوں کا قاتل ہے " حضرت عبداللہ ابن عمر کو جب حجر بن عدی کی شہادت کی خبر ملی تو وہ کھڑے ہو گئے اور چیخیں مار کے رونے لگے۔

(بحوالہ استیعاب، تحفۃ الاحباب، تنقیح المقال)

خراسان کے حاکم خواجہ ربیع کو جب حجر بن عدی کی شہادت کی خبر دی گئی تو انھوں نے بے چین ہو کر بارگاہ رب العزت میں عرض کی اگر تیری بارگاہ میں میری کچھ منزلت و قربت حاصل ہے تو فوراً میری روح قبض کر لے اس دعا کے بعد خواجہ ربیع اپنی جگہ سے اٹھنے نہ پائے تھے کہ وفات پا گئے۔

مقام " عذرا " میں سن ۵۱ ھجری میں اُن کی شہادت ہوئی، حجر بن عدی کے ساتھ ان کے ساتھی شریک بن شداد حضرمی، صیفی بن فیصل، قبیصہ بن ضبیعہ، محرز بن

شہاب، کدام بن حیان بھی شہید کر دیئے گئے یہ حضرات بھی حجر بن عدی کے روضے میں دفن ہیں۔ حجر بن عدی کے ایک ساتھی عبدالرحمٰن کو ایک دوسرے مقام نس ناطف میں زندہ دفن کر دیا گیا۔

تاریخ اسلام میں حجر بن عدی وہ پہلے شہید ہیں جن کا سر نیزے پر بلند کیا گیا اور معاویہ وہ پہلا حاکم ہے جس نے مسلمانوں میں یہ رسم قائم کی ہے کہ سر نیزے پر چڑھایا جائے حالانکہ پہلے یہ طریقہ یہودیوں میں جاری تھا۔

شہر دمشق

دمشق ہزاروں سال تک ایک حکومت کے بعد دوسری حکومت کا دارالحکومت رہا۔ یہ ایک ایسی اہم جگہ تھی جس کے لئے قومیں جنگ کرتی رہیں۔ یہ ایک ایسا شہر تھا جس کے بارے میں صدیوں تک یہ مثل مشہور رہی کہ "دنیا کی ابتدا دمشق سے ہوئی اور اختتام بھی دمشق پر ہوگا"۔

یہ مملکت شام کا دارالحکومت ہے۔ دمشاق بن کنعان بن سام بن نوحؑ نے اس شہر کی بنیاد ڈالی اور اپنے نام پر دمشق نام رکھا۔ بعض قدیم کتابوں میں اس شہر کا قدیم نام دامشقبولس لکھا ہے۔ شہر کی ارضیاتی بناوٹ بڑی عجیب ہے۔ اس کے ایک طرف کوہِ حرمون ہے اور دوسری طرف شام کا صحرا۔ شہر کے سامنے دائرے کی صورت میں جبل تاسیون ۱۵۰۰ فٹ کی بلندی پر شہر کا نظارہ کر رہا ہے۔

پاکستانی سفیر یحییٰ نقوی صاحب نے اپنے گھر پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا تھا۔ واپسی میں انھوں نے سفارت خانے کی بڑی گاڑی سے واپس بھجوایا تو ڈرائیور سے تاکید کی کہ بلند پہاڑی سے شہر کا نظارہ دکھا کر ہوٹل واپس لے جانا۔ ابھی ابھی رات ہوئی تھی، پورا شہر روشنیوں سے جگمگا رہا تھا، بلند پہاڑی سے پورا شہر نظر آتا ہے۔

شہر دمشق سطح سمندر سے دو ہزار فٹ چڑھائی پر واقع ہونے کے باعث اس کی آب و ہوا بڑی خوشگوار ہے۔ ہزاروں سال کا شتکاری کے باوجود اس کے باغ اور زیتون کے درختوں کے جھنڈ اب بھی سرسبز و شاداب ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں بھی یہ شہر ایک مرکزی جگہ کے طور پر خوب جانا پہچانا جاتا تھا۔ مشرق، مغرب اور جنوب سے قافلوں کے راستے اس شہر سے گذرتے تھے۔ ان راہوں سے تاجر ریشم، خوشبو، قالین اور اجناس لے کر جاتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسحاقؑ کی شادی دمشق میں کی تھی اس لئے بنی اسرائیل شامی النسل ہونے کے دعوے دار تھے۔

اولاد انبیاء میں عرب سے شام آنے والے پہلے شخص کا نام قانعؔ بن عابر بن ارفخشد بن سامؔ بن نوح ہے۔ اولاد انبیاء نے یہاں تکلیفیں اٹھائیں، مصائب جھیلے، اس لئے اس سرزمین کو منحوس سمجھ کر ''شام'' کے نام سے پکارنے لگے، ''شام'' کے معنی ''منحوس'' کے ہیں۔

دمشق کا حسنؔ ہمیشہ دلکش رہا ہے۔ گلاب اور چمیلی کے پھول کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ شفاف پانی کے چشمے اور دریا، سبزہ زار شہر کا حُسن دوبالا کر دیتے ہیں۔ بادام، انجیر، ناشپاتی، خوبانی، اخروٹ، شہتوت، لیموں اور انار کے درختوں کی چاروں طرف بہتات ہے۔ انگور، کشمش، پستہ اور دیگر میوہ جات بھی وافر ہیں۔ جہاں تک نظر جاتی ہے مشرق میں جبل حورانؔ کی بنفشئی چوٹیاں نظر آتی ہیں اور مغرب میں کوہ حرانؔ کی پہاڑیوں پر جمی ہوئی سفید برف پُر کیف نظارہ پیش کرتی ہے۔

جناب ہابیل کی قبر

روضہ جناب زینبؑ سے تقریباً ستر کلومیٹر دور یہ مقام ہے۔ بہت بلند پہاڑی

پر یہ روضہ بنا ہوا ہے۔ یہاں سے اسرائیل اور لبنان کے باڈر ملے ہوئے ہیں۔ راستے میں چیکنگ ہوتی ہے۔فوجی علاقہ ہے۔ پہاڑی پر کھڑے ہوکر اسرائیل اور لبنان کی بستیوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔

ویگن کے ذریعے یہ طویل سفر طے ہوا، راستے بھر خوبصورت پُر بہار اور روح افزا مناظر دیکھنے میں آئے۔

قابیل نے ہابیل کو قتل کرنے کے بعد چالیس میل دور آکر یہیں دفن کیا تھا۔ ہابیل کی قبر تقریباً چھ گز لمبی ہے۔قبر پر سُرخ رنگ کی مخملی چادر چڑھائی گئی ہے، انجیل میں لکھا ہے کہ ہابیل بھیڑ بکریوں کے چرواہے تھے انھوں نے اپنے بھائی قابیل کی نسبت اللہ کی بارگاہ میں افضل قربانی پیش کی جو قبول ہوگئی، قابیل کسان تھا اس نے بدترین غلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جو قبول نہیں ہوا، اُس نے اپنے بھائی سے بدظن ہوکر اُسے قتل کر دیا۔قرآن میں ہے کہ دو کوّے آئے ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار کر دفن کر دیا۔قابیل نے دفن کا طریقہ کوّے سے سیکھ کر ہابیل کو دفن کر دیا۔حضرت آدمؑ نے ہابیل کی موت پر مرثیہ کہا جو اب تک عربی اور عبرانی زبان میں موجود ہے۔حضرت آدمؑ ہابیل کی موت پر برسوں روئے جب تک کہ سعادت مند فرزند حضرت شیثؑ کی ولادت نہ ہوگئی۔

اصحاب کہف

روضۂ حضرت زینبؑ سے تقریباً بیس کلومیٹر دور ایک بلند پہاڑی پر یہ غار موجود ہے جو اصحاب کہف سے منسوب ہے۔ اصحاب کہف کی یادگار ترکی، اردن، عمان، روم اور اندلس میں بھی موجود ہے۔ یہ واقعہ بادشاہ دقیانوس کے زمانے میں شہر افسوس میں پیش آیا تھا۔قرآن کریم کے اٹھارویں سورے سورۂ کہف میں پورا

واقعہ حضور اکرمؐ پر وحی کی صورت میں نازل ہوا۔

کوفے اور شام کی راہ میں سرِ امام حسینؑ نیزے پر سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ جسے سن کر صحابیٔ رسولؐ زید بن ارقم نے کہا تھا ''فرزند رسول اللہ آپ کا قصہ اصحاب کہف کے قصے سے بھی عجیب تر ہے''

ماہر ڈرائیور خوبی کے ساتھ ویگن اس بلند پہاڑی پر لے کر جاتے ہیں، سڑک بہت تنگ ہے دوسری طرف سے بھی گاڑیاں آتی ہیں لیکن ڈرائیور مہارت کے ساتھ راستہ دیکھ کر آگے بڑھتے ہیں۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایک مسجد ہے۔ مسجد کے اندر غار کا دہانہ ہے یہاں کی بلندی سے بھی شہر نظر آتا ہے۔

قبرستانِ باب الصغیر

مسجد اموی کے شمال میں شہر دمشق کا وسیع و عریض قبرستان ہے۔ چھوٹے چھوٹے روضے بنے ہوئے ہیں جن میں مندرجہ ذیل بزرگ ہستیوں کی قبریں یا شبیہ قبور ہیں۔

۱۔ حضرت اُمِ کلثومؑ ۲۔ حضرت سکینہ دختر امام حسینؑ ۳۔ حضرت میمونہ دختر امام حسنؑ مجتبیٰ

۴۔ حضرت حمیدہ دختر مسلم بن عقیلؑ ۵۔ حضرت اُمّ سلمہؓ ۶۔ حضرت اُمِ حبیبہ

۷۔ بلال حبشی ۸۔ عبداللہ ابن جعفرؓ ۹۔ حضرت عبداللہ ابن امام جعفر صادقؑ۔

۱۰۔ حضرت فاطمہ صغرا دختر امام حسینؑ ۱۱۔ حضرت اسماء بنتِ عمیس ۱۲۔ حضرت فضہ

۱۳۔ عبداللہ بن اُمِ مکتوم ۱۵۔ جناب مقداد۔

سلطنتِ ترکیہ کے عہد خلافت میں یہ روضے تعمیر ہوئے ہیں۔ بعض روضوں پر بادشاہوں کے نام بھی لکھے ہیں۔ ترکی کے بادشاہوں کو عظیم ہستیوں کی یادگاروں کو

محفوظ کرنے کا بے انتہا شوق تھا مکئے، مدینے اور عراق کے شہروں میں شام کے شہروں میں انھوں نے روضے تعمیر کروائے اور قبروں پر ضریح رکھنے کا اہتمام کیا۔ ظاہر ہے وہ علماً سے معلومات کرتے ہوں گے پھر اس عمارت کا سنگِ بنیاد رکھتے ہوں گے۔ علماً جو محقق نہیں ہوتے وہ اپنی علمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشورہ دیتے ہیں۔

شام کے زندان میں ایک برس قید رہنے کے بعد جب اسیرانِ اہلبیتؑ کا قافلہ مدینے واپس چلا گیا تو اب شام میں قبروں کا وجود کیسے ہوسکتا ہے۔ جنابِ سیّد سجادؑ کے ساتھ حضرت زینبؑ، حضرت اُمِ کلثومؑ، حضرت فضہؑ مدینے واپس آئیں۔ صرف حضرت زینبؑ دوبارہ شام گئی ہیں اس لئے آپ کا روضۂ مبارک وہاں زیارت گاہِ عوام وخواص ہے۔ حضرت اُمِ کلثوم اور حضرت فضہؑ کی قبریں جنت البقیع مدینے میں ہیں۔

حضرت اُمِ سلمہؑ زوجہ رسولؐ اللہ واقعۂ کربلا کے وقت ۹۵ برس کی تھیں اور وہ کبھی مدینۂ نبیؐ اکرم سے باہر نہیں نکلیں، اسی طرح اُمِ حبیبہ زوجہ رسولؐ اللہ بھی مدینے سے باہر نہیں نکلیں، حضرت عائشہ نے جنگ جمل میں چلنے کے لئے حضرت اُمِ سلمہؑ سے کہا کہ میرے ساتھ چلو تو آپ نے فرمایا کہ قرآن اور رسولؐ اللہ نے ازواج کو گھروں سے نکلنے کے لئے منع کیا ہے ہم مدینے سے باہر نہیں جاسکتے ایسی صورت میں امام حسینؑ بھی اُمِ سلمہؑ کو کربلا نہیں لے گئے احترام زوجۂ رسول آپ کی نگاہ میں تھا حضرت سلمہؑ اور حضرت میمونہ کی وفات مدینے میں ہوئی اور جنت البقیع میں ان کی قبریں ہیں۔

حضرت فاطمہ صغرا بھی کربلا کے سفر میں امام حسینؑ کے ساتھ نہیں تھیں آپ کی

وفات بھی مدینے میں ہوئی ہے۔

حضرت اسماؑ بنتِ عمیس (زوجۂ حضرت جعفر طیّار) واقعۂ کربلا سے بہت پہلے وفات پا چکی تھیں۔ ان کی وفات بھی مدینے میں ہوئی۔

حضرت عثمان کی ایک زوجہ رقیہؑ سے ایک بیٹا ابانؑ پیدا ہوا جو کمسنی میں انتقال کر گیا اس کی قبر بھی اسی قبرستان میں بنی ہوئی ہے جبکہ یہ واقعہ مدینے کا ہے۔

حضرت مقداد نے موضع جرف میں انتقال کیا جو مدینہ منورہ سے ایک فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے، میت جنت البقیع میں سپردِ خاک کی گئی۔ بھلا شام کے شہر دمشق میں ان کی قبر کہاں سے آ گئی۔؟

حضرت بلال حبشی کی قبر لبنان میں ہے۔

خیال یہ ہے کہ یہ قبریں عقیدتاً بنائی گئی ہیں۔ اور یہ اصل قبروں کی شبیہ ہیں۔ زیارت کرنے میں ثواب ہے۔ اور سعودی حکومت کے لئے ایک علمی درس ہے کہ اگر مدینے میں ان ہستیوں کے روضے محفوظ رہ جاتے تو اس دور دراز ملک میں یہ یادگاریں کیوں قائم کی جاتیں۔

شہرِ حلب

شمال مغربی شام کا یہ ایک پرانا شہر ہے جو کسی زمانے میں بڑا تجارتی مرکز ہونے کے باعث خاصی شہرت رکھتا تھا۔ حلب کے لغوی معنی ہیں ''دودھ''۔ حضرت ابراہیم اس بستی میں اپنے ریوڑ کا دودھ دوہا کرتے تھے اسی نسبت سے یہ بستی ''حلب'' کے نام سے مشہور ہوگئی۔ آج کل یہ غربی شام کا ایک اہم شہر ہے۔ ترکی کی سرحد پر انطاکیہ کے شمال مشرق اور اسکندریہ کے جنوب میں۔ شہر کی تاریخ سات ہزار سال پرانی ہے ''قلعہ حلب'' شہر کے درمیان عجائبات میں شمار ہوتا ہے، ہلاکو خان نے ،

تیمور لنگ اور عثمانی ترکوں نے اپنے اپنے عہد میں حلب کو فتح کیا اس لحاظ سے یہ شہر خاص تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ عیسائیوں کی آبادی زیادہ ہے جگہ جگہ بلند و بالا کلیسا بنے ہوئے ہیں۔ بارونق اور خوبصورت شہر ہے۔ پہاڑوں پر بھی شہر کی آبادی دور دور نظر آتی ہے۔

پرانے زمانے میں حلب شہر کے بنے ہوئے آئینے اور تلواریں بہت مشہور تھیں۔

میر انیسؔ نے حضرت امام حسینؑ، حضرت علی اکبرؑ کے سراپا میں "آئینۂ حلب" کی ترکیب استعمال کی ہے۔

پیدا ہے، زلف و روئے منور سے شانِ ربّ　　نکلا ہے آفتاب میانِ سوادِ شب

یہ لطف روزِ عید و شبِ قدر میں ہے کب　　ہے دو طرف تو چین و خطا بیچ میں حلب

رستہ نہ بھول جائے مسافر ہجوم میں

اک شب کا فاصلہ ہے فقط شام و روم میں

آئینہ حلب سے فزوں تر صفا میں ہے　　یہ ضو نہ بدر میں ہے نہ شمس الضحیٰ میں ہے

رخسار سے بہم تھے جو گیسوئے پُرشکن　　حیران تھے سب کہ مل گئے کیوں کر حلب ختن

سینہ صفا میں غیرتِ آئینۂ حلب　　اس میں بھرے ہوئے ہیں گہر ہائے رازِ ربّ

قربان رونق خط رخسار سُرخ فام　　یہ صبح ہے حلب کی تو گیسو ختن کی شام

غل ہے کہ علمدارِ حسینؑ آتا ہے رن میں　　ہے تہلکہ مصر و حلب و روم و ختن میں

قرآں کی لوح مطلع نور آفتاب دیں　　آئینۂ حلب یدِ بیضا مہ جبیں

دو اور جلا آئینۂ تیغ عرب کو لو روم کو قبضے میں تو قابو میں حلب کو

شہر حلب میں ہم زیارت کے لئے قریبِ شام پہنچے، ڈرائیور سب سے پہلے نبی اللہ حضرت زکریا علیہ السلام کی قبر پر لے گیا۔ ایک قدیم وسیع و عریض مسجد ہے جو کبھی گرجا رہا ہوگا۔ اندر محراب سے قریب ضریح میں حضرت زکریا کی قبر تھی مسجد کے چاروں طرف خوشنما باغات ہیں اور اب شہر کے درمیان پر رونق مقام پر چاروں طرف پختہ سڑکیں اور بڑے بڑے بازار ہیں۔ یہاں زیارات کے لئے عیسائی بھی خاصی تعداد میں نظر آتے ہیں۔

حضرت زکریاؑ کے روضے سے زیارت کر کے کافی فاصلے پر حضرت محسن کے روضے پر پہنچے۔

اسیرانِ اہلبیت کا قافلہ کوفے سے چل کر موصل، نصیبین، حماہ، حمص اور عسقلان ہوتا ہوا شہر حلب میں داخل ہوا۔

جبل جوشن حلب کا ایک بلند پہاڑ ہے اوپر جانے کے لئے تقریباً پچھتر زینے ہیں، بڑے بڑے پتھروں سے یہ عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ پہاڑ کے مغربی جانب ایک قبرستان ہے جس میں صاحبِ مناقب ابن شہر آشوب کی قبر ہے اور دیگر علما کی بھی قبریں ہیں۔

پہلے اس مقام پر تانبے کی کان تھی، اہلبیت کے قیدی بچوں اور عورتوں نے کان کے مالکوں سے پانی مانگا تو انھیں پانی دینے سے انکار کر دیا اس کے بعد اس تانبے کی کان پر تباہی آئی اور سب برباد ہو گئے۔

کوہِ جوشن پر ایک حجرے میں معصوم فرزندِ امام حسین جناب محسن کی قبر ہے۔

بادشاہ سیف الدولہ جب حلب پر حکمراں تھا اس کو خواب میں بشارت ہوئی کہ

اس قبر پر روضہ تعمیر کرے، اس نے یہاں یہ روضہ تعمیر کروایا۔

قافلہ آلِ محمدؐ جب حلب میں داخل ہوا تو شہر کو پہلے سے آراستہ کیا جاچکا تھا۔ حلب کے حکمراں کو پہلے ہی مطلع کیا جاچکا تھا۔ ہر جگہ جشنِ مسرت میں طبل بج رہے تھے، رقص و سرور کی محفلیں گرم تھیں، یزیدی خوش تھے۔ لیکن محبان آلِ محمدؐ اپنے گھروں میں صفِ ماتم بچھا کر بیٹھے تھے۔ لشکرِ یزید نے شہر حلب میں کافی وقت کے لئے قیام کیا، صبح سے لے کر عصر تک شہر حلب کے مرکزی چوک پر امام حسین علیہ السلام کا سر نیزہ پر نصب رہا، تماشہ دیکھنے والے خوشی سے یزید کی فتح کے نعرے لگاتے تھے اور ایک دوسرے کو بتاتے تھے۔ اب وہ چوک زیارت گاہ بن چکا ہے۔

حلب کے دامن میں ایک پہاڑ اور ہے جس کا نام "معمورہ" ہے یہاں کے تمام باشندے یہودی تھے۔ یہاں کا حکمراں عزیز تھا جسکی زوجیت میں (جناب شہر بانو کی کنیز) شیریں تھی۔ شیریں کو صرف یہ معلوم ہوا تھا کہ امام حسینؑ کے خاندان والے آرہے ہیں وہ بہت خوش تھی اور استقبال کی تیاریاں کر رہی تھی، تاریخ کی کتابوں میں تفصیلات موجود ہیں لیکن مرزا دبیر اور میر انیس نے جس طرح اس واقعہ کو نظم کردیا ہے اس کا جواب نہ ہوسکا۔

شیریں اپنے قلعہ میں اہلبیتؑ اطہار کی آمد کی خوشی میں تیاریاں کر رہی ہے۔

جب حرم قلعۂ شریں کے برابر آئے　　　غل ہوا کعبے سے مولا مع لشکر آئے

کہا شیریں نے کہ ارمان دلی بر آئے　　　مرے مولا مرے سلطاں مرے سرور آئے

شانِ حق نور خدا قدرت باری دیکھو

جاؤ لوگو مرے آقا کی سواری دیکھو

مری بی بی کی امیرانہ سواری ہوگی　　　ناقے پر عرش کے مانند عماری ہوگی

مسند نور پہ کسریٰ کی وہ پیاری ہوگی گہنا سب تحفہ تو پوشاک بھی بھاری ہوگی
ہیرقیں نور کی ہاتھوں میں کشادہ ہونگی
فوجیں حوروں کی، سواری میں پیادہ ہونگی
تھا خیال اُس کو کہ جو گرد تو یاور ہونگے بیچ میں لشکر اسلام کے سرورؑ ہونگے
گھوڑے پر ناقہ زینبؑ کے برابر ہونگے پردہ محمل کا اٹھائے ہوئے اکبرؑ ہونگے
واں نہ محمل تھا نہ حشمت تھی نہ زیبائی تھی
سرِ شبیرؑ کے ہمراہ بہن آئی تھی

شیریں نے نبیؐ زادیوں کو چادریں دیں لیکن قافلہ جب آگے بڑھا لشکرِ یزید نے وہ چادریں بھی چھین لیں۔

حلب میں دوسری اہم زیارت مقام مسجد راس الحسینؑ ہے جسے ''مشہد النقطہ'' کے نام سے پکارتے ہیں۔ مسجد میں ایک ضریح ہے جس کے اندر ایک پتھر پر سُرخ خون کے نشان ہیں یہاں امام حسینؑ علیہ السلام کا سر رکھا گیا تھا۔ اس پتھر میں یہ خصوصیت ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تازہ سرخ خون اُبل رہا ہے۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں اسیروں کا قافلہ معمورہ سے آکر رات میں ٹھہرا تھا یہ جگہ نصرانی راہب کا دیر (گرجا) ہے۔ گرجا کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ شمر نے باہر سے با آواز بلند ''یا اہل الدیر'' کہہ کر پکارا، گرجا کا بڑا پادری نصر خزاعی گرجا کی چھت پر آیا۔ اوپر سے جھانک کر اس نے پوچھا، تم کون ہو اور ہم سے کیا چاہتے ہو؟ شمر نے کہا۔ ہم ابن زیاد کے سپاہی ہیں اور کوفے سے شام جا رہے ہیں۔ پادری نے کہا، کس لئے جا رہے ہو، شمر نے کہا، ایک شخص نے یزید کے خلاف (معاذ اللہ) بغاوت کی تھی، ابن زیاد نے عراق میں اسے قتل کیا ہے ہم اس باغی (معاذ اللہ)

کے انصار کے سر اور اس کے اہلحرم کو اسیر کر کے یزید کے پاس لے جا رہے ہیں۔

راہب نے غور سے دیکھا تو سرِ امام مظلوم سے مسلسل نور نظر آ رہا ہے۔ شمر نے کہا ہم کو اس گرجا میں رات گزارنے دو، راہب نے کہا تمہارا لشکر بہت زیادہ ہے ہم اندر آنے کی اجازت نہیں دیں گے، ہاں یہ سر ہمارے پاس امانت کے طور پر رکھ دو صبح واپس لے لینا۔

راہب نے امام حسینؑ کا سر اُس پتھر پر رکھا تھا جو آج تک وہاں موجود ہے۔

پوری عمارت بڑے بڑے پتھروں سے تعمیر ہوئی ہے۔ دن بھر زائرین کی آمد ہوتی ہے۔ بس، ویگن اور کاریں آتی رہتی ہیں۔ یہاں ہم نے مجلس عزا کی ماجد رضا عابدی نے نوحہ پڑھا۔ مجلس میں بہت گریہ ہوا۔

یہاں پہنچ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم چودہ سو برس پرانا حلب دیکھ رہے ہیں۔

حلب سے واپسی پر شہر حمص اور شہر حماہ سے گزرتے ہوئے واپس دمشق آ گئے۔

حمص اور حماہ میں بھی زیارتیں ہیں لیکن وہاں نہیں جا سکے۔ رات ہو چکی تھی اور دوبارہ اتنی دور جانا ممکن نہیں تھا۔ دمشق سے حلب بہت دور ہے وہاں سے ترکی کی سرحد قریب ہو جاتی ہے۔

دربارِ یزید

قصر خضرا زمانہ روما کی یادگار نہایت وسیع اور عالیشان اندرونی حصہ کو توڑ پھوڑ کر کے ایرانی ساخت کا ایک عجیب نمونہ بنوا دیا تھا۔ پورا قلعہ پتھر کا بنا ہے اور اس کا دروازہ پرشوکت وضع قطع کا ہے، نام کی مناسبت سے سبزی مائل ہونے کے بجائے قلعہ کا پتھر نہ تو سنگ خارا سا سرخ، نہ سنگ مرمر سا سفید اور نہ سنگ اسود سا سیاہ بلکہ گلابی سیاہی مائل ہے لیکن شفاف ایسا ہے کہ نگاہ جم نہیں سکتی۔ لطف یہ ہے کہ اس

عجیب وغریب پتھر میں سنگ سیاہ کے چھوٹے چھوٹے بوٹے اس طرح بھرے ہیں گویا اوپر نیچے نقطے دے رکھے ہیں۔اس صناعی سے مانی و بہزاد بھی حیران وانگشت بدنداں ہیں۔خدا جانے کن کن کاریگروں کی عرق ریزی ودماغ سوزی سے اور کس قدر دولتِ کثیر سے اس قلعہ کو تیار کیا گیا ہوگا۔دروازہ کے اُوپر ہر طرف دو برج بیٹھنے کے لئے سیاہ بیل بوٹوں سے منقش دکھائی دیتے ہیں۔نظارہ نہایت دل فریب وحیرت افزا ہے۔

صاحب مختار نامہ لکھتے ہیں کہ اس محل کے پانچ بڑے دروازے یکے بعد دیگرے تھے۔پہلے دروازہ پر دورویہ سیاہ عمامہ پوش سپاہی پہرہ پر ایستادہ رہتے تھے۔ دوسرے دروازے میں رنگارنگ فرشوں پر آبنوسی کرسیاں بچھی تھیں اور ان پر بڑے بڑے عہدہ دار اور اہلکار رونق افروز ہوا کرتے تھے۔تیسرے دروازے پر ایک بڑی بساطِ شطرنج بچھی تھی۔یہاں دیبائے رومی کے پردوں سے مزین ایک محفوظ نشست گاہ امراء روؤساء تھی۔چوتھے دروازے پر خاص شاہی خادم لباسِ دیبا پہنے، حریر وزربفت کے پٹکوں سے کمریں کسے کھڑے رہا کرتے تھے۔اس سے آگے ایک صحن تھا جہاں کچھ اور ملازم سیاہ سنہری پٹکے باندھے اور عصائے مرواریدی لئے دست بستہ کھڑے رہتے تھے بعدِ شہادتِ امام حسینؑ اس جگہ کے خادموں کو طشتیہ کہنے لگے کیونکہ سرمبارک سیدالشہداؑ طشتِ طلا میں رکھ کر اِسی جگہ پیش کیا گیا تھا۔ اس دروازے کے بائیں طرف زنانہ محل سرا کے قریب ایک طلائی قبہ طرح طرح کے بیل بوٹوں سے منقش بنا تھا جس کی چھتیں بھی سونے کی اور کامدار تھیں۔اِرد گرد ریشمی زربفتی پڑدے لٹک رہے تھے۔وسط میں سنہری شہ نشین تھی۔فرش در فرش اتنے بچھے تھے کہ چبوترہ سا معلوم ہوتا تھا۔یزید اس فرش پر رونق افروز تھا ادنیٰ واعلیٰ

سبھی تاجپوشی کی مبارکباد پیش کرنے لگے۔ جشن کئی دن تک رہا۔ امیروں رئیسوں، سرداروں اور نامور اشخاص کو حسب عہدہ و مرتبہ خلعت و انعام عطا ہوئے۔ ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ ہوا ان کے عہدے بڑھائے گئے۔ رنگ وراگ کی محفلیں گرم ہوئیں۔ نغمہ وسرور کی دلکش آوازوں سے کوچہ و بازار گونج اٹھے۔ فقیروں اور محتاجوں کے لئے خیرات کے دروازے کھول دیئے گئے۔ مہمانوں کی خوب مہمان نوازی ہوئی امراز ناکاری پر اتر آئے۔ خوب شرابیں لنڈھائی گئیں۔ مدرسے و دفاتر بند کر دیئے گئے ہر حاجتمند کی احتیاج پوری کی گئی۔ غرض کئی روز تک دن عید اور رات شبِ عیش و عشرت معلوم ہوتی تھی۔

یزید بن معاویہ جانتا اور سمجھتا تھا کہ اس وقت سینکڑوں لوگ ایسے موجود ہیں۔ جنھوں نے رسولؐ اللہ کی آنکھیں دیکھی تھیں۔ اسلام کی وقعت اور عظمت بدرجہ غایت ان کے لوحِ دل پر کندہ ہے۔ وہ میری بدکرداریوں اور وحشیانہ خصلتوں سے آزردہ ہیں۔ اس لئے اس مکار نے چاہا کہ معترضین کا منھ بند کرنے کے لئے ایسی مقتدر ہستی کو ہاتھ میں لے جس کے فرمان کے آگے نہ صرف اہل مدینہ سر تسلیم خم کرتے ہیں بلکہ کل عالم اسلام کے نزدیک وہ واجب التعظیم اور قابل احترام ہے۔ اس عظیم شخصیت کی تائید سے میری بدعنوانیاں روزِ روشن کی طرح طشت ازبام نہ ہوں گی۔ ایسی مایہ ناز ہستی امام حسینؑ کے سوا کوئی دوسری نہ تھی جو نہ صرف سبطِ نبیؐ ہی تھے بلکہ نبیؐ کی تعلیم، نبیؐ کی تربیت و تبلیغ اور نبیؐ کے اخلاق حسنہ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ نواسۂ رسولؐ مقبول چونکہ یزید کے عادات واطوار بداخلاقی و بدخصلتی سے بخوبی واقف تھے انصاف کیجئے حسینؑ جیسا غیور باہمت انسانِ کامل یزید جیسے ننگ اسلام دعویدارِ خلافت رسولؐ کے آگے کس طرح اپنا سر اقدس جھکا سکتے تھے۔

بیعت نہ کرنے سے یزید کی آتشِ غضب بھڑک اٹھی، اس ستم ایجاد نے وہ ظلم و جور کیئے کہ ان مظالم پر ملامت کرنے کے لئے جگہ جگہ حسینؑ کی صفِ ماتم بچھتی ہے اور تا قیامت یہ سلسلہ ساری دنیا میں جاری رہے گا۔ اگر یزید بدبخت کا اوندھا دماغ اس بات کو سمجھ لیتا کہ ابن علیؑ کی شہادت دنیائے اسلام کے لئے عظمت و حرمت، انس و محبت اور واجب التعظیمی کا سبب بن جائے گی۔ اور وہ ذلیل و خوار ہو جائے گا۔ تو اس کا جذبۂ حسد قتل امامِ عالی مقام کو ہرگز گوارا نہ کرتا۔ اس کو تو یہ سمجھا گیا تھا کہ زیادہ سے زیادہ ۲۰ یا ۳۰ سال تک حسینؑ کی قربانیوں کا تذکرہ قائم رہے گا اور رفتہ رفتہ ان کی یاد خود بخود دماغوں سے مٹ جائے گی۔

شہرِ شام کے بارہ دروازے تھے:-

۱۳ ہجری میں ابوبکر بن قحافہ نے خالد بن ولید مخزومی کو فتح دمشق کے لئے مامور کیا۔ اس وقت بھی یہ شہر اتنا وسیع اور پُررونق تھا کہ چھ دروازوں کی طرف سے مورچہ بندی ہوئی تھی اور ہر دروازہ پر کمان کے لئے علیحدہ افسر متعین تھے۔ اُن شہر کے دروازوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ باب جابیہ: اس کو جابیہ الجولان بھی کہتے ہیں۔ باب مشرقی کی طرح اس کے بھی تین محراب دار در تھے۔ جاب کے معنی سخت مضبوط کے ہیں۔ چونکہ یہ دروازہ بہت مضبوط اور وسط دیوار میں مانند ایک قلعہ کے تھا اس لئے اس نام سے نامزد ہوا۔ یاقوت حموی لکھتا ہے کہ اس دروازے کو حضرت سلیمان کے حکم سے دمشق بن جیرون بن سعد بن عاد بن ارم بن سام بن نوح نے تعمیر کرایا تھا اور اپنے باپ جیرون کے نام پر اس کا نام جیرون رکھا تھا ممکن ہے اپنے نام پر شہر کا نام دمشق اور باپ کے نام پر باب کا نام جیرون رکھا ہو۔ اس دروازے کے باہر ایک محلہ ''لولو ۃ''

کے نام پر اور آباد تھا۔ یزید بن معاویہ کو یہ جگہ ایسی پسند آئی کہ اس دروازے کے سامنے اس نے اپنی بیٹی عاتکہ زوجہ عبدالملک بن مروان کے لئے ایک عالیشان قصر تعمیر کرایا۔ قصر سے ملحقہ آراضی کو آراضی عاتکہ کہتے ہیں۔ اس دروازے کے افسر کمان عبیداللہ بن جراح تھے۔

۲۔ باب توما: تھومس نامی ایک رومی بادشاہ کے داماد نے جوایک مشہور اور بہادر سپاہی تھا اس دروازہ کی بنیاد قائم کی تھی۔ عرب اس کو توما کہتے تھے اس لئے دروازے کا نام توما مشہور ہوگیا۔ شرجیل بن حسنہ اس دروازے پر بحثیت کماندار متعین تھا۔

۳۔ باب صغیر: اس باب کا دوسرا نام باب شاغور تھا کیونکہ یہ دروازہ شاغور محلّہ کے سامنے تھا۔ یزید بن ابوسفیان براور معاویہ اس دروازہ پر افسر مقرر ہوا تھا۔

۴۔ باب فرادیس: اس باب کا دوسرا نام باب العمارہ تھا خوبصورت اور عالیشان ہونے کہ وجہ سے جنّت کا دروازہ کہلانے لگا۔

اس دروازے کا افسر عمر بن معدی کرب تھا۔

۵۔ باب کیسان: عیسائی اس دروازے کو باب پولس کہتے تھے۔ حضرت مسیح کے شاگردوں نے پولس رسول کو ٹوکرے میں بٹھا کر اس دروازہ کی دیوار سے نیچے اُتارا تھا۔ ان کا ایک گورستان بھی یہاں تھا۔ قیس بن ہبیرہ اس دروازے پر افسر کمان مقرر ہوا تھا۔

۶۔ باب شرقی: اس کے تین محراب دار دروازے تھے۔ وسطی محراب ۲۸ فٹ بلند اور ۲۰ فٹ ۱۱۶نچ چوڑی تھی۔ ایک پختہ سڑک اس دروازہ سے شروع ہو کر باب جابیہ تک چلی گئی تھی۔ سڑک کا طول ایک میل تھا۔ یہ وہی سڑک ہے جس کا تذکرہ

رسولوں کی کتابوں میں درج ہے اس سڑک کے شمال میں عیسائیوں اور جنوب میں یہودیوں کے مکانات تھے۔ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں یہود زیادہ آباد تھے پولس رسول کے بعض شاگرد یہاں آبسے تھے۔ اس دروازے کی کمان خالد بن ولید کے ہاتھ میں تھی۔ فتح کی یادگار میں ایک مینارہ بنوایا گیا تھا۔ جو دروازہ کے گرد محیط تھا۔

۷۔ باب ساعات: حضرت سلیمانؑ کے حکم سے دمشق بن جیرون نے اس دروازے کو تعمیر کرایا تھا۔ مضبوطی اور خوبصورت نقش ونگار کی وجہ سے یہ دروازہ مشہور ہے۔

دمشق ایسا مقام ہے جس میں جنّت کی نعمتیں موجود ہیں۔ فرق یہ ہے کہ جنّت کا راستہ دور دراز ہے اور بغیر نیک اعمال کے کوئی وہاں نہیں جا سکتا لیکن دمشق تک ہر شخص بآسانی پہنچ سکتا ہے۔

۸۔ باب الفرج: شہر دمشق کو جلق بھی کہتے ہیں۔ یہ نام دراصل شہر کا نہیں بلکہ دروازے کا نام تھا۔ جلق ایک مشہور ومعروف عورت تھی جس کا بت اس دروازہ پر نصب تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ نیکی و پارسائی کی وجہ سے بحیثیت ایک دیوی کے پوجی جاتی تھی یا خوبصورتی کے باعث عاشقوں کے دل کا بہلاوا تھی۔ اس دروازے کی دلفریبی کو دیکھ کر کسی شاعر نے کہا ہے۔

قل ماتشاء من جلق   وانسب لها الا هرج

قل خیروایمین بها   وابابها باب الفرج

جلق یعنی دمشق کی نسب جو جی میں آئے کہہ دیجئے اور جس سے نسبت دینا مقصود ہووے دیجئے کچھ حرج نہیں خیر و برکت تو اس جگہ ہے کیونکہ اس کا دروازہ باب فرج یعنی راحت اور خوشی کا دروازہ ہے۔

۹۔ باب الرایا: شہر کی فصیل کی دیوار بیضوی شکل میں خم کھاتی ہوئی اس دروازہ

تک آئی ہے۔

۱۰۔باب مرقش: بعد فتح دمشق اس دروازہ کا نام باب السلامہ رکھا گیا تھا کیونکہ اس دروازے پر کوئی جنگ نہیں ہوئی تھی۔

۱۱۔باب الزیارہ:

۱۲۔بالعلقہ:

علاوہ ان دروازوں کے مشہور ومعروف بازار ۳۵ تھے۔

حضرت زینبؑ کا دوسرا میدانِ کارزار دربارِ یزید

یزید کی شقاوت قلبی اور خباثت باطنی ابن زیاد سے کچھ زیادہ ہی تھی اس پر مستزاد یہ کہ دربار کو خوب سجایا گیا تھا تاکہ بیبیاں شاہی دبدبے سے مرعوب ہوں مگر حضرت زینبؑ خداداد قوت کا مظاہرہ کرنے کیلئے پہلے سے بھی زیادہ سنجیدہ نظر آرہی تھیں۔

یزید ملعون کا سات دروازوں والا عالیشان محل:

شیعہ اور سنی مورخین کے مطابق، یزید نے اپنے جاہ وحشمت کے اظہار کیلئے اپنے محل میں ہر طرح کا اہتمام کررکھا تھا۔محل کے چاروں طرف بڑے بڑے اور اونچے اونچے پختہ اور شاندار دروازے تھے ہر دروازے کے دو مزین کواڑ تھے۔ہر کواڑ کے ساتھ غلام، ہاتھ میں مرصع عصا لئے ہوئے تھا اس طرح محل کے ہر کمرے کے باہر مختلف رنگوں کے لباس فاخرہ میں ملبوس چوبدار کھڑے ہوئے تھے۔اس کا دیوان عام جو محل کے عین درمیان میں واقع تھا اس کی راہداری میں دونوں طرف برابر فاصلے پر لونڈیاں اور غلام دست بستہ مودب کھڑے ہوئے تھے۔اس تمام

ماحول سے عجیب نحوست اور ہیبت ٹپکتی تھی۔اس کا دربار ایک بہت بڑا ہال تھا۔اس میں ایک اونچی جگہ پر چار سنہری مختلف الانواع ورنگ ،نگینوں سے مزین کرسیاں تھیں ان پر غیر ملکی سفرآء بیٹھے تھے ان کرسیوں سے اونچا اس کے لئے ایک بڑا تخت تھا جس کی پشت اور بازوؤں پر ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔یزید سنہری زرق برق پوشاک پہنے نہایت غرور وتکبر سے اکڑ کر تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور کرسیوں پر اعیانِ سلطنت ،سردارانِ قبائل عرب کے اکابرین شہر بیٹھے تھے۔شراب وکباب اور آلات موسیقی وقمار سے ہر ایک کی تواضع کی جارہی تھی، گائیک اور طوائفیں دھیمے سُر چھیڑ کر ان کے دل بہلا رہی تھیں گویا کہ یزید کی شاندار فتح کا جشن منایا جارہا تھا۔

حضرت زینبؑ کی خستہ حالی:

ظاہرہ طور پر حضرت زینبؑ کی حالت زار ناقابل ذکر تھی۔ایک بھوکی پیاسی غمزدہ اور تباہ حال ضعیفہ جو پرتشدد سفر کی چالیس منزلیں طے کر کے آئی ہو کون اس کی کیفیت قلمبند کرسکتا ہے! بہر حال بروایت حضرت امام سجاد علیہ السّلام ہم یزید کے محل میں اس طرح لائے گئے کہ ہم تمام قیدی ایک موٹے رسے میں بندھے ہوئے تھے۔اس کا ایک سرا میری گردن میں بندھا ہوتا تھا اور دوسرا میری پھوپھی اماں کی گردن میں درمیان میں باقی بیبیاں اور بچے ہمیں کھینچ کر چلایا جارہا تھا اگر کوئی ذرا سی بھی کوتاہی کرتا تو اس پر تازیانوں کی بارش کردی جاتی تھی دربار میں پہنچتے پہنچتے یہ حالت ہوگئی تھی کہ ہم گرتے پڑتے آرہے تھے۔اب اندازہ کریں ایک طرف یہ بے کسی لاچاری اور دوسری طرف وہ ٹھاٹ باٹھ تزک واحتشام یہی وہ مقام ہے کہ انسان خدائی طاقت کا قائل ہوجاتا ہے عام آدمی تو ایسی کیفیت میں زندہ ہی نہیں رہ سکتا ممکن ہے ماحول کا ایسا رعب اس پر طاری ہو کہ حرکت قلب بند ہوجائے۔

یزید کے دربار میں حضرت زینبؑ کی استقامت

عرفان و معرفت سے آشنا حضرات اس نکتے کو سمجھ سکتے ہیں کہ یزید کی تیرگی و کثافت کے مقابلے میں نورِ ایمانی اور طاقت روحانی کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے معظمہ علیہ السلام کو اتنی طاقت عطاء کی تھی کہ اس پر شکوہ ماحول میں اور اس شہر شام میں جہاں چالیس سال تک علی علیہ السلام کا نام گالی بنا رہا تھا اور معاویہ نے بڑی محنت سے بنی امیہ کو شامیوں کی نگاہ میں صاحب شرف اور اہلِ بیت اطہار علیہ السلام کو ہیچ اور پست مشہور کیے رکھا تھا، حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے یزید اور معاویہ کے مکار چہروں سے اسلام کی مقدس نقاب ہٹا کر اس باپ بیٹے کی ذلیل و پست طینت کو طشت از بام کر کے رکھ دیا اور یزید باوجود مطلق العنان بادشاہ کے دم نہ مار سکا۔

دربار میں روداد کا سنایا جانا:

جب سب قیدی دربار میں آگئے تو فوج کے جرنیل آگے بڑھے اور اپنی کارگزاریاں بیان کرنے لگے۔ یزید پوچھے جا رہا تھا اور لوگ جواب دیئے جا رہے تھے حتیٰ کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت تک کے تمام واقعات سنائے گئے۔ اسی اثناء میں امام علیہ السلام کا سر مقدس ایک سونے کے طشت میں رکھ کر ملعون کے آگے رکھ دیا گیا۔ (حیاتِ طیبہ حضرت زینبؑ، تالیف شہید آیت اللہ سید عبدالحسین دستغیب)

دربارِ یزید میں اہلِ بیتؑ کا داخلہ:

اِس بھرے دربار میں ''شہزادی زینبؑ'' کو بے پردہ قیدی بنا کر لایا گیا تھا، مرزا دبیر نے ایک مرثیے میں تفصیل سے بیان کیا ہے:۔

القصہ انجمن میں حرم بے نقاب آئے
پر کانپتے ہوئے صفتِ آفتاب آئے
بزم شراب ورقص میں عفت مآب آئے
نذر یزید کے لئے سب شیخ وشاب آئے
ہے شمر کی جفا پہ محل شور و شین کا
زینبؑ کے آگے نذر دیا سر حسینؑ کا

اُچھلا خوشی سے تخت پہ وہ دشمن خدا
سجادؑ کو سنا کے کہا شمر مرحبا
کرسئ زر حسینؑ کے قاتل کو کی عطا
عابد کو بیٹھنے کی زمیں پر نہ دی رضا
بدمست جام پیتا تھا اور بدحواس تھا
سر شاہؑ دیں کا شیشہ و ساغر کے پاس تھا

بولا یزید دیکھ کے سر کی شکوہ و شاں
سیّد کا سر یہی ہے کہا شمر نے کہ ہاں
شہزور تھا سپاہِ حسینؑ کا ہر جواں
اطفالِ شیر خوار بھی تھے شیر بے گماں
رن میں انگوٹھے چوستے جھولے سے آتے تھے
پیکاں گلے پہ کھاتے تھے اور مسکراتے تھے

بولا وہ منہ پھرا کے یہ اب تک سنا نہیں
اُس نے کہا مبالغہ اِس میں ذرا نہیں
شیر خدا کا زور تجھے یاد کیا نہیں
اژدر کو گاہوارے میں چیرا ہے یا نہیں
کیا سن تھا کئے برس کے جناب امیر تھے
کُل دو مہینے کے شہ برنا و پیر تھے

اُس نے کہا کہ ہاں وہ امام انام تھے
اِس نے کہا کہ یہ بھی عزیز امام تھے
دریا ولی میں شک نہیں گو تشنہ کام تھے
سرِ دفتر شکوہ و جلال ان کے نام تھے
اشراف مکہ تھے نجبائے مدینہ تھے
سر حلقہ نام داروں کے مثل نگینہ تھے

ہمت میں فوج فوج میں یکتا ہر اک دلیر　　جوہر میں تیغ تیغ زنی میں خدا کے شیر
جز یاد حق زمانے کی سب نعمتوں سے سیر　　حاکم پکارا خیر عناں اب زباں کی پھیر
ان میں سے ایک پنجتنی کا بیان کر
تفصیل وار تیغ زنی کا بیان کر

بولا ادب سے جوڑ کے ہاتھوں کو وہ شریر　　قاسمؑ کی حرب و ضرب کا سن حال اے امیر
یہ قیدیوں کے ساتھ ہے جس کی دولہن اسیر　　مہر اس سے بخشوا لیا اور والدہ سے شیر
مہندی لگا کے خون میں یہ لال ہو گئے
سہرا بندھا تھا سر پہ کہ پامال ہو گئے

جوڑا شہانا پہنا کہ چاک آستیں ہوئی　　وہ آستیں نصیب عروس حزیں ہوئی
جنگل میں آرزوے بہشت بریں ہوئی　　اس رشک گل کے خون سے رنگیں زمیں ہوئی
شادی ہوئی وصال خدا کی یہ بیاہ میں
دنیا ہی کو طلاق دیا وعدہ گاہ میں

شربت کہاں کہ تلخ تھی مہمانوں کو حیات　　جس گھر میں تھا عزیزوں کا ماتم وہیں برات
دولہا دولھن تھے سکتے میں کیا ہے یہ واردات　　منھ سے نہ بات کی نہ چنی ہاتھ سے نبات
اُس وقت ایک حشر ہوا کائنات میں
جس دم دولھن کا ہاتھ دیا ماں کے ہاتھ میں

آئے جو معرکے میں یہ دولھا بنے ہوئے　　مردانہ وار مورچوں کے سامنے ہوئے
قد اُن کے جھک گئے جو کھڑے تھے تنے ہوئے　　تیر نگہ سے اہل زرہ تھے چھنے ہوئے
اُلٹا جو رُخ سے سہرا تو لشکر اُلٹ گیا
ہیبت سے ایک چہرہ کی دفتر اُلٹ گیا

فتنے پہ فتنے اور ستم پر ستم گرا　　بیرق پہ بیرق اور علم پر علم گرا
جھک کر قدم قدم سر جاہ و حشم گرا　　لشکر پہ آ کے لشکرِ اندوہ و غم گرا

رودار جو جواں تھے وہ روپوش ہو گئے
نام اپنے نامیوں کو فراموش ہو گئے

چمکا کے راہوار کو چمکارنے لگے　　آواز قہر سے ہمیں للکارنے لگے
دل تاکا اور تیرِ نگہ مارنے لگے　　جو منچلے جواں تھے وہ جی ہارنے لگے

تیغِ حسنؑ بوجہ حسن لی نیام سے
لشکر پہ آئے مثلِ علیؑ دھوم دھام سے

عباسؑ اُس دلیر کو کم عمر جان کے　　طرزِ وغا بتانے لگے پاس آن کے
ہم نے نہ دیکھے سُور بھی اس آن بان کے　　بولے ہم آپ پھول ہیں اک بوستان کے

رن میں نویں برس جو دو عالم ہلائے تھے
دادا کو کس نے جنگ کے آئین بتائے تھے

فرما کے واہ واہ علمدار پھر گئے　　یہ اس طرف کو تول کے تلوار پھر گئے
نو لاکھ کے نصیب پھر اک بار پھر گئے　　اُلٹے ہمیں پہ خنجرِ خونخوار پھر گئے

عقلِ بشر رہی نہ حواسِ مَلک رہے
زیرِ قدم زمین نہ سر پر فلک رہے

پھر تو خدا خدا تھا بتوں کی زبان پر　　تکبیر سن کے ہاتھ دھرے ہم نے کان پر
قبضہ تھا ایک تیغ کا سارے جہان پر　　اک برق قہر کوند گئی ہر مکان پر

شہروں لپک لپک کے بردوے زمیں گری
کیوں اے یزیدیاں تو وہ بجلی نہیں گری

مجنوں کی برق آہ تھی بن بن چمک گئی　　فرہاد کا وہ تیشہ بنی کوہ تک گئی
شیریں کی باتھ تھی کہ کبھی اور مڑک گئی　　لیلیٰ کی تھی کمر کہ چلی اور لچک گئی
گاہے دلوں کے پردہ سے منھ ڈہانکنے لگی
زخموں کے روزنوں سے کبھی جھانکنے لگی

بولا یزیدیاں تو مرے ہوش جاتے ہیں　　جو ایسے شیر ہوتے ہیں کم چوٹ کھاتے ہیں
اُس نے کہا بجا ہے یونہی سنتے آتے ہیں　　سلطان کے نصیب سے ہم فتح پاتے ہیں
غالب نہ اُس پہ کوئی کسی چال سے ہوا
بسمل فقط امیر کے اقبال سے ہوا

اُس نے کہا کہ ہاں مجھے بتلا تو کیا ہوا　　بولا کہ غلبہ پیاس کا وقتِ وغا ہوا
سائل چچا سے مڑ کے وہ یوسف لقا ہوا　　مڑتا تھا بسکہ شیشٔ بڑھاپاں چھپا ہوا
برچھی غضب کی سینہ پہ موقع سے چل گئی
لے کر انی کلیجہ کو باہر نکل گئی

سُننا تھا یہ کہ ٹوٹ پڑے لاش پر سوار　　پھر تو حسنؑ کے لال پہ دوڑائے راہوار
آواز دیتے تھے یہ غریبی سے بار بار　　کیوں اے چچا غلام ہی تھا کیا قصوروار
آئے نہ تم مدد کو نہ ماں بہنیں رونے کو
خادم کی لاش رہ گئی پامال ہونے کو

حاکم پکارا خیر سُنا آگے کیا ہوا　　بولا درود پھر تو علمدار کا ہوا
سر پر علم کا سبز پھریرا کھلا ہوا　　کوثر کا رُخ کیے ہوئے سقہ بنا ہوا
اک حملے میں وہ نہر پہ تھے سب کنارے تھے
رو کر سکینہ بولی وہ عمو ہمارے تھے

سنتے ہی ذکر حملۂ عباسؑ اُس گھڑی ۔۔۔ درباریوں کو شیر کی آمد نظر پڑی
بیسا ختہ امیروں کی صف ہوگئی کھڑی ۔۔۔ بولا یہ شمر اُس سے بھی قسمت فقط لڑی
یاں نام سنکے رعب سے تھرتھراتے ہیں
اُن کا جگر سراہیئے جو لڑکے آتے ہیں

حاکم نے سوئے شمر اشارہ کیا کہ ہاں ۔۔۔ بولا وہ بے حیا کہ خلاصہ کروں بیاں
بدر و حنین و خندق و صفین و نہرواں ۔۔۔ اک انکی جنگ میں تھے یہ سب معرکے عیاں
یکتا تھے یہ علیؑ کی طرح سب خدائی میں
مہر و وفا میں خلق و کرم میں لڑائی میں

دریا کے گھاٹ تیغ سے کوسوں بڑھائے ہیں ۔۔۔ دست خدا کے زور اُنھوں نے دکھائے ہیں
طوفانِ امتحاں کے بھنور میں نہائے ہیں ۔۔۔ کیا کیا کنوئیں سپاہ کو تیری جھکائے ہیں
بھائی پہ ہاتھ وار کے یہ پار ہو گئے
دل کا غبار خون کے دریا میں دھو گئے

بولا یزید ہو گئے عباسؑ جب تمام ۔۔۔ پھر کون آیا لڑنے کو سوئے سپاہ شام
اس نے کہا حسینؑ کا فرزند تشنہ کام ۔۔۔ ہمشکل تھا رسولؐ کا جو دلبر امام
اٹھارھواں برس تھا عجب اس کی شان تھی
سولہ پہر کی پیاس میں کیا آن بان تھی

یوسفؑ لقا کا وصف کیا اس نے برملا ۔۔۔ بولا یہ نوجواں تھا سب گھر کا لاڈلا
زینبؑ نے لاکھ ضبط کیا پر نہ بس چلا ۔۔۔ منھ سے نکل گیا مری گودی کا تھا پلا
اس نے کہا درست ہے برچھی جو کھائی تھی
لاشے پہ بیجواس یہی بی بی آئی تھی

پہنچا کے لاشِ اکبرؑ عالی وقار کو لائے حسینؑ ہاتھوں پہ اک شیر خوار کو
ہچکی لگی تھی پیاس سے اُس گلعذار کو منھ کھولے دیکھتا تھا شہِ نامدار کو
ہلتے تھے ہونٹ بات سمجھ میں نہ آتی تھی
تالو لپک رہا تھا زبان اینٹھی جاتی تھی

سن وہ کہ رحم کھائے ہر گبر اور یہود وہ منھ گلاب سا کہ پڑھیں جس پہ سب درود
ہونٹوں سے رنگ غنچۂ سوسن کا تھا نمود وہ گوری گوری باہوں کی ساری رگیں کبود
گھبرا کے سانس لیتے تھے آنکھیں پھراتے تھے
یہ ضعف تھا انگوٹھے بھی چوسے نہ جاتے تھے

آخر بیان بچے کا نام و نسب کیا اُس کے لئے حسینؑ نے پانی طلب کیا
آگے نہ پوچھ حرملہ نے کیا غضب کیا تیر جفا سے قتل اُسے بے سبب کیا
گردن پہ تیر لگتے ہی معصوم ڈر گیا
ہمکا پدر سے ملنے کو بس اور مر گیا

زانو پہ ہاتھ مار کے چلایا وہ شریر بچہ کا کیا قصور تھا کیوں مارا اس کو تیر
اُس نے کہا خوشی کیلئے تیری اے امیر حاضر ہے سر بھی باچھوں میں اب تک بھرا شیر ہے
بولا یزید عذر و سماجت کروں گا میں
لا بے خطا کے سر کی زیارت کروں گا میں

ننھا سا سر اٹھا کے جو لایا وہ ناگہاں بانو نے لے کے سر کی بلائیں یہ کی فغاں
حاکم بھی کمسنی پہ تمہاری ہے مہرباں چپکے نہ رہیو وقت سفارش ہے میری جاں
کہہ دو زبان ننھی سی پیارے اگر کھلے
حاکم ردا اُڑھا مری وائی ہے سر کھلے

کہہ دو کہ کھول دے پھوپھی اماں کا بھی گلا کہہ دو کہ بے دوا ہے مرا بھائی لاڈلا
کہہ دو کہ میرے کنبہ کو در در نہ اب پھرا کہہ دو کہ دے حسینؑ کو کفنانے کی رضا
بولی سکینہؑ سنکے یہ غل ماں کے بین کا
بھیا دلا دو سر مجھے بابا حسینؑ کا
دیکھا بہت یزید نے شہنا ہی کا جمال وہ بھولی بھولی شکل وہ بکھرے جھنڈوے بال
آنکھوں کو ڈبڈبا کے کیا شمر سے مقال پھولوں کے ساتھ ہو گئیں کلیاں بھی پائمال
میرے تو ہوش دیکھ کے یہ سر بجا نہیں
تیرا بھی دل کڑھا تھا کسی وقت یا نہیں
کی عرض تین جا وہ پکارا کہاں کہاں شمر لعیں نے رو کے کہا ایک تو وہاں
خالی ہوا نبیؐ کے مرقعے سے جب جہاں اور نو جواں کی لاش پہ آئے شہ زماں
بیدل تھے بیحواس تھے اور بے قرار تھے
نانا کے راہوار پہ حضرت سوار تھے
دنیا میں ایسے حادثہ بھی کم گذرتے ہیں یہ کرب تھا حسینؑ کو گویا کہ مرتے ہیں
دستور ہے سوار و نکا جسدم اترتے ہیں پہلے جدا رکابوں سے وہ پاؤں کرتے ہیں
حضرت نے پاؤں بھی نہ نکالے رکاب سے
لاشے پہ جست کر کے گرے اضطراب سے
برچھی جدا کلیجہ سے کی اور یہ دی صدا کیوں میری جان ہوش کچھ اس دم ہوئے بجا
اکبرؑ نے آنکھ کھول کے چپکے سے یہ کہا پانی پلایئے کہ ٹھہر جائے دم مرا
سوکھی زباں دکھا کے تو اکبرؑ نے رو دیا
اور عذر کر کے سبطِ پیمبرؐ نے رو دیا

اُس نے کہا پھر اے شہِ ابرار کیا کروں پانی ہے بند ضبط ہے دشوار کیا کروں
بولے حسینؑ میں بھی ہوں ناچار کیا کروں تم پیاس سے تڑپتے ہو میں پیار کیا کروں
آخر تڑپ کے جہاں سے گذر گیا
بابا تو عذر کرتا رہا بیٹا مر گیا

اُس وقت خانہ زاد کا تھرا گیا جگر حضرت کی یاس پر علی اکبرؑ کی پیاس پر
بولا یزید تو بھی ہے مکار کس قدر کیسا یہ رحم اور یہ کیسا خدا کا ڈر
کہتا ہے اس قلق نے کلیجہ ہلا دیا
دریا تھا پاس اور نہ پانی پلا دیا

اُس نے کہا کہ رحم دل اتنا نہیں غلام لے سن مرے ملال کا اب دوسرا مقام
تپتی ہوئی زمیں پہ تڑپتے تھے جب امام آگے بڑھا میں ذبح کی نیت سے چندگام
بھولوں گا ماجرا نہ کبھی اُس مقام کا
اپنا ستم اور اُس پہ تحمل امام کا

تازیست وہ حسینؑ کی غربت نہ بھولے گی مظلومیت نہ بھولے گی حسرت نہ بھولے گی
وہ گرد میں اٹی ہوئی صورت نہ بھولے گی سینے پہ موزہ رکھنے کی بدعت نہ بھولے گی
خنجر گلے پہ رکھ کے گریباں کا کھولنا
وہ دیکھنا حسینؑ کا اور کچھ نہ بولنا

اُس وقت نکلی شہ کی بہن شور وشین سے چاہا کہ لپٹے فاطمہؑ کے نورِ عین سے
ملنے دیا نہ میں نے بہن کو حسینؑ سے خنجر ملایا حلقِ شہِ مشرقین سے
سوکھے گلے سے خون کے فوارے بہہ گئے
زینبؑ کی سمت ہاتھوں کو پھیلا کے رہ گئے

یاں بھی بہت کڑھا تھا مرا دل خدا گواہ　　آخر کا وہ مقام ترحم ہے آہ آہ
جب کٹ چکی علیؑ و پیمبرؐ کی بوسہ گاہ　　بندی لئے حرم کی چلی شام کو سپاہ
سب اُونٹ قتل گاہ کی جانب جو پھر پڑے
ناقوں سے پیٹتے ہوئے سادات گر پڑے

اُس وقت تک تھے سب شہدا کے تنوں پہ سر　　بے سر تھا ایک لاشۂ سلطانِ بحر و بر
لاش اپنے اپنے پیاروں کی پائی جو خوں میں تر　　گودی میں لیکے بیبیاں بیٹھیں زمین پر
بولا عمر کہ اور بھی حال انکا غیر ہو
پیاروں کے سر جو گود میں کاٹو تو سیر ہو

پھر تو ہماری تیغیں تھیں اور لاشوں کے گلے　　بے سر حرم کی گودوں میں تھے گود کے پلے
اکبرؑ کی لاش بانوؑ کے سینے کے تھی تلے　　دوڑا جو میں تو بولی کہ سر میرا کاٹ لے
شکلِ محمدِؐ عربی کا ادب نہیں
اُمت میں ہے نبیؐ کی نبیؐ کا ادب نہیں

جالوں یہاں سے میں تو سر انکا اُتار تو　　کیا مختصر یہ ظلم ہے میرے ہی روبرو
یہ وہ ہے جس کے بیاہ کی تھی مجھ کو آرزو　　میں لاش چھیننے لگا یہ سنکے گفتگو
رکھ کر گلا گلے پہ وہ ناچار گر پڑی
اُس وقت میرے ہاتھ سے تلوار گر پڑی

میں کیا کہوں کہ دوڑ کے مرہ نے کیا کیا　　لپٹی رہی وہ لاش سے اور سر جدا کیا
یہ سُن کے سامعین نے محشر بپا کیا　　بس اے دبیرؔ حقِ فصاحت ادا کیا
گردش میں خود فلک ہیں یہ کیا تجھ کو چین دیں
اس کا صلہ جو دیں تو جنابِ حسینؑ دیں

باب ۳۰

تاریخِ مُلکِ شام

بے تردید عقیلۂ عرب، زینبؑ کبریٰ دختر مولا امیر مومنان شیر زن کربلا۔ (شیر دل خاتون زینبؑ) کہ تاریخ میں ڈھونڈے سے بھی اس صفات کی حامل خاتون نہیں ملے گی۔ جس سے دینِ اسلام نے نمو پائی۔ مکتبِ مقدس کو کھولا، تمام تر زندگی کے اصولوں سے آراستہ و پیراستہ خاندانِ علیؑ اور زہراؑ کی پرورش یافتہ اور زمانے بھر کی تجربہ کار ذات ہے۔ ایثار، فدا کاری، ذہانت، عقلِ حُسن تدبیر صبر و بردباری بے پناہ علم کا سمندر، عقل و دانش کی ملکہ، سنجیدہ بات کرنے والی اور ہر طرح کا ظلم و ستم برداشت کرنے والی شجاع، باعظمت و کرامت اور ہر طرح کی خوبیوں سے معمور شخصیت اور ایسی ذات، قیامت تک بھی نہیں ملے گی اور محفل بنی ہاشم میں اور ہر مجلس میں جس کا ذکر زبان زدعام ہوگا اور یہ مثل ایک چراغ روشن کے دنیا زمانے کے لئے ثابت ہونگی۔ جنابِ زینبؑ کا نام زندہ ہے اور ہمیشہ آپ کا مرقدِ والا شکوہ و باعظمت اپنا سِکّہ جماتا رہے گا اور دنیا میں آپ کا نام نامی چمکتا رہے گا اور ان کے عقیدت مندان ہمیشہ ہمیشہ اِن پر درود و سلام بھیجتے رہیں گے۔ ان کا روضہ دنیا زمانے میں مشہور ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے روضے کی زیارت جلد از جلد نصیب فرمائے۔

سعادتِ زیارت:

میں نے اب تک کئی بار آپ کے حرمِ مطہر کی زیارت کی ہے۔ جس میں روضہ زینبؑ بنتِ علیؑ، روضہ حضرت سکینہؑ کریمہ ؑاہل بیت، مجھے نصیب ہوئی ہے اور ہزار ہا زائرین نے اِن کی زیارت کی ہے۔ یہ سفر ایک لمبا سفر ہے اور ہر شخص اتنا لمبا اور تکلیف دہ سفر کرنے کا متحمل نہیں ہوتا ہے اور اس ملک کا مبارک سفر سب کو نصیب ہو ایک ہفتہ یا پانچ روز وہاں ٹھہرنا پڑتا ہے اور آج کل تو بہت آسانی ہوگئی ہے راستے کی ہر ہر بات کو معلوم کرلیا جاتا ہے اور قافلے بھی اس سلسلے میں جانے لگے ہیں اور سچے دل سے اس سرزمین پر قدم رکھے اور تمام معلومات کا کتابچہ خواہ اُردو یا فارسی میں ہو یا انگلش یا فرانسیسی میں ہو۔ اپنے پاس رکھے تاکہ زائرین کو اس طرح سے آسانی رہے اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں زائرین کا آنا جانا ہوسکے اور اب تو ہوائی جہاز کا زمانہ ہے اور پاسپورٹ کا زمانہ ہے اور بس کا سفر بھی آرام دہ ہے اور زیادہ سے زیادہ زیارت کا ذکر کریں تاکہ نبیؐ کا نام ونشان، علیؑ کی شان اور فاطمہؑ کی عزت وعصمت کا ذکر ہوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام زائرین کی زیارت اور دعائیں قبول فرمائے اور حج وزیارت کی برکتیں اور نعمتیں عطا فرمائے۔

۲۰۰۱ء کے بعد ۲۰۰۲ء میں راقم الحروف (سیّد ضمیر اختر نقوی) دوبارہ زیارتِ شہزادی زینبؑ کی سعادت سے شرف یاب ہوا۔ اس مرتبہ شام سے بذریعہ جہاز کربلائے معلیٰ بھی گئے۔ کربلا سے زیارت کر کے دوبارہ شام واپس آئے اور شام سے اُردن (عمان) میں حضرت جعفر طیّار کی زیارت کرتے ہوئے کراچی واپس آئے۔ اُردن کا سفرنامہ ہماری کتاب ''سوانح حیات جعفر طیّار'' میں ملاحظہ کیجیے۔

ملک شام کا جغرافیہ:

ملکِ شام میں موسم مناسب ہوتا ہے، طبیعت موسموں کے حالات سے خوش رہتی ہے اس جگہ سبزہ ہی سبزہ اور پھول اُگے ہوتے ہیں آنکھوں کو دیکھنے سے خوشی ملتی ہے بے شمار میوے پیدا ہوتے ہیں اور اسلامی ملکوں میں بہت خوبصورت اور خیر و برکت والی سرزمین ہے۔ اگر حدود اربعہ ناپا جائے تو ۱۸۵۰۱۸ مربع کلومیٹر مربع بنتا ہے۔ استر سے خراسان تک آدھا حصہ شمالی اور شرقی اور جنوب غربی قارۂ آسیا۔ نزد دریائے مدیترانہ ترکی کے قریب مشرق میں عراق اور اُردن جنوب میں ہے اور فلسطین جنوب غربی ہیں اور لبنان مغرب میں ہے اور یہاں کا موسم معتدل اور خوشگوار ہوتا ہے آب و ہوا معتدل اور مرطوب ہے اور گرمیاں زیادہ پڑتی ہیں، موسم گرم وخشک ہے۔ بلند پہاڑ جبل الشیخ ہے جو ۲۸۱۴ میٹر بلندی پر ہے۔ اور لمبا ترین دریا دریائے فرات ہے جس کی لمبائی ۲۰۷۹۶ کلومیٹر طویل دریا ہے کہ اس کی حدود ترکی اور عراق سے ملتی ہیں اور وہاں کی آبادی ۱۵ ملیون انسانوں پر مشتمل ہے۔ ۵۰ فیصد لوگ شہر میں ہی رہتے ہیں اور اس ملکِ شام کی راجدھانی (Capital) دمشق ہے اور یہ آبادی مکس آبادی ہے ۱۳ فی صد آبادی نے پورا شہر کنٹرول کر رکھا ہے۔ اس میں کئی دین کے لوگ ہیں جن میں عیسائی بھی ہیں اور زبان رائج الوقت عربی ہے اور صرف عربی زبان بولی جاتی ہے۔

ابنِ بطوطہ کا بیان:

ساتویں صدی کا مشہور سیاح ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ دمشق دنیا اور زمانے والوں کیلئے خوبصورت شہر ہے۔

گویا دمشق چمکتا ہوا مطلعِ نور ہے اور تمام اسلامی شہروں میں بہشت خیال کیا

جاتا ہے۔ اس ملک میں بے شمار باغات ہیں جو دیکھنے میں بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں اور جنّت جیسا سماں لگتا ہے۔ جیسے درختوں نے ریشمی لباس پہن رکھا ہو اور گل و ریحان سے سجے ہوئے چمن گلستان گویا صدرِ محفل کی حیثیت دمشق کی ہے اور کیا خوب لوگوں نے کہا ہے کہ اگر زمین پر جنّت ہوتی تو دمشق میں ہوتی یہ بھی جنّت کا ایک ٹکڑا ہے اور اگر جنّت آسمان پر ہوتی تو یہ شہر بھی آسمان کی بلندیوں پر ہوتا۔

البتہ اس طرح کی تعریف و توصیف کرنا۔ لغویات شمار نہیں ہوگا اور ابن بطوطہ نے جو بھی تعریف کی ہے وہ کم ہے بعد میں تو اُس کی خوبصورتی اور بھی زیادہ ہو گئی ہے۔

توصیف اصطخری کا بیان:

مولف ممالک و مسالک کہتے ہیں کہ:

دمشق بڑا اور خوبصورت شہر ہے اور شام ملک کا یہ دارالخلافہ ہے یہ پہاڑیوں کے دامن میں آباد ہے۔ بے شمار پانی کے چشمے اور جھرنے ہیں اور جگہ جگہ خوبصورت پھلوں والے باغات اور گلستان و چمن بھی ہیں۔

(سفر نامہ ابن بطوطہ جلد اوّل صفحہ ۸۴)

مقدسی تاریخ دان کا بیان:

چوتھی صدی کا جغرافیہ دان، احسن التقاسیم کتاب میں لکھتا ہے۔

سرزمین شام زرخیز ہے، قیمتی زمین ہے، یہاں ابدال بھی پیدا ہوئے ہیں۔ یہاں بہت سے مقدس مقامات ہیں جیسے ہجرت گاہ ابراہیمؑ، شہر ایوبؑ، محراب داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ کی یادگاریں ہیں، جناب اسحاقؑ اور اِن کی مادر کی قبر ہے، جناب عیسیٰؑ مسیح کی پیدائش گاہ اور ان کی زادگاہ، جنابِ جالوتؑ کی قتل گاہ، چاہِ ارمیا

(کنواں) اور اُن کا قید خانہ، صخرۂ موسیٰؑ، قبۂ عیسیٰؑ، محرابِ زکریاؑ، معرکہ گاہِ یحییٰؑ، مشہدِ پیامبران، قریۂ ایوبؑ، خانۂ یعقوبؑ، قبرِ موسیٰؑ، چاہِ سلیمانؑ جائے گاہ لقمانؑ، درّہ کنعان اور بے شمار دیگر زیارت گاہیں اور مزاراتِ مقدسہ۔

اور بے شمار فضیلتیں اِس سے ظاہر ہیں، میوے بے شمار ہیں اور بہت سستے ہیں اور ایسی پاک جگہیں و مقامات ہیں کہ دل، عبادت الٰہی میں لگتا ہے اور دمشق، ملکِ شام کی ماں، کہلاتی ہے مادر ہے اور اُس کے دروازے، باب الجابیہ، باب الصغیر، باب الکبیر، باب خاوری، باب توما، باب نہر، باب محاملیان ہیں اور بے انتہا خوشگوار آب و ہوا ہے البتہ یہاں کے لوگ بے وفا ہیں، بد ذائقہ ہیں، گوشت خراب ہے، مکان تنگ ہیں اور گلیاں تکلیف دہ ہیں۔ روٹی بدمزہ ہے۔ زندگی گزارنا مشکل ہے اور دمشق کی جامع مسجد بھی مشہور ہے، مساجد اور مسلمان یہاں پر زیادہ تر خوشحال نہیں ہیں۔ (احسن التقاسیم، جلد اوّل، صفحات ۲۲۱، ۲۲۱)

گفتارِ مقدسی، جنہوں نے شام کو بہ خوبی دیکھا ہے، یہ تقسیم کوئی سے پہلے کی بات لکھی ہے کہ آج کل تو اور بھی ترقی کا زمانہ ہے، البتہ خوبصورتی میں دمشق اپنی مثال آپ ہے۔

شام کے مشہور شہر:

ملکِ شام کا پایۂ تخت دمشق شہر ہے جن میں کم از کم ۱/۵ ملین انسان رہتے ہیں جس میں حلب بھی شامل ہے جس میں ایک ملین کی آبادی ہے۔ حمص بھی ہے حدود نیم ملین (۱/۲ ملین)

حماۃ جس میں ۳۰۰ ہزار افراد رہتے ہیں، لاذقیہ ۳۰۰ ہزار نفر رہتے ہیں۔

اور بنادر لاذقیہ میں شامل ہے طرطوس اور بانیاس جو دریائے مدیترانہ کے کنارے

آباد ہیں اس ملک کی حکومت جمہوری ہے اور وہاں کا صدر بشار الاسد ہے۔

تقسیمات ضلع:

اگر ملکِ شام کو ٹکڑوں میں بانٹا جائے تو ۱۴ حصے بنتے ہیں البتہ دمشق شہر کا گورنر با اختیار ہے اور اس کا الیکشن کے ذریعے چناؤ ہوتا ہے اور اس طرح ملکِ شام کے ۱۴ حصے ہیں۔

(۱) حمص (۲) دیر الزور (۳) حسکہ (۴) رقہ (۵) حلب

(۶) دمشق (۷) حماۃ (۸) سویداء (جبل الدروز) (۹) درعاء

(۱۰) ادلب (۱۱) لاذقیہ (۱۲) قنیطرہ (۱۳) طرطوس

دمشق سے مندرجہ ذیل شہروں کا فاصلہ:-

بیروت ۱۱ کلو میٹر، حلب ۳۵۵ کلو میٹر، قنیطرہ ۶۷ کلو میٹر، تدمر ۲۴۱ کلو میٹر، لاذقیہ ۳۴۸ کلو میٹر رقہ (آرامگاہ عمار یاسر) ۵۴۷ کلو میٹر، بصرا ۱۴۲ کلو میٹر۔

مراحل تاریخی و سیاسی:

ملکِ شام ۱۹۴۴ء میں فرانس کے قبضے سے آزاد ہوا ہے۔ اس میں قدرت نے بہت سی نعمتیں پیدا کی ہیں اور یہ ملک مالا مال ہے، جس میں مٹی کا تیل، سیمان، شیشہ سازی، کھانے پینے کی اشیاء صابون سازی، لباس، کبریت سازی (گندھک) ہاتھ کے کھلونے اور جو گندم روٹی مرکبات تیل زیتون، وغیرہ پیدا ہوتا ہے اور گائے، بھینس، بکرے کا گوشت بھی ہوتا ہے ایک ایک ملین ٹورسٹ ہر سال ملکِ شام آتے ہیں۔

وغیرہ وغیرہ۔

تاریخ مُلکِ شام اور دمشق:

ملکِ شام ۱۴ ہجری میں یرموک کی جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا ور

لوگوں نے دین اسلام قبول کیا۔ اور سال ۴۰ ہجری میں دمشق ۹۱ سال تک بنی امیہ کا مرکز رہا اور اس نے چین کی حد تک وسعت پیدا کر لی اور سال ۱۲۷ ہجری میں جب بنی عباس کی حکومت بنی تو دارالخلافہ دمشق کے بجائے بغداد منتقل ہو گیا پھر مسلم حکومتیں ہی راج کرتی رہیں اور پھر حکومتیں تبدیل ہوتی رہیں، لیکن یہ حکومتیں برائے نام ہی اسلامی کہی جاسکتی ہیں۔

شہیدِ ثالث قاضی نوراللہ شوستری کتاب ''مجالس المومنین'' میں لکھتے ہیں :-

صاحب معجم لکھتے ہیں:-

اس کے پہلے حرف پر زیر اور دوسرے حرف پر زبر پڑھی جاتی ہے اور جمہور اس کے دوسرے حرف یعنی میم پر زیر ہی پڑھتے ہیں۔

یہ شہر ملک شام کا دارالحکومت ہے اور یہ شہر اپنے خوبصورت محل وقوع اور پانی اور درختوں کی کثرت سے جنّت نظیر ہے۔

دمشق شہر کی سنگ بنیاد رکھنے والوں کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس شہر کا بانی دمشق بن سام بن ارم بن نوح علیہ السلام تھا اور اس کے چار مزید بھائی بھی تھے جن کے نام بالترتیب فلسطین، ابلبا، جبعی اور اردن تھے اور ان تمام بھائیوں نے اپنے اپنے شہر بسائے جو انہی کے نام سے منسوب ہوئے۔

دمشق کی نفیس ترین عمارات میں سے ایک عمارت مسجد بنی امیہ ہے۔ جسے ولید بن عبدالملک بن مروان نے بنوایا اور اس نے اپنی شہرت کے لیے اس مسجد پر خوب دولت لٹائی۔

بعض حضرات کا بیان ہے کہ ملک شام کے سات سال کا خراج اس مسجد کی

تزئین و آرائش پر خرچ کیا گیا اور بیت المال سے غربا و مساکین کا تمام تر حصہ اسی مسجد کی نذر کر دیا گیا۔

جب عمر بن عبدالعزیز برسر اقتدار آئے تو انہوں نے ان تکلفات کو ناپسند کیا اور اس نے موتی و جواہرات اور سونا بیت المال میں جمع کرنے کا حکم صادر کیا۔

سرزمین دمشق پر بہت سے صحابہ اور تابعین کے مزارات موجود ہیں۔ جب بنی عباس اقتدار پر فائز ہوئے تو انہوں نے بنی امیہ اور معاویہ کے پیروکاروں کی قبروں کے نشانات تک منہدم کر دیئے اور قبروں میں پڑی ہوئی بوسیدہ ہڈیوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ پھر وہاں کاشت کاری شروع کرائی گئی۔

بنی امیہ کے اسیروں کو قتل کرنے کے بعد سفاح کے چچا عبداللہ بن علی نے حکم جاری کیا کہ معاویہ اور دیگر بنی امیہ کے سلاطین کی قبروں کو کھودا جائے۔ البتہ اس نے عمر بن عبدالعزیز کی قبر سے کوئی تعرض نہ کیا جب قبروں کو کھودا گیا تو قبر معاویہ میں ناپاک خاک کے علاوہ کچھ بھی موجود نہ تھا۔ اور عبدالملک بن مروان کی قبر سے صرف کاسہ سر برآمد ہوا اور ہشام بن عبدالملک کا پورا وجود اس کی قبر سے برآمد کیا گیا اور اس کی لاش پر تازیانے برسائے گئے بعد ازاں اسے جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔

شعرا نے دمشق کی مدح اور مذمت میں بہت سے اشعار کہے ہیں۔ حقیقت شناس نگاہوں میں دمشق قابل مذمت شہر رہا ہے۔ اسی لیے کسی شاعر نے اس کی مذمت میں مکمل نظم لکھی تھی جن میں سے دو شعر یہ ہیں۔

وقد قال قوم جنة الخلد حلت

وقد كذبوا في ذي المقال و محزق

فما هي الا بلدة جاهلية

بھا یکسد الخیرات والفسق ینفق

فحیھم حرون فخر او زینۃ

وراس ابن بنت المصطفیٰ فیہ علق

کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ دمشق دراصل جنّت الخلد ہے جو زمین پر اُتر آئی ہے۔ یہ لوگ اس دعویٰ اور گفتگو میں بالکل جھوٹے ہیں۔

دمشق ایک شہر جاہلیت ہے۔ جہاں نیکیاں رُک جاتی ہیں اور فسق و فجور کا چلن زیادہ ہوتا ہے۔ یہ وہی شہر ہے جس میں پیغمبر اسلامؐ کے نواسے کا سرِ اطہر لٹکایا گیا اور اس شہر کے لوگ زیب و زینت کئے ہوئے تھے۔

البتہ کچھ عرصہ کے لیے اس ظلمت کدہ دمشق میں نورِ ایمان چمکا جیسا کہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے۔

۳۶۰ ہجری میں معز باللہ کے دمشقی نائب جعفر بن فلاح کے حکم سے دمشق کی مساجد میں حی علیٰ خیر العمل کی اذانیں بلند ہوئیں اور کسی کو اس کی مخالفت کی جرات نہ ہوسکی۔ پھر ۳۶۴ ہجری میں تشیّع کو مصر، شام اور مراکش میں فروغ نصیب ہوا اور عبدی حکمرانوں نے نماز تراویح پر پابندی عائد کردی۔

ذہبی ذہب اللہ بنورہ کا تعلق شام کے علمائے شافعیہ سے تھا۔ اس نے اپنی کتاب میزان میں ابراہیم بن یعقوب سعدی جوز جانی کے متعلق ابن عدی کا یہ قول نقل کیا۔ ''ابراہیمؒ اہل دمشق کے مذہب کا شیدائی تھا اور اہلِ دمشق کا مذہب ناصبیت اور امیر المومنین علی ابنِ ابی طالبؑ کی عداوت ہے''۔

اس پر ذہبی نے اپنا ذاتی تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ابن عدی کا یہ قول درست نہیں ہے البتہ اہل دمشق کا مذہب چند سالوں تک

ناصبیت پر مشتمل رہا ہے اور اسی طرح سے حکومت عبیدیہ میں تشیع بھی ان کا مذہب رہا ہے۔ لیکن اس وقت الحمدللہ ناصبیت معدوم ہوچکی ہے اور تشیع مخفی و مکتوم ہوچکی ہے۔

سید اجل فاضل محدث امیر نسیم الدین میرک شاہ اصیلی نے ذہبی کی تردید کرتے ہوئے لکھا۔ **"اھل الشام ناصبیون ولم یعدم الی یوم القیامۃ"** اہل شام ناصبی ہیں اور قیامت تک یہ ناصبی ہی رہیں گے۔

واضح رہے کہ سیّد اجل کا یہ نظریہ بنائے تغلیب ہے ورنہ تمام لوگ جانتے ہیں کہ دمشق کے ایک محلّہ کا نام ''حزاب'' ہے اور وہاں شیعیان امیر المومنینؑ رہتے ہیں اور عراقی حجاج جب دمشق پہنچے ہیں تو وہ اسی محلّہ کے افراد کو اپنا مذہب سمجھتے ہوئے ان کے پاس رہائش رکھتے ہیں اور شامی اس محلّہ میں جانے والے ہر شخص کو شیعہ ہی سمجھتے ہیں۔ ایک تفسیر میں مرقوم ہے کہ کعب الاحبار نے دمشق میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اور یہیں مکان تعمیر کر لیا تھا۔

حضرت عمر نے انہیں لکھا کہ تم مدینہ کیوں نہیں آتے جہاں آنحضرتؐ کے صحابہ رہائش پذیر ہیں؟

کعب الاحبار نے جواب میں لکھا۔

میں نے سابقہ کتابوں میں پڑھا ہے کہ شام میں خدا کا خزانہ ظاہر ہوگا۔ اسی لیے میں نے یہاں رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔

مولف کہتا ہے۔

اگر کعب الاحبار کی یہ بات درست ہے تو پھر شام کا خزانہ محلّہ خراب میں رہنے والے مومنین ہی ہیں۔ کیونکہ خزانہ ہمیشہ خرابوں سے ہی برآمد ہوتا ہے۔

(مجالس المومنین.... صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۹)

محدث محمد ہاشم ابن محمد علی مشہدی ''منتخب التوارخ'' جلد دوم میں لکھتے ہیں:-

صاحب بحار قصص الانبیاء سے نقل کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا شام کی زمین خوب ہے اور وہاں کے رہنے والے بدخصلت لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ **ادخلوا الارض المقدسة التی کتب اللہ لکم** زمین مقدس میں داخل ہو جاؤ۔ مقدس زمین سے مراد شام کی زمین ہے۔ روضات نے ابوبکر خوارزمی سے نقل کیا ہے کہ دنیا میں جنّت کے مقامات چار ہیں۔ غوطہ دمشق، صغد سمرقند، شعب بوان اور ربلہ بصرہ سب سے افضل غوطہ دمشق ہے۔ عجائب دمشق جامع مسجد دمشق ہے۔ جس کی بنیاد ولید بن عبدالملک نے رکھی تھی۔ تمام سلطنت کا خراج سات سال اس پر صرف ہوتا رہا۔ مسجد بہت بلند ہے۔ جبل ربوہ وہاں سے ایک فرسخ دور ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ **واوینا هما الی ربوة ذات قرار و معین** ۔ اکثر انبیاء سرزمین بیت المقدس اور شام سے مبعوث ہوئے۔ جن کی شریعت تمام دنیا میں پھیل گئی۔ قبور متبرک شام اور حوالی شام۔ حضرت زینبؑ بنت امیرالمومنین علی اور فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی قبر شام سے ایک فرسخ دور ہے۔

حضرت سکینہ بنت حسین علیہ السلام اور حضرت اُمِ کلثوم بنت امیرالمومنینؑ۔ غیر از صدیقہ طاہرہ کی قبر بھی وہاں ہے۔ (جناب زینبؑ کی قبر اگرچہ دمشق میں مشہور ہے لیکن بعض حضرات نے تصریح کی ہے کہ آپ کی قبر مدینہ میں ہے، اس بارے میں بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔ یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ بی بی کی قبر کہاں ہے۔ اسی طرح جناب سکینہؑ کی قبر شام میں مشہور ہے۔

سکینہؑ بنت الحسینؑ:

آپ کی قبر خرابۂ شام میں ہے۔ عالم جلیل شیخ محمد علی شامی نے کہا کہ علم الہدیٰ

میرے مادری جد آقا سیّد ابراہیم دمشقی جن کا سلسلہ نسب سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ سے ملتا ہے۔ جن کی عمر نوے سال سے زائد تھی۔ بہت محترم اور شریف انسان تھے۔ موصوف کی تین بیٹیاں تھیں بڑی بیٹی کو جناب سکینہؑ بنت حسینؑ نے خواب میں فرمایا۔ حاکم وقت سے کہو میری قبر میں پانی آ گیا ہے۔ مجھے تکلیف دیتا ہے۔ میری قبر کی تعمیر کرو۔ بیٹی نے باپ کو خواب سے آگاہ کیا۔ باپ نے اہلسنّت کے خوف سے خواب پر عمل نہ کیا۔ دوسری رات منجھلی لڑکی نے یہی خواب دیکھا اور اپنے باپ کو بتایا۔ آپ نے اہلسنّت کے ڈر سے اس پر عمل نہ کیا تھا۔ سب سے چھوٹی لڑکی نے یہی خواب دیکھا اور اپنے باپ کو اس سے آگاہ کیا۔ حسب سابق آپ نے اس پر عمل نہ کیا چوتھی رات خود سید نے جناب سکینہؑ کو خواب میں دیکھا۔ ناراضگی کے ساتھ فرمایا تم نے حاکم کو کیوں آگاہ نہیں کیا؟

سیّد خواب سے بیدار ہوئے۔ صبح کو جا کر حاکم شام سے اپنا خواب بیان کیا۔ حاکم شام نے شیعہ، سُنّی علما اور نیک لوگوں کو حکم دیا کہ وہ غسل کر کے صاف اور پاک لباس پہن کر قبر مقدس پر جائیں اور جس شخص کے ہاتھ سے مزار کا تالا کھل جائے وہ شخص اندر جا کر قبر کو کھودے۔ اور جسد مبارک کو باہر لائے۔ تاکہ قبر کی تعمیر کی جائے۔ حسب حکم بزرگان اور علما شیعہ اور سنی نے کمال اداب کے ساتھ غسل کیا اور پاکیزہ لباس زیب تن کر کے قبر مقدس پر تشریف لائے۔ باری باری تالا کھولنا چاہا۔ مگر کسی کے ہاتھ سے تالا نہ کھلا۔ جب سید ابراہیمؒ نے ہاتھ لگایا تو تالا کھل گیا۔ یہ حضرات حرم کے اندر چلے گئے۔ قبر کھودنا شروع کی سید ابراہیم کی کاہی کے سوا کسی کی کاہی نے اثر نہ کیا۔ جب قبر میں شگاف کیا تو مخدومہ کی لاش مع کفن صحیح و سالم موجود تھی اور قبر کے اندر بہت زیادہ پانی جمع ہو چکا تھا۔ سید موصوف نے مخدومہؑ

کے جسم کو باہر نکال کر اپنے زانو پر رکھ دیا۔ زار و زار روتے رہے۔ تین روز تک ایسا کیا۔ نماز کے وقت جسد اقدس کو کسی پاک جگہ پر رکھ دیتے تھے اور نماز کے بعد پھر اپنے زانو پر لاش کو رکھ دیتے تھے۔ قبر اور لحد کی تعمیر کے بعد سید موصوف نے جسد پاک کو دفن کر دیا۔ ان تین روز میں سید صاحب کو غذا اور پانی کی ضرورت نہ رہی اور دوبارہ وضو کرنے کی بھی ضرورت پیش نہ آئی۔ مخدومہ کو دفن کرنے کے بعد سید نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے فرزند عطا فرما۔ سید کی دعا قبول ہوئی۔ بڑھاپے میں سید مصطفےٰ نامی فرزند عطا ہوا۔

حاکم نے پورا واقعہ سلطان عبدالحمید کو تحریر کیا۔ اس نے مزار حضرت زینبؑ۔ قبر شریف حضرت رقیہؑ، قبر حضرت اُم کلثوم اور قبرِ حضرت سکینہؑ کی تولیت سید کو دے دی۔ اس وقت تولیت حاجی سید عباس ابن سید ابراہیم کے ہاتھ میں ہے۔ تقریباً یہ واقعہ ۲۸۰ ہجری کا ہے۔

سال ۱۰۹۴ء میں جنگ صلیبی شروع ہو گئی جس میں فتح مسلمانوں کی ہوئی اور بیت المقدس کو آزاد کر دیا گیا جنگ ختم ہو گئی۔ پھر ۱۹۲۰ ہجری میں حکومتِ عثمانیہ آئی اور تقریباً چار صدی تک حکومت چلتی رہی۔ جنگِ عالمگیر شروع ہونے پر، ۱۹۲۰ء میں حکومت عثمانیہ نے چار صدی بعد اپنا سکہ جما لیا اور ملکِ شام پر فرانس کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن لوگوں کی لگاتار جدوجہد نے اپنا پھل دیا اور سن ۱۹۴۶ء میں اپنی آزادی کا جشن منایا گیا۔ ۱۹۶۳ء میں حزب بعث نے ملکی نظام میں عمل دخل کیا اور ۱۹۷۰ء میں حافظ الاسد نے مکمل طور پر شام کی جمہوریت پر اپنا جھنڈا لہرا دیا اور خود صدرِ شام ہو گئے سال ۱۹۷۳ء میں جنگ نے پھر نقشہ بدلا اور پھر شہر قنطیرہ کو اسرائیل کے ناجائز پنجوں سے آزاد کرایا۔

اس ملکِ شام میں ہر سات سال بعد الیکشن کے ذریعے منتخب حکومت جمہوریہ آئی اور شہری اعتبار سے ۲۷ حصے شہروں کے ہیں اور یہ چار سال کی مدّت کے لئے حلف اُٹھاتے ہیں۔ رئیس جمہوریہ یعنی وزیر اعظم کا ہر سات سال بعد الیکشن کرانے کا قانون پاس ہے۔

حقیقت جغرافیائی:

جس طور پر بیان ہوا کہ جمہوری عربی سوریہ (شام) ۱۸۵ کلومیٹر مربع ہے غرب ایشیاء سے اور ساحل شرقی پر مدیترانہ قرار پایا ہے۔ شمال سے ترکی کی جانب۔ شرق سے عراق تک اور جنوب سے فلسطین اور اُردن اور مغرب میں لبنان اور دریائے مدیترانہ تک سرحدیں پھیلی ہوئی ہیں۔ شام دریائے فرات ۶۰۲ کلومیٹر لمبی ندی بہتی ہے جو ملکِ شام کو سیراب کرتی ہے اور نہر العاصی کی لمبائی بھی ۵۷۱ کلومیٹر ہے یہ بھی ملکِ شام کو زرخیز بناتی ہے۔

آبادی:

آبادی کے لحاظ سے سوریہ (ملکِ شام) ۱۵ ملین انسانوں کی تعداد رکھتا ہے اور اس کے ۱۴ ضلعے ہیں اور ملکِ شام کا پایۂ تخت دمشق ہے جو دنیا کا قدیم ترین اور خوبصورترین شہر ہے۔

اس شہر کی آبادی ۵۰ فیصد نوجوان طبقہ ہے اور بوڑھے حضرات ۶۵ سالہ صرف ۵ فیصد ہیں اور حکومت نے اپنے ادارے بنا رکھے ہیں جو حکومت کا کام چلاتے ہیں زبان بول چال کی تنظیم عربی ہے اور ہر ایک کلومیٹر رقبے میں ۷۲ نفر رہتے ہیں۔

تنظیم شام:

حکومت کے کئی ادارے ہیں جو ملک کا کام چلاتے ہیں اور ان کو بجٹ ۱/۵ خرچہ

دیا جاتا ہے باقی ٹیکسوں سے پورا ہوتا ہے ملکِ شام کے کل رقبے میں ۸ ملین ایکڑ زمین، زرخیز اور قابلِ کاشت ہے اور باقی رقبہ پہاڑوں اور ریگستانوں پر مشتمل ہے، جن سے قیمتی پتھر حاصل ہوتا ہے۔

اور نہر اسد سے بھی کافی علاقہ سرسبز و شاداب رہتا ہے یہ نہر بھی ۳۰ کلو میٹر لمبی ہے اور فرات کے قریب کی زمین ۶۴۰ ایکڑ کو اس سے پانی دیا جاتا ہے اور طرح طرح کے پھل میوے اور غذا حاصل ہوتی ہے اور تقریباً ۸۰۰۰ کلو واٹ بجلی بھی اس سے پیدا کی جاتی ہے اور خاص خاص پیداوار ملکِ شام کی غلہ اناج، روئی، کپاس، تمباکو اور میوہ جات ہیں اور اس کے علاوہ کئی دوسرے کام کر کے لوگ اپنا گزارہ کرتے ہیں جیسے مچھلیاں شکار کرتے ہیں۔ جنگلات سے لکڑیاں لاتے ہیں، پتھروں کو تراش کر مکان بنانے کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ اور بھی بہت سے ہنر اور ہاتھ کے کام کیئے جاتے ہیں جیسے کان سے سونا نکالنا۔ غلہ پیدا کرنا یعنی کھیتی باڑی کرنا، کاغذ سازی کرنا، دھات، لوہا، تانبا، پیتل، کپڑا بننا، لوہے کے برتن اور سامان بنانا۔ ٹیلیویژن بنانا، بجلی کے آلات بنانا وغیرہ جملہ دستکاریوں سے کام لیا جاتا ہے اور مال باہر ملکوں کو بھیجا بھی جاتا ہے اور رہا ہر ملکوں سے مال منگوایا بھی جاتا ہے اور ایک روز میں ۵۵۰ ہزار بیرل تیل بھی زمین سے نکالا جاتا ہے اور گیس کے ذخیرے بھی قدرت نے ملکِ شام میں بھر دیئے ہیں۔

آب و ہوا:

ملکِ شام کی آب و ہوا معتدل ہے اور یہاں کے پرانے مزارات اور روضہ جات بھی بہت مشہور ہیں تاریخی قلعے بھی ہیں اور بے شمار سیاح جو ایران بھی آتے ہیں وہ ملکِ شام بھی جاتے ہیں اور اِن سیاحوں کی تعداد بھی دو ملین نفر تک ہو گئی ہے۔ اور

بہت سے روضے اور مزارات جنابِ رسولؐ خدا کے صحابیوں کے بھی ہیں جیسے روضہ بلالؓ حبشی، عمار یاسرؓ، اویس قرنیؓ خزیمہ بن ثابت انصاریؓ (شہر رقہ میں) اور کربلا کی شیر دل خاتون معظمہ، حضرت زینبؑ کا روضہ ہے اور امام حسینؑ کی بیٹی سکینہ عُرف حضرت رقیہؑ بی بی کا بھی مزار ہے۔

بس یوں سمجھ لیجئے کہ ہر سال ہزاروں عاشقانِ حسینؑ و آلِ رسولؐ ملکِ شام کی زیارات کرنے آتے ہیں اور ملکِ شام میں موجود ہیں جن سے دینِ اسلام کی روح نازل ہوتی ہے اور اِن میں ایک بڑی مسجد عیسائیوں کی بنائی ہوئی بھی ہے یہ پہلے گرجا تھا اور یہ جامع مسجد کافی بڑی عمارت ہے۔ اِسی مسجد میں یزید نے دربار لگایا تھا اور آلِ رسولؐ کی مخدرات بے پردہ لائی گئی تھیں۔

خطبہ امامِ سجادؑ:

جو خطبہ امام نے دیا تھا وہ بھی اپنی یادگار آپ ہی ہے جو آپ نے یزید پلید کو ذلیل کرنے اور شجرۂ خبیثہ بنی اُمیہ کو بتایا ہے کہ یہ نجس پیداوار ہیں جس خطبے سے یزید کی حکومت کے قدم ڈگمگانے لگے تھے اور پھر سونے پر سہاگے کا کام شہزادی جنابِ زینبؑ نے کیا اور لہجۂ حیدریہ میں ایسا فلک شگاف خطبہ دربارِ یزید ملعون میں خطاب فرمایا کہ جس کی مثال قیامت تک بھی نہیں مل سکتی ہے۔ وہ خطبہ بھی یادگار ہے اور پھر مقامِ سرِ یحییٰ بن زکریاؑ ہے۔ جو وسطِ مسجد اموی میں ہے۔ اس مقام کو بھی اپنی جگہ بہت بڑی اہمیت ہے اور پھر مقامِ سرِ امام حسینؑ شمالی کنارۂ مسجد میں واقع ہے کہ جس مقام و مزار کی اپنی جگہ بہت بڑی اہمیت ہے۔

قلعہ دمشق:

چار ہزار سال پہلے دشمنوں سے جان کی حفاظت کے لئے شہر کے چاروں طرف

بلند دیواریں بنا کر شہر کو محفوظ کر لیا گیا تھا۔ جس کے ۷ دروازے ہیں جس میں سے مشہور (۱) باب توما (۲) باب شرقی (۳) باب فرادیس وغیرہ دروازے ہیں۔

لیکن دمشق کا قلعہ بازار حمیدیہ کے نزدیک ہے جو سلجوقی بادشاہوں کے زمانے میں بنایا گیا تھا اور اُس کی مرمت بھی آجکل کی جارہی ہے۔

دمشق کے علاقے میں بے شمار چمنستان اور پانی کے جھرنے چشمے ہیں جیسے چشمہ عین الخضرہ، عین الفیجہ زبدانی، بقین و بلودان کہ بے انتہا خوبصورت علاقے ہیں لوگ، سیاح وہاں اِن کی قدرتی خوبصورتی کو دیکھنے کے لئے کافی بڑی تعداد میں وہاں آتے ہیں اور وہاں ایک خوبصورت پارک تشرین بھی بنایا گیا ہے جو ۳۳ ایکڑ زمین پر لمبا چوڑا بنا ہوا ہے، یہ دمشق کا بہترین و خوبصورت پارک ہے اور سینکڑوں سیاح یہاں ہیں۔

علاقہ میوزیم دمشق:

یہ مقام شہر کا بزرگ ترین مقام ہے کہ ۶۴ سال پہلے اس کی بنیاد رکھی گئی تھی اور علاقہ منطقہ (ضلع) جسر الرئیس نمائش گاہ کے جنوب میں بین الملل واقع ہے۔

مؤزہ نظامی مسجد کا نظام جو ۹۶۲ھ میں ایجاد ہوا تھا اور اس سے شان و شوکت اسلامی ظاہر ہوتی ہے مسجد کے کنارے کی طرف یہ بھی دیکھنے کے قابل ہے۔

موزۂ خط عربی۔ جامع مسجد کے شمال کی جانب واقع ہے۔ خلاف ترکیہ کی مدد سے بنا تھا، جس میں پرانے خطوط اور پرانے لباس محفوظ کر کے رکھے گئے تھے۔ اور کچھ دواخانے علاج خانے بھی ہیں بازار حمیدیہ کے وسط میں ایک بڑا شفا خانہ بھی ہے جو بو علی سینا کی یاد دلاتا ہے۔ اس میں تعلیم طب دی جاتی ہے اور اِن کا وقت ۸ بجے صبح سے ۵ بجے عصر تک روز شہ شنبہ تک رہتا ہے۔

مقامات وزیارات گاہ ہائے دمشق:

شہرِ دمشق میں رسولؐ اکرم کے خاندان کے مزارات ہیں بڑی بڑی صاحبِ عصمت درگاہیں ہیں اور سب سے بڑا روضہ توخود بی بی جنابِ زینبؑ کا ہے اور مرقدِ مطہر جناب زینبؑ دمشق میں ۱۲ کلومیٹر کے رقبے پر واقع ہے اور بہت شاندار روضہ بنا ہوا ہے جس کو زینبیہ بھی کہا جاتا ہے۔

مرقد رقیہ (حضرت سکینہؑ) مسجد اموی کے شمال میں واقع ہے۔ قبرستان باب الصغیر مسجد کے شمال میں واقع ہے اس میں کافی عظیم المرتبت شخصیات دفن ہیں۔

(۱) حضرت اُمِ کلثوم دختر گرامی حضرت امام علیؑ بھی ہیں۔ (شبیہ ہے)

(۲) حضرتِ سکینہؑ بنت الحسینؑ کا مزار بھی واقع ہے۔ (قبرستان میں حضرت علیؑ کی بیٹی سکینہؑ بنتِ علیؑ کی قبر کی شبیہ ہے)

(۳) محل سرہائے ۱۶ بدن از شہدائے کربلا کا مقام بھی یہاں واقع ہے۔

(۴) حضرت میمونہ دختر امام حسنؑ مجتبیٰ کا مزارِ مبارک بھی ہے۔

(۵) حضرت حمیدہ دختر حضرتِ مسلم بن عقیلؑ کا روضہ مبارکہ بھی ہے۔

(۶) اُمِ سلمہؑ واُمِ حبیبہ ازواجِ گرامی پیغمبر اکرمؐ۔ (یہ دونوں جنّت البقیع میں دفن ہیں یہاں قبروں کی شبیہ ہے)

(۷) بلالؓ حبشی جو رسول خدا کے مؤذن تھے۔ (لبنان میں قبر ہے یہ قبر کی شبیہ ہے)

(۸) عبداللہ فرزند جعفر طیار ہمسر حضرت زینبؑ۔

(۹) حضرت عبداللہ فرزند امام جعفر صادقؑ۔

(۱۰) حضرت فاطمہ الصغریٰ دختر امام حسینؑ۔ (جنّت البقیع مدینے میں قبر ہے یہ قبر کی شبیہ ہے)

(۱۱) اسماء ہمسر جعفر طیار برادر، مولا علیؑ۔ (مدینے میں دفن ہیں، یہ شبیہ مزار ہے)

(۱۲) فِضّہؑ خدمتگوار حضرت فاطمہؑ۔

☆ آرام گاہ حجر بن عدی صحابی و باوفائی امیر المومنین چند فرسخ دمشق سے دور ہے اور بے شمار مقاماتِ مقدسہ ہیں۔

☆ قبر صلاح الدین ایوبی جو قریب ہے مسجدِ اموی کے۔ (اس نے ہزاروں اولادِ رسولؐ کو قتل کروایا تھا)

☆ غارِ اصحابِ کہف۔ کوہِ قاسیون ہیں۔ (یہ بہت مشہور واقعہ قرآنی ہے)

☆ مقام حضرتِ حوا اُم البشر (بیت نہیا) کی طرف اطراف دمشق ہیں۔

☆ مغارۃ الدم (غارخون) کوہِ قاسیون میں، کہتے ہیں کہ اس مقام پر قابیل ملعون نے جناب ہابیل کو قتل کیا تھا۔

☆ مغارۃ الجوع (غار گرسنگی) بھوک والا غار، کوہِ قاسیون ہیں۔

☆ کہا جاتا ہے کہ اللہ والے ولی اللہ چالیس نفر کے خلاف عوام الناس نے محاصرہ کیا تھا اور دشمنوں نے اِن کو بھوکا مار دیا تھا۔

☆ آرام گاہ مرحوم ڈاکٹر علی شریعتی، مقبرہٗ مجاورِ جناب زینبؑ کے قریب قبر ہے۔

☆ آرام گاہ ابوالعلائے مُعرّیٰ شاعر و فیلسوف معروف شہر (معرۃ النعمان) نزد حلب۔

☆ آرام گاہ فیلسوف و عارف معروف شیخ شھاب الدین سہروردی (مرکز شہر حلب)

☆ مقبرہ شیخ عزّالدین قسام پہلے شہید مہاجم سرزمین فلسطین قبر شہدا قبرستان دمشق میں ہے۔

اور تمام زیارات حرمِ مطہر حضرت زینب سلام اللہ علیہا، یہ تمام زینبیہ کے علاقے میں واقع ہیں اور مقاماتِ مقدسہ اور مزارات عظمیہ ملکِ شام میں واقع ہیں اور اس روضہ جنابِ زینبؑ بنت علی سے عطر کی خوشبوئیں آتی ہیں عفت و پاکیزگی کا درس ملتا ہے اور بے شمار زائرین آ کر آپ کی زیارت بجالاتے ہیں۔

تاریخِ روضۂ زینبؑ:

حضرت زینبؑ یکم شعبان کو سن ۵ ہجری میں پیدا ہوئیں اور بی بی فاطمہؑ کے بعد یہ دنیا کی خاتونِ اوّل ہیں جو اپنی عظمت میں بہت بلند مقام رکھتی ہیں اور یہ پنجتن پاک کی جیتی جاگتی تصویر اور کربلا میں آپ نے اتنا بڑا کام انجام دیا ہے کہ رہتی دنیا تک آپ کی مثال نہیں ملے گی۔

اور آپ نے اپنے خطبوں سے تمام کوفے اور ملک شام میں آگ لگا دی اور بنی اُمیہ کی حکومت کی جڑیں کھوکھلی کر دی تھیں گویا تاریخ میں بلکہ دنیا میں انقلاب عظیم برپا کر دیا تھا۔

آپ کی ضریح مقدس کو ایرانی کاریگروں نے بہت خوبصورتی سے بنایا ہے اور سجایا ہے اور آپ کے مرقد کے کنارے جمعہ و جماعت کی نماز پڑھنے کا مقام (مُصلیٰ) بہت خوبصورت اور کشادہ بنایا گیا ہے اور کئی مراکزِ علوم اسلامی، حوزۂ علمیہ کھلے ہوئے ہیں۔ جس میں ایک حوزۂ علمیہ امام خمینی بھی ہے۔ اطرافِ حرم میں بنائے گئے ہیں۔

اور کہا جاتا ہے کہ جنابِ زینبؑ جب واقعۂ کربلا کے بعد مدینے میں آ گئیں تو روزانہ مستورات مدینہ کو کربلا میں برپا ہونے والے مظالم کا ذکر کرتی تھیں گویا روزانہ مجلس حسین پڑھتی تھیں تو حاکمِ مدینہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی اور حکومت

بنی اُمیہ تباہ ہوتی نظر آئی تو اُس گورنر مدینہ نے یزید ملعون کو اطلاع دی کہ زینبؑ روزانہ مجلسِ حسینؑ برپا کر کے عوام الناس کو بنی امیہ کے مظالم سے روشناس کراتی ہیں لہٰذا اِن کو مدینے میں نہ رہنے دیا جائے۔ چنانچہ حضرت زینبؑ کو مدینے سے ملک شام کی طرف ہجرت کرنا پڑی اور شہزادی زینبؑ شام کے سفر پر روانہ ہوگئیں سنا ہے کہ بی بی زینبؑ کے شوہر جناب عبداللہ کی شام میں باغات اور زمینیں بھی تھیں یعنی جاگیر تھی۔ اس لئے بی بی زینبؑ اپنے شوہر کے ساتھ شام کو روانہ ہوگئیں اور مدینے سے ہجرت کر گئیں۔ اُن کو ایک جگہ مستقلاً نہیں رہنے دیا گیا۔

روضۂ حضرت سکینہ بنتِ الحسین (عرفیت معصومہ رُقیہؑ)

معصوم سکینہؑ بی بی جو چار برس کی سن میں قید خانے میں تڑپ تڑپ کر شہید ہوگئیں ایرانی حضرات اُن کو رُقیہؑ بنت الحسینؑ کہتے ہیں۔ رُقیہ کے معنی ''گلے کا تعویز'' ہیں چونکہ شہزادی سکینہ بابا کے سینے پر سونے کی عادی تھیں اس لئے اُنہیں حسینؑ کے گلے کے تعویز سے تشبیہ دے کر رقیہ کہا جاتا تھا۔ حضرت سکینہؑ کے بہت سے نام تھے، مثلاً رقیہ، امینہ، آمنہ، عاتکہ، فاطمہ، صفیہ وغیرہ۔

جنابِ سکینہ رقیہؑ کا مزار بھی ملکِ شام میں اپنی آب و تاب الگ ہی رکھتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں زائرین ملکِ شام میں سیاحی اور زیارت کے لئے آتے ہیں تو بھی ان کو پتہ چلتا ہے کہ جنابِ سکینہ رقیہؑ کا مزار بھی بلند درجہ روضہ ہے۔

برسہا برس تک یہ مقامات بلا مرمت کے اور بغیر دیکھ بھال کے یونہی ویران پڑے رہے مسجد بھی ویران جیسی پڑی رہی لیکن آج کل حکومت نے اِن آثارِ قدیمہ کی طرف توجہ کی ہے اور پرانی عمارتوں، درگاہوں، مسجدوں، روضوں کی دیکھ بھال اور مرمت کا کام شروع کر دیا ہے۔ اسلامی حکومت نے اس طرف کافی توجہ کی ہے

اور بہت بہترین قسم کے معمار ہنر مند اکٹھے کر کے روضے کی زیبائش شروع کی ہے اور ماشاء اللہ روضے کو بہت خوبصورت بنا دیا ہے۔

حضرت سکینہ رقیہؑ جن کی عمر چار سال کی تھی یہ باغ زہراؑ کی کلی اپنے باپ امام حسینؑ اور پھوپھی جنابِ زینبؑ کے ہمراہ مدینہ سے مکے ہجرت کر کے گئی تھیں۔ وہاں سے پھر کربلا اور کوفہ بھی گئیں اور پھر اسیر ہو کر ملکِ شام گئیں اور پھر شام کے خرابے (قید خانے) میں اسیر رہیں پھر وہ شہید ہو گئیں کیونکہ یتیمی کے بعد باپ کا سایہ نہ ہونا ایسا غم تھا کہ زندگی دشوار ہو گئی تھی اور ان کا روضہ زبانِ بے زبانی سے اِن کے غم زدہ حالات کی کہانی کہہ رہا ہے۔

آپ کے روضے کا رقبہ ۳۸۴۵ مربع میٹر ہے اور عمارت تقریباً ۳۲۵۵ میٹر پر تعمیر ہوئی ہے۔ اور جلد ہی ایک کتاب خانہ، جوارِ حرم میں لائبریری (Library) قائم ہونے والی ہے۔ اہلِ سنت اور شیعہ تمام حضرات ہی عظمت کی نظروں سے روضے کو سلام بجا لاتے ہیں۔

شہر بُصرا:

ایک ایسا مقام ہے کہ جہاں حضرت محمدؐ مصطفیٰ ۱۲ سال کی عمر میں اپنے چچا حضرت ابو طالب کے ہمراہ اس مقام پر آئے تھے اور تمام بازاراتِ مکہ اور شام جو تجارت کے لئے گئے تھے اِن مقامات پر حضور آئے تھے۔ اور اس مقام پر ایک راہب (بحیرہ) نامی نے رسولؐ خدا کی صفات کا پتہ لگا لیا تھا اور پیشین گوئی کی تھی کہ یہ یقیناً وہی رسولؐ خدا ہیں کہ جسے توریت زبور اور انجیل میں جن کی صفات حمیدہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اِن کو دشمنوں کی نظروں سے دور رکھا جائے۔ کیونکہ یہودی اگر اِن کو پا لیں گے تو یقیناً قتل کر دیں گے۔

اور دوسرا سفر حضور اکرم محمد مصطفیٰ کا اس علاقے میں ۲۵ سال کی عمر میں ہوا جب آپ حضرت خدیجہؑ کا قافلہ تجارت لے کر روانہ ہوئے تھے اور یہی وجہ تھی کہ جنابِ خدیجہؑ الکبریٰ اُم المومنین نے رسولؐ خدا کی ایمانداری اور بُردباری دیکھ لی تھی اور آپ نے اپنے باپ اور چچا سے سن رکھا تھا کہ ایک رسول آنے والا ہے، آپ کو توریت اور انجیل کی خبروں پر یقین تھا اس لئے رسولِ منتظر پر یقین و ایمان رکھتی تھیں اور پھر اپنی ہی طرف سے رشتے کا پیغام دیا تھا اور تاریخ اسلام میں اس رشتے کا مقابلہ کوئی دوسرا رشتہ نہیں کر سکا، جس طرح آپ نے ایفائے عہد کیا وفاداری کی، عہد و پیمان پورے کئے اور اِن کے اچھے نقوش و اثرات بی بی حضرت فاطمہ الزہرہؑ اور بی جناب زینبؑ پر اثر انداز ہوئے۔

شہرِ تدمر:

یہ ملک شام کے مشرق میں ہے اور پرانے عبادت خانے یہاں پر دیکھنے کے قابل ہیں اور طرح طرح کی عمارتیں عبادت گاہوں کی ہیں۔ شام میں ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے ۲۳۸۷ کلو میٹر لمبی ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے اور سالانہ ۳ ملین مسافر و سیاح و زائرین آتے ہیں اور بھی آمد و رفت کے کئی ذرائع ہیں جیسے بس وغیرہ کا بھی سفر آسان ہے۔

شہرِ حمص:

ملک شام کا تیسرا بڑا شہر حمص ہے جو دمشق اور حلب کے درمیان میں واقع ہے۔
قلعہ الحصن حمص کا مشہور و معروف قلعہ ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

شہرِ حماہ:

رود خانہ (العاصی) اِن مقامات پر انبیاء و اولیاء کی قبریں اور روضے بنے ہوئے ہیں جو دیکھنے کے لائق ہیں۔

شہر حلب:

شام کے بڑے اور مشہور شہروں میں سے ایک شہر حلب بھی ہے جہاں پر ہاتھ کے ہنر اور کئی قسم کے کارخانے کام انجام دیتے ہیں۔

حلب کا قلعہ بہت مضبوط اور عالیشان بنا ہوا ہے کہ جو زمانے بھر میں اپنی مضبوطی اور اعلیٰ شان کے لئے مشہور ہے اور یہ تقریباً چار ہزار سال پرانا ہے اور یہ شہر عیسائیوں کی کاریگری ظاہر کرتا ہے برسہا برس تک عیسائیوں کے قبضے میں رہا ہے اور ایک سو پچاس سے زیادہ عیسائیوں کی مقدس بارگاہیں یہاں پر موجود ہیں اور یہ شہر عیسائیوں کا شہر ہی کہلاتا ہے۔

حمدانیوں کی حکومت جو مومنین محمدؐ و آل محمدؐ کی حکومت تھی انہوں نے سال ۲۸۱ ق میں حلب میں حکومت حمدانی کی بنیاد ڈالی اور زمانہ سیف الدولہ حمدانی میں حکومت کو عروج حاصل ہوا۔

یہاں پر حضرت زکریاؑ کی آرام گاہ (مزارِ مقدس) بھی ہے اور جناب محسن جو بچپنے میں شہید ہو گئے تھے اِن کی یادگار ہے اور مقام راس الحسینؑ ہے جہاں امام حسینؑ کا سر رکھا گیا تھا۔ (مسجد مشہد النقطہ) حلب میں یہ مقام مقدسہ ہے اور یہ علاقہ دو ہزار سال پرانا ہے حلب کے پرانے بازار میں لباس کپڑے، عطریات، دستی کاریگری، دنیا بھر میں مشہور ہیں۔

اکثریت حلب شہر کی پبلک کپڑا بننے کا کام کرتی ہے، روئی، پستہ زیتون او ربہت سے پھل میوے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ کلیسا اور قلعہ سمعان حلب شہر سے ۴۰ کلو میٹر کی دوری پر واقع ہے اور "تپہ" ایبلا ۶۰ کلومیٹر مغرب کی سمت واقع ہے دیکھنے کے لائق ہے۔

شہر لاذقیہ:

ساحل، دریائے بترانہ، واقع ہے جہاں اور بھی بہت ساری مشہور یادگاریں ہیں جیسے ایک قلعہ بھی ہے، بہترین جنگلات و چمنستان ہیں اور بہت سے چشمے پانی کے اُبل رہے ہیں اور جزیرۂ باستانی (ارواد) بھی لاذقیہ کے سرِ راہ واقع ہے۔

شہر رِقّہ:

حلب سے ایک سو پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر رِقّہ شہر ہے۔ جہاں پر جنگِ صفین ہوئی ہے۔ عمار یاسرؓ اور اویس قرنیؒ وخزیمہ بن ثابت اس شہر میں دفن ہیں۔

ملک شام دنیا کے بہترین ممالک میں سے ایک ہے

Syria land of the first alphabet in the world.

انگریزوں کا قبضہ:

تقریباً ساڑھے چار ملین دانشمند اور دانش جو، شام کے مدارس و حوزۂ علیمہ میں علم حاصل کرنے میں پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول ہیں اور یہ بجٹ تعلیم کا حکومت کے بجٹ کا ۴/۱ حصہ کہلاتا ہے۔ اور چھاپے خانے اور مدرسے جن میں ۲۰ ملین درسی کتب طالب علموں کے لئے رکھی گئی ہیں اور کئی کئی کتابیں تو دوبار اور تین تین بار چھاپی گئی ہیں اور غیر ملکی طلبا بھی یہاں پر ہزاروں کی تعداد میں علمِ دین حاصل کررہے ہیں۔

دمشق کی یونیورسٹی (Univeristy of Damascus)

ایک صدی سے زیادہ سے قائم ہے اور ہزاروں ہنرمند، عقل مند طلبا علم حاصل کر رہے ہیں۔ اور ۱۴ یونیورسٹیاں سرگرمِ عمل ہیں۔ کم از کم ۲۰۰۰ تو ہر سال ڈاکٹر بن

جاتے ہیں اور Ph.D اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں بھی دی جاتی ہیں۔

دمشق کی یونیورسٹی نے 3500 کتابیں چھپوا کر لائبریری میں طلبا کے پڑھنے کے لئے رکھی ہیں دس ہزار طالب علموں کے رہنے کے لئے کمرے بنائے گئے ہیں اور ہر ملک سے طلبا آ کر یہاں درس حاصل کرتے ہیں۔

حلب کی یونیورسٹی:

ملکِ شام کی مشہور یونیورسٹیوں میں سے ایک حلب کی یونیورسٹی بھی ہے جو ۱۳۳۷ میں شروع ہوئی تھی اور جس میں ۵۰ ہزار طلبا علم حاصل کر رہے ہیں اور ۱۴ یونیورسٹیاں تعلیم کی خدمت انجام دے رہی ہیں۔ ان یونیورسٹیوں میں ۱۶۸۰ سے زیادہ مختلف مضامین پڑھائے جا رہے ہیں اور ایک ہزار سے زیادہ ہنر مند طلبا مُدرّس، دانشمند و دانش جو۔ ۵۵ علاقوں میں تعلیم دینے میں مصروف ہیں۔ اس کے علاوہ ۲۲۵۰ استاد اور بھی تعلیم و تدریس میں مشغول ہیں۔ حلب کی حکومت نے ایک بڑی لائبریری قائم کی ہے جس میں ۱۸۰ ہزار کتابیں سجا کر رکھی ہیں اور ۱۸۷۰ دیگر زمانے کے مطابق مضمون پڑھائے جا رہے ہیں۔

شہر لاذقیہ شہر میں بہت بڑی گورنمنٹ کی یونیورسٹی قائم ہے، ۲۰ سال سے یہ لائبریری قائم ہے دس یونیورسٹیوں کی تعلیم اس سے متعلق ہے اور اس میں ۲۵ ہزار طلبا تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور ایک اور بھی البعث یونیورسٹی ہے جو حمص شہر میں قائم ہے اور اس میں بھی سات یونیورسٹیاں اپنی تعلیم دے رہی ہیں۔ جس میں ۱۲ ہزار طلبا و مدرّسین درس و تدریس میں مشغول ہیں۔

اِن پروفیسرز اور لیکچررز میں ۱۰ فیصد تو گزٹیڈ ہیں باقی غیر ملکوں سے آنے والے طلباء اور مدرّسین بھی اس میں شامل ہیں جن میں مردوں کے علاوہ لڑکیاں اور

خواتین بھی یونیورسٹیز میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

اور تقریباً ۱۵ فی صد طلباء و طالبات تعلیم کے زیور سے آراستہ اور پیراستہ ہیں اور ہر طرح کی اعلیٰ تعلیم دی جا رہی ہے۔

لائبریری حافظ الاسد:

مغربی ملکوں نے ملکِ شام کی ترقی میں بے شمار رکاوٹیں ڈال رکھی ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ مسلمان امن و اطمینان سے اپنی زندگی گزار سکیں اور تعلیم حاصل کر سکیں اس لئے گوناگوں مسائل پیدا کر رکھے ہیں اور لائبریریوں کے قیام میں رکاوٹیں ڈال رکھی ہیں۔ لیکن اب سن ۱۹۸۴ء میں حافظ الاسد نے لائبریری کی بنیاد رکھی ہے اور یونیورسٹی جو ضلع شمالی میدان میں دمشق کے قائم ہے۔ ۹ ضلعوں میں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم دی جاتی ہے۔ اس لائبریری میں تقریباً بیس لاکھ کتب رکھی ہوئی ہیں اس لائبریری میں مختلف زبانوں کی کتابیں ہر مضمون کی کتابیں رکھی ہوئی ہیں اور ہر سال تقریباً ۱۰۰ ہزار طلباء اس کتب خانے (Labrary) سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور بے شمار سیمینار اِن مضامین کے سلسلے میں قائم کئے جاتے ہیں اور علمی خدمات بے شمار کی جا رہی ہیں۔

تاریخ ملک شام:

ملکِ شام تاریخی اعتبار سے لمبا چوڑا علاقہ ہے جس میں کنارۂ اُردن فلسطین بھی شامل ہے اور ملکِ شام بہت قدیم زمانے سے مشہور رہا ہے اور سب سے پہلے وہاں ہزارہ سوم قوم آباد تھی۔ سامی قوم آباد تھی اور اِن کی حکومت ۷۰۰ء قبل از میلاد دوام، قائم ہے اور ایک علاقہ جسے فینقیہ (لبنان) کہا جاتا ہے۔ گیارھویں صدی کے آخر میں آرامی نام کی قوم یہاں آباد تھی اور ملکِ شام بار بار مختلف ملکوں کے قبضے میں

رہا ہے جیسے مصری لوگوں کا ملکِ شام پر قبضہ رہا، آشوری، بابلی، ایرانی حکومتیں ملکِ شام پر اپنا قبضہ جمائے رہی ہیں۔ اور برسہا برس تک ایرانی حضرات کا قبضہ بھی ملکِ شام پر رہا ہے۔ قبل از میلاد ۳۳۱ سال میں ملکِ شام اسکندر مقدونی کے قبضے میں رہا پھر سلجوقیوں کا تسلط ایران پر رہا اور ۶۳ سال میلاد سے قبل روم نے قبضہ کرلیا اور ملکِ شام نے کافی ترقی کی اور ملک مالا مال ہوگیا۔ شام پر روم کا قبضہ چلتا رہا پھر سن ۳۹۵ء میں ابوبکر کی خلافت میں خالد بن ولید آیا اور شام کو مسلمان فوجوں نے فتح کرلیا اور مسلمانوں نے دو محاذوں پر روم کو شکست دے دی۔

پھر سال ۱۴ ہجری میں ملکِ شام مسلمانوں کے مکمل کنٹرول میں آ گیا پھر خلافتِ عثمانی میں معاویہ بن ابوسفیان کو گورنر شام بنا کر ملک شام روانہ کر دیا گیا اور جب خلافت علیؑ کا وقت آیا تو عثمانی حکومت معاویہ بن ابوسفیان نے زبردست مخالفت کی۔ دمشق کو بنی اُمیہ نے اپنا پایہ تخت بنالیا اور شہر دمشق ۷۵۲ء سے ۱۲۷ ہجری تک مرکز بنی اُمیہ پایہ تخت بنا رہا اور پھر بنی عباسیہ کی حکومت آ گئی۔ بنی اُمیہ کا چراغ گُل ہوگیا حکومت ختم ہوگئی اور پھر بنی عباسیوں کو شکست دے کر شیعہ حمدانیوں نے اپنی حکومت بنالی۔ لیکن سال ۳۹۴ ہجری میں پھر حکومت حمدانی ختم ہوگئی اور پھر ملکِ شام فاطمیوں کے قبضے میں آ گیا اور پوری شام کی سلطنت پر فاطمیوں کا قبضہ ہوگیا پھر گیارہویں صدی میں ترکوں سلجوقیوں کی حکومت آ گئی اور ۱۰۹۵ء سے ۱۱۷۰ء تک مسلمانوں اور عیسائیوں میں جنگ چلتی رہی۔ پھر یورپ کی حکومت آ گئی۔ بارہویں صدی میں اتابک لوگوں کی حکومت آ گئی اور تیرہویں صدی میں مما لک مصر نے حملہ کیا۔ صلیبی جنگ ختم ہوگئی اور ملکِ شام پورا پورا ملک مصر کے قبضے میں آ گیا۔ پھر اسی دوران غربی طرف سے مغلوں نے حملہ کیا اور حکومت مما لک مصر

نے سال ۱۵۱۶ء تک استحکام رکھا اور پھر سلطان سلیم اوّل نے حکومت عثمانی کی بنیاد ڈالی اور پورا ملک شام عثمانیوں کے قبضے میں آ گیا پھر اس ملک کا نقشہ بٹ گیا انگریزوں کی حکومت کمزور ہوتی چلی گئی۔ حکومتِ عثمانیہ کافی مدت تک ملکِ شام پر حکومت کرتی رہی یہاں تک کہ ۱۷۹۹ء میں مصر نے حملہ کیا اور شام، فرانس کے قبضے میں آ گیا پھر دوبارہ ملکِ شام پر عثمانیوں کا قبضہ ہو گیا۔ عیسائیوں نے شامیوں کو تکلیفیں دینا شروع کر دیں۔ پھر عیسائیوں نے شام کو آزاد کر دیا۔ پھر دوبارہ یورپ نے پھر ۱۸۶۰ء میں حملہ کیا اور عثمانی حکومت کو کمزور بنا دیا۔ اُس وقت بیروت بھی ملکِ شام میں شمار ہوتا تھا۔ پھر عالمگیر جنگ ۱۹۱۴ء شروع ہو گئی اور فلسطین کی حکومت بھی بن گئی۔

پہلی عالمگیر جنگ کے بعد:

یعنی عالمگیر جنگ کے بعد عثمانی سلطنت کو بھی شکست ہو گئی اور پھر فیصل اوّل عراق کا بادشاہ بنا، پھر ملکِ شام نے الیکشن کے ذریعے اپنے نمائندہ چنے۔ لیکن کچھ لوگوں نے اس بات کو پسند نہیں کیا اور پھر ملکِ شام کو فرانس کے قبضے میں دے دیا گیا۔ پھر اس خطے کو دو چھوٹے حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ (۱) شام (۲) لبنان اور کئی ملین انسانوں نے الیکشن میں حصہ لیا۔ ۱۹۲۵ء میں حکومت فرانس نے کچھ عرصہ بعد لبنان کو ملکِ شام سے الگ کر دیا ور یہ الگ ملک کی حیثیت اختیار کر گیا۔ لبنان الگ ملک بن گیا پھر ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء تک ملکِ شام آزاد رہا اور ۱۹۳۹ء میں اسکندریہ نے اس پر قبضہ کیا اور پھر جنگِ عالمگیر دوئم میں فرانس نے ملکِ شام کو پایۂ تخت قرار دے لیا۔ پھر ہٹلر کا زمانہ آ گیا۔

ایک ساتھ رہنے والے:

یعنی مدد گار اور سن ۱۹۴۱ میں برطانیہ اور فرانس نے ملکِ شام کو آزاد کر دیا (زنرل کاترو) نے ۱۶ ستمبر ۱۹۴۱ء میں جمہوری حکومت شام کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ پھر تاج الدین حسنی شام کا صدر بنا اور یہاں سے ملکِ شام کی مکمل آزادی کا وقت شروع ہوا۔ اور سن ۱۹۴۸ء میں عربی ممالک کی جنگ میں اسرائیل سے گٹھ جوڑ ہوگیا سن ۱۹۴۹ء میں رہبر حسن الزعیم بنا۔ پھر ادیب ششکلی رہبر بنا۔ سال ۱۹۵۱ء میں جمہوری حکومت بنی اور ۱۹۵۲ء میں ہاشم الاتاسی رہبر بنے۔ پھر مصر کے کرنل ناصر آ گئے پھر حالات بدلتے ہی رہے۔ اور ۱۹۵۸ء میں سوریہ اور مصر جمہوری متحدہ عربی بنائی یہ سب کی سب کرنل ناصر کی حکومت تھی۔ اور ستمبر ۱۹۶۱ء میں نظامیوں نے دمشق میں قیام کیا اور تمام مصریوں کو شام سے باہر نکال دیا۔ ڈیڑھ سال بعد مارچ ۱۹۶۲ء میں پیروکارانِ شامی نے کرنل ناصر کے نام پر شور مچایا اور حکومت پر کرنل ناصر (مصر) کا قبضہ ہوگیا سال ۱۹۶۶ء میں صلاح الحدید نظامی نے قدرت حاصل کی۔ پھر عراق اور شام کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ سال ۱۹۶۷ء میں دوبارہ عربوں کے ساتھ ہو کر اسرائیل کے خلاف جنگ لڑی اور اسرائیل کی بنیاد پڑی۔

۱۹۶۸ء میں حزبِ بعث اور صدر اتاسی و حافظ اسد میں کشمکش بڑھ گئی۔ آخر کار ۱۹۷۰ء میں زنرال نے حافظ اسد سے حکومت چھین لی۔ اور سن ۱۹۷۱ء میں رسماً اسلامی جمہوری ریاست قرار پائی اور سن ۱۹۷۳ء میں ملکِ شام نے تیسری بار جنگِ عرب میں حصہ لیا اور تمام نقصانات اسرائیل پر ڈال دیئے۔ سن ۱۹۷۶ء میں سادات کی خیانت کی وجہ سے شام اور مصر کے رابطے کٹ گئے اور جمہوری متحدہ عرب کا ایک گٹھ جوڑ ہوگیا اور سن ۱۹۷۹ء میں نظامیوں نے اقتدار سنبھالا پھر سال

۱۹۸۰ء میں صدام حسین عراق کا صدر بنا۔ اُس نے ایران سے جنگ شروع کر دی اور ملکِ شام کے رابطے عراق سے منقطع ہو گئے۔ سن ۱۹۸۰ء میں لیبیا او رشام کا پھر گٹھ جوڑ بنا۔ پھر اسی دوران شام، اُردن کے تعلقات ختم ہو گئے۔ پھر نظامی صف آرائی اور کشیدگی شروع ہو گئی اور بحرانِ عظیم شام اور اسرائیل پیدا ہو گیا اور سن ۱۹۸۱ء میں اخوان المسلمین نے دمشق میں بے شمار لوگوں کو قتل و غارت اور زخمی کیا۔ بالآخر ۱۹۹۲ء میں حافظ اسد نے چوتھی بار الیکشن کرایا اور اپنی حکومت قائم کی۔

ملکِ شام والوں کی عادت:

تاریخ سے ہم کو پتہ چلتا ہے کہ ملکِ شام کے رہنے والے خاص مزاج کے حامل ہیں۔ ممکن ہے اچھی آب و ہوا کی وجہ سے ایسا ہو۔ کیونکہ اکثر بادشاہوں نے شام کو فتح کیا ہے اور طرح طرح کی حکومت قائم رہی ہے اور ملکِ شام کی آب و ہوا میں ایک روایت بھی شامل ہے جس میں خون سردی (بے حیائی) احتیاط کم اور (محبت نہیں رکھتے) نہ کسی کے حق حقوق پہچانتے ہیں اور خود غرضی اِن کے مزاج میں شامل ہے یہ لوگ زیادہ تر نمک حرام ہوتے ہیں۔ موقع جنگ سے بھاگ جاتے ہیں نہ شرم و حیا ہے نہ محبت و سنجیدگی ہے۔ لوگوں سے بے گانہ رہنے کی عادت ہے اگر چہ عربی حضرات میں یہ خرابیاں نہیں پائی جاتی ہیں اور کافی علاقہ عراق میں بھی اس قسم کی ذلیل باتیں نہیں پائی جاتی ہیں۔

البتہ عربی حضرات تو پندرہ بیس روز کا سفر کر کے جب کسی جگہ جاتے ہیں تو اُن کے لئے دو چار دوست بنا لینا آسان ہے۔

شام ایران دوستی:

ملکِ شام کو پھر بہت سے مسائل درپیش آئے جس میں سیاسی، نظامی، اقتصادی

مسائل بھی تھے اور پھر اسرائیل جیسے بڑے مضبوط ملک کا مقابلہ بھی کرنا پڑا اور ایران میں بھی رہبری کا آغاز ہوا اور ملکِ شام کو ایران سے تعلقات استوار کرنا پڑے اور یہی خاص وجہ ہے کہ ہر ہفتے ایران سے زیارات مقدسہ شام کے لئے ہزاروں زائرین سفر کرتے ہیں امید ہے کہ مستقبل قریب میں دونوں ممالک کی دوستی سے اچھے ثمرات پیدا ہوں گے اور دونوں ممالک کو سر بلندی حاصل ہوگی اور تعلقات میں اچھائیوں کا اضافہ ہوگا۔

باہمی دوستی و مذہبی خیالات:

گزشتہ سیاسی حالات سے قطع نظر ملکِ شام اور ایران نے باہمی دوستی کے تحت ایک جماعت قائم کی ہے جس سے اچھے حالات ہونگے اور علوی حضرات جو شیعہ ہوتے ہیں اُن سے اچھے سے اچھے حالات کی توقع رکھنی چاہیئے۔ اِن میں علوی سادات کے علاوہ نُصیری حضرات بھی شامل ہیں اور ملکِ شام میں چار ملین (چالیس لاکھ) سے زیادہ شیعہ حضرات مسکن پذیر ہیں اور حلب اور دمشق کے اطراف میں بھی بے شمار شیعہ حضرات آباد ہیں اور اُن کا ملک ترقی پر گامزن ہے۔

علوی حضرات شیعہ اور محبانِ اہلِ بیتؑ ہوتے ہیں اور اِن سے لوگوں کی جان و مال عزت سب کچھ محفوظ رہتے ہیں یہ طبقۂ شیعہ امن پسند ہوتے ہیں، خواہ لوگ پہاڑ کے دامن میں رہ رہے ہوں سب محفوظ ہوتے ہیں۔

البتہ تمام شیعہ حضرات کو علمِ دین حاصل کرنے کے لئے حوزۂ علمیہ کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ لوگ طرزِ زندگی حضرت علیؑ اور اِن کی اولاد کے طور طریقوں پر اپنی زندگی گزارتے ہیں اور جتنا بھی ممکن ہوتا ہے اپنی زندگی کو خوف خدا کے تحت گزارتے ہیں جس سے مادّی غذا اور روحانی غذا دونوں حاصل ہو جاتی ہیں اور مشروط

حوزۂ علمیہ قائم ہوگا۔ جس سے روحانی غذا بھی میسر ہوگی اور دامنِ کوہ ناصریہ میں (نصیریوں) کی تعداد کافی زیادہ ہے اور یہ آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

شام کے اچھے بُرے حالات:

ملکِ شام بھی کافی مضبوط اور بڑا ملک ہے یہ ملک کافی قدیم ہے اور اس کے قلعے بھی کافی شہرت رکھتے ہیں اور ملکِ شام سے کئی یادیں میٹھی اور کڑوی وابستہ ہیں اور آج کل سفر کی پریشانیاں ختم ہوگئی ہیں ہوائی جہاز سے دو تین گھنٹے کا سفر ہے اور اگر بس سے سفر کریں تو بسیں بھی آج کل بہت آرام دہ بنا دی گئی ہیں۔ سفر با آسانی گزر جاتا ہے۔

شام کی میٹھی باتیں:

شام کا مبارک اور شیریں سفر بہت ہی اچھا سفر ہے۔ کیونکہ اس ملکِ شام میں بہت سے انبیاء، اولیا آئے اور اس ملک میں اُن کے روضے ہیں۔

سفر ہائے پیغمبرؐ خدا:

اور جناب رسولؐ خدا نے اس سرزمین کا کئی بار سفر کیا ہے۔ اس کی وجہ سے حضورؐ کا سفر باعث فخر مباہات ہے۔[1]

---

[1] سفر کرنے سے بہت سی نا معلوم باتوں کا پتہ لگ جاتا ہے اور ایسے موقعے کے لحاظ سے مولا علیؑ نے جو شعر کہے ہیں وہ بہت موزوں ہیں۔

تغرب عن الاوطان فی طلب العلی　　وسافر ففی الأسفار خمس فوائد

تفرج هم و اكتساب معيشة　　و علم و آداب و صحبة ماجد

یعنی کسی بھی سفر میں انسان کو فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔۔

(۱) سیر سپاٹے سے غم وغصہ ختم ہو جاتا ہے۔ (۲) معیشت کے بارے میں پتہ چل جاتا ہے (۳) تجربہ حاصل ہوتا ہے (۴) دنیا کا تجربہ حاصل ہوتا ہے، (۵) دوست مل جاتے ہیں۔

(نقل از دیوان علیؑ)

(۱) ایک بار تو رسولؐ خدا نے اپنے چچا حضرت ابوطالبؑ کے ہمراہ بچپنے میں سفرِ شام کیا تھا۔

(۲) دوسری بار مکے سے کھانے پینے کی غذا اور سامان لے کر شام جانا اور ملکِ شام سے واپس آنا۔ دوسرا سفر مکے سے شام کا کیا تھا۔ جس میں حضرت ابو طالب نے اپنے بھتیجے کو ساتھ بھیجا تھا جبکہ علیؑ کی عمر بارہ سالہ ہوگی۔ جس میں بُصرا نام کے راہب نے (بحیرا) کے نام پر تمام آثارات نبوت کا پتہ لگا لیا تھا اور کہا تھا کہ جلد سے جلد محمدؐ کو اس سفر سے واپس مکے لے جاؤ، کیونکہ اگر یہودی دیکھ لیں گے تو محمدؐ کو قتل کر دیں گے۔

کیونکہ راہب نے توریت زبور، انجیل میں پڑھا تھا کہ جس کا نام محمدؐ ہوگا یا احمدؐ ہوگا وہ نبیؐ مرسل ہوگا۔ اس کو دشمنوں کی نظروں سے چھپا کر رکھیں کیونکہ اگر ملتِ یہودا اُسے دیکھے گی تو ضرور بہ ضرور قتل کر دے گی اور یہ تمام کی تمام باتیں تاریخ کی کتب میں موجود ہیں۔

حضرت رسولِ خدا کا دوسرا سفرِ شام:

دوسرا سفر رسولؐ خدا نے ۲۵ سال کی عمر میں شام کا کیا تھا جس میں اُم المومنین حضرت خدیجہؑ الکبریٰ کا تجارتی قافلہ لے کر ملکِ شام گئے تھے۔ جبکہ آپ اپنے چچا ابوطالبؑ کے سہارے زندگی گزار رہے تھے اور جنابِ خدیجہ الکبریٰؑ کی تجارت مکے سے شام، مصر، حبشہ تک پھیلی ہوئی تھی اور یہ سفر بھی آپ کا بہت کامیاب رہا اور جب جنابِ خدیجہ الکبریٰؑ نے محمدؐ مصطفیٰ کو قافلہ لے کر جانا اور ایمانداری سے تمام مال واپس دیدینا۔ ایسی نیکی دیکھی تو رسولؐ خدا کی ایمانداری سے بہت متاثر ہوئیں کیونکہ جنابِ خدیجہؑ نے دو غلام رسولؐ خدا کے ساتھ اور بھی بھیجے تھے جن

میں سے ایک کا نام میسرہ تھا اس نے بھی حضورؐ پُرنور کی بے شمار تعریف کی جس پر خوش ہو کر بی بی خدیجہؑ نے اپنا رشتہ خود رسولؐ خدا کو دیا تھا۔ جس بابرکت رشتے سے کوثر فاطمہؑ اطہر وصدیقہ طاہرہ کی برکتوں سے اسلام پھلا اور پھولا اور تمام ممالک مع ملک شام کے برکتوں سے مالا مال ہو گیا۔

خطوط نبیؐ:

صلح حدیبیہ کے بعد کئی بار آپ نے اس سرزمین پر اپنے قاصد بھیجے ہیں جس میں ایک (دحیہ کلبی) اسلام کے سفیر گزرے ہیں۔ جو حمص میں قیام پذیر تھے اور وہ روم کے بادشاہ ہرقل کے نام خط لے کر بھیجے گئے تھے۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

بر نام خداوند بخشندہ ومہربان منجانب محمد بن عبداللہ برنام ہرقل بزرگ و بادشاہِ روم (یہ نامۂ ہدایت ہے) میں تجھے راہِ حق کی ہدایت کرتا ہوں تا کہ سلامتی سے اپنی زندگی بسر کر سکو۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے سزا دی ہے کہ تیرے پاس ایمان نہیں ہے اور اگر تو نے اسلام کو قبول نہ کیا تو گناہِ اریسیان تیرے ساتھ رہے گا۔

اے اہلِ کتاب میں تم کو دعوت دیتا ہوں کہ خدا کے غیر کی پرستش نہ کرنا اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک قرار دینا۔ محمد رسول اللہ

تیسرا سفر:

تیسری بار دورۂ ملکِ شام سن ۱۴ ہجری میں مسلمانوں کے لشکر کا دورہ ہوا۔ ابوبکر کی خلافت میں پھر حکومتِ زمانہ عمر بن خطاب میں ہوا۔ مسیحی بھی حکومت تھی لیکن پھر اسلامی حکومت غالب آ گئی۔

ابن عماد دمشقی نے تاریخ میں لکھا ہے کہ ۱۴ ہجری میں فتح شام بہ توسط ابو عبیدہ ہوئی پھر خالد بن ولید نے قبضہ کیا۔ پھر خالد کو معزول کیا گیا۔ خالد بن ولید نے

پہلے ملکِ شام فتح کیا پھر عرب کی طرف متوجہ ہوا اور بمشکل شام تک پہنچا۔

(شذرات الذھب جلد ا صفحہ ۱۵۹)

پھر وہ لکھتا ہے سن ۱۵ ہجری میں جنگ یرموک ہوئی اسلامی فوج تقریباً ۳۰ ہزار سے زیادہ تھی اور سپاہِ روم ۱۰۰ ہزار فوج تھی لیکن اسلامی فوج کی بہادری عروج پر تھی لیکن یرموک میں ایک جماعت مانند عکرمہ کے عبدالرحمٰن بن عوام کی موت ہوگئی۔ سال ۱۴ ہجری تھی کہ شہر حلب اور انطاکیہ بھی مسلمانوں نے فتح کرلیا۔ مسلمانوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا۔ پھر مدینے کا خلیفہ بیچ میں پڑ گیا اور معاہدہ طے پایا۔

شام کے دیئے ہوئے رنج:

عبرت آموز باتوں میں درد آلود اور تلخ شام دو قسم کے خطرات ہیں لیکن ہم نہیں چاہتے کہ لوگوں کے ذائقے کو بدمزہ اور تلخ بنادیں۔ اب ہم دو باتوں کا تذکرہ کریں گے۔

ابوذر کو شہر بدر کرنا:

حضرت ابوذرؓ صحابیِ رسولؐ کا اس سرزمین پر آئے تھے۔ جنہوں نے بنی اُمیہ کے کارکنوں کو غلط کاروائیوں سے روکا اور ڈانٹا۔ حضرت ابوذرؓ کے بارے میں جنابِ رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا تھا:

''کہ آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے بوجھ نہیں اُٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔''

اور حضرت ابوذرؓ صحابیٔ رسولؐ خدا نے جب احکامِ الٰہی کی توہین دیکھی اور خلیفۂ سوئم حضرت عثمان کو بے شمار مال اکٹھا کرتے دیکھا تو حضرت ابوذرؓ نے اِن کے خلاف بولنا شروع کردیا۔ اس جرم کے صلے میں بنی اُمیہ کے کارکنوں نے اِن کو

وطن سے نکال کر ربذہ بھجوا دیا۔ شام میں بھی حضرت ابوذرؓ نے اپنی زبان بند نہیں رکھی اور خلیفۂ وقت کے خلاف تقریریں کرتے رہے اور معاویہ کے خلاف پروپیگنڈا کرتے رہے کہ معاویہ اور عثمان بیت المال سے اپنی مرضی سے لاکھوں کروڑوں روپیہ سے اپنا ذاتی خرچ پورا کرتے ہیں یہ بات معاویہ اور عثمان دونوں کو ناگوار لگتی تھی۔ معاویہ نے خلیفہ عثمان کو لکھا کہ ابوذرؓ کا مدینے میں رہنا صحیح نہیں ہے یہ حکومت وقت پر ہر وقت انگلی اُٹھاتے رہتے ہیں۔ اس لئے مدینہ بدر کر دیا جائے۔ عثمان نے معاویہ کے جواب میں لکھا کہ ایک بدترین کاٹنے والی اونٹنی پر بداخلاق انسان اُسے ہانکے اور رات دن اونٹنی چلتی رہے آرام نہ ملے میرے پاس مدینہ بھیج دے۔ معاویہ نے خلیفہ کے حکم سے ابوذر کو شہر بدر کرنے کا حکم جاری کر دیا اور بدترین کاٹنے والی اونٹنی پر ابوذر کو گرفتار کر کے روانہ کر دیا۔ ابوذرؓ کمزور اور ضعیف جسم والے تھے راستے کی تھکاوٹ سے ابوذرؓ کا حال خراب تھا۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو دونوں پیروں پر ورم آ گیا تھا تکلیف بڑھ گئی تھی لیکن جو کام بھی ابوذرؓ حکومت کے خلاف نکتہ چینی کا کرتے تھے وہ برابر جوں کا توں کرتے رہے اور خلیفہ ہو یا معاویہ کسی کو بھی اعتراض سے نہ چھوڑتے تھے۔

اس لئے حکومت نے بدترین علاقہ ربذے میں بھیج دیا۔ ابوذرؓ تو خوشنودیٔ الٰہی کی وجہ سے یہ کام کرتے تھے اور جب ابوذرؓ کو مدینے سے بدر کیا گیا تو حکم حکومت تھا کہ کوئی شخص بھی ابوذرؓ کو چھوڑنے نہ جائے۔ مگر علیؑ مرتضٰی اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ مشایعت کے لئے گئے اور کچھ حضرات بنی ہاشم کے بھی گئے تھے۔ حضرت علیؑ نے وقتِ وداع ابوذرؓ فرمایا تھا کہ اے ابوذرؓ جو کام بھی کرتے ہو خوشنودیٔ خدا کے لئے کرتے ہو۔ لہٰذا اپنا تمام تر معاملہ اللہ پر چھوڑ دو وہی جزا دینے والا ہے۔ پس

ابوذرؓ ربذے کی طرف روانہ ہو گئے اور آخر کار بھوکے ہی جنگل بیابان میں مر گئے۔

اُن پر بے شمار درود وسلام ہوں۔

پاک خاندان کا داخلہ:

دوسری بار تلخ و فراموش نہ کرنے کے بارے میں یہ بات ہے کہ دوسری بار ملکِ شام میں خاندانِ نبوت و وحی داخل ہوئے اور ملکِ شام میں یزید ملعون کی حکومت کے قدم کب ڈگمگائے جبکہ امامِ سجاد نے اپنے خطبوں سے ملکِ شام کو تہہ و بالا کر ڈالا۔

اور یزید ملعون نے جمعے کے روز مسجدِ جامع بنی اُمیہ میں ذلیل کرنے کی غرض سے امامِ سجاد کو طلب کیا اور پیش نمازِ مسجد کو حکم دیا کہ جس قدر بھی علیؑ کی توہین کر سکے۔ توہین کرے اور آلِ ابوسفیان جو شجرۂ خبیثہ ہیں اِن کی بے شمار تعریف کرے۔ چنانچہ مسجد کے خطیب نے ایسا ہی عمل کیا۔

درباری خطیب کی تقریر:

خطیب مسجد فوراً منبر پر گیا اور الِ ابوسفیان کی بے شمار تعریف و توصیف شروع کر دی اور جتنی بھی برائی کر سکتا تھا علیؑ کی برائی کرتا رہا اور رسولؐ اللہ سے بنی اُمیہ کا شجرہ ملا دیا۔

اب حضرتِ سجادؑ اپنی جگہ سے اُٹھے اور بلند و بالا آواز سے خطیب کو لعن طعن کی۔

ویلک الخاطب اشتریت رضاۃ المخلوق بسخط الخالق فتبوء معتدت من النار......

وائے ہو تجھ پر اے تقریر کرنے والے تو نے لوگوں کی خوشی کے لئے اللہ تعالیٰ کے غصّے کی پرواہ نہیں کی اور یزید کی طرف دیکھ کر امام سجادؑ نے فرمایا کہ اے یزید کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں اس لکڑی کے منبر پر بیٹھ سکوں اور اللہ تعالیٰ کی

خوشنودی کے لئے کچھ تقریر کرسکوں۔ اُس مسجد بنی امیہ میں بے شمار مجمع تھا اور ہر طرح کے لوگ وہاں جمع تھے۔ یزید نے چاہا کہ امامِ سجادؑ کو اجازت نہیں دے۔ لیکن امامِ سجادؑ کی بلند آواز کو سب مجمعے نے سنا۔ اور تمام حضرات سید سجادؑ کی طرف غور سے دیکھنے لگے اور سب نے کہا اے یزید اس نوجوان کو بھی منبر پر جا کر تقریر کرنے کی اجازت دے دے تا کہ ہم بھی تو واقعات کی اصلیت کا اندازہ لگا سکیں اور اے یزید اس نوجوان کی تقریر سے تو کیوں گھبرا رہا ہے۔ اسے فوراً اجازت دے دی جائے تا کہ وہ بھی چند الفاظ ادا کر سکے۔ لیکن یزید کا دل نہیں چاہتا تھا کہ امام سجادؑ منبر پر جا کر حالت سے لوگوں کو باخبر کریں۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ نبوت کا چشم و چراغ منبر پر آ کر حقائق بیان کر دے گا اور جو کچھ ملک شام کی حکومت نے برسہا برس سے علیؑ کی توہین کی تھی اور دنیا زمانے کو دھوکا دیا تھا عوام الناس کو حقیقت کا پتہ چل جائے گا اور ابنی اُمیہ کی جھوٹی سازش کا بھانڈہ پھوٹ جائے گا۔

آخر کار عوام الناس کا اصرار بڑھا کہ اس نوجوان کو بھی منبر پر جا کر تقریر کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ یزید مجبور ہو گیا اور اُس نے اجازت دی کہ امامِ سجادؑ منبر پر جا کر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

بس جیسے ہی یزید نے اجازت دی تو امامِ سجادؑ منبر پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی۔ پھر بنی اُمیّہ کے مظالم کی داستان شروع کر دی اور گویا امامِ سجادؑ کے خطبے سے پورے مجمعے میں گویا آگ لگ گئی۔ لوگ ناواقف تھے اُن کو علیؑ سے نفرت دلائی گئی تھی اور رسولِ خداؐ سے بنی اُمیہ نے اپنا جھوٹا رشتہ قائم کر لیا تھا۔ جب لوگوں کو پتہ چلا کہ بنی اُمیّہ نے عوام الناس کو دھوکے میں رکھا ہے اور یہ قافلۂ اہل بیت رسولِؐ خدا ہیں۔ ہم نے اُن کو شہید کر ڈالا۔ رسولؐ خدا کو کیا منہ دکھا سکیں

گے جب لوگوں کو حقیقت کا علم ہو گیا تو عوام الناس دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ مردوں عورتوں کو طاقتِ ضبط نہ رہی اور تمام لوگ یزید اور بنی اُمیّہ کو برا کہہ رہے تھے۔ اب کیا تھا یزید کی حکومت متزلزل ہو رہی تھی۔

(أنمتنا، علي محمد علي دخيل ج ا ص ۲۷۹ نقلا من اعيان الشيعة ج ا ص ۲۳۳)

پھر عربی زبان میں ملکِ شام کی بنی امیہ کی جامع مسجد میں امامِ سجادؑ نے دمشق میں ۶۱ ہجری میں خطبہ دیا۔

خطبہ امام سجادؑ:

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے جو بہت مہربان اور نہایت ہی رحم والا ہے۔ جس کی تعریف کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اُس کی ذات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ اُسے کوئی زوال نہیں ہے، وہ سب سے پہلے سے تھا اور سب کے آخر تک رہے گا۔ وہی لوگوں کو دن رات روزی تقسیم کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی تعریف سُن چکے ہو۔ اے مردمانِ شام عوام الناس ہوشیار ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار نبی و اولیاء دنیا میں بھیجے ہیں اُن میں سے سات فضیلتیں اللہ تعالیٰ نے ہم کو خاص طور پر بخشی ہیں۔ (۱) علم (۲) حلم (۳) بخشش (۴) بخشش (۵) بزرگواری (۶) محبت (۷) اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت قائم کی ہے۔ ہماری فضیلت کے لئے یہ کیا کم ہے کہ ہمارے جد (نانا) رسولؐ خدا ہیں اور راست گو اُمت کے صدیق (حضرت علیؑ) ہمارے دادا ہیں جعفرؑ طیار اور حمزہؑ ہم میں سے ہیں، شیر خدا و شیر رسولؐ خدا ہمارے خاندان سے ہیں اور رسولؐ خدا کے دونوں نواسے حسنؑ و حسینؑ ہم میں سے ہیں اور اے لوگو تم میں سے کچھ حضرات تو مجھے جانتے ہی ہیں کہ میں خانوادۂ رسولؐ اللہ ہوں۔ میں اپنا شجرۂ حسب و نسب بیان

کرتا ہوں۔

☆ میں مکہ و منیٰ کا بیٹا ہوں، میں زمزم و صفا کا بیٹا ہوں، میں اُس نبیؐ کا نواسہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے براق کے ذریعے جن کو زمین و آسمان کی سیر کرائی اور ان کو رات کے وقت مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک لے گیا اور سیر کروائی۔

☆ میں حجرِ اسود کا بیٹا ہوں کہ جس کو اپنی عبا میں لے کر اصل مقام پر لگا دیا۔

☆ میں اِس پاک و پاکیزہ ہستی کا بیٹا ہوں کہ جنہوں نے اسلام کے اصولوں کو دنیا کو بتلایا، میں اُس ہستی کا بیٹا ہوں کہ جس نے جوتے پہنے ساتھ احرام باندھا۔

☆ میں اُس کا بیٹا ہوں کہ جس نے حج کیا اور اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہا۔ میں اُس کا بیٹا ہوں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کرائی۔

☆ میں اُس پاک ہستی (محمد مصطفیٰؐ) کا بیٹا ہوں جو قربِ خدا تک گیا میں اُس ہستی کا بیٹا ہوں کہ جس نے آسمان کے فرشتوں کو نماز پڑھائی، میں اُس ہستی کا بیٹا ہوں کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے وحی کا سلسلہ جاری کیا۔

☆ میں محمد مصطفیٰؐ اور علیؑ مرتضیٰ کا بیٹا ہوں اور میں اُس بہادر ہستی کا بیٹا ہوں جس نے بڑے بڑے کافروں کو قتل کر کے اسلام کو سر بلند کیا۔

☆ میں اُس کا بیٹا ہوں کہ جس نے ہجرت کی اور جنگِ خندق و حنین میں کامیابی حاصل کی۔

☆ میں اُس ہستی کا بیٹا ہوں کہ جس نے مارقین، ناکثین، وقاسطین سے جنگ کر کے کامیابی حاصل کی۔

☆ میں اُس ہستی کا بیٹا ہوں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے سخاوت بخشی عاقل پیشرو، صابر روزہ دار اور مہذب شب زندہ دار مشرکوں کے قلعوں کو تباہ کرنے والا اللہ کا شیر ہے۔

☆ میں علی ابن ابی طالب کا بیٹا ہوں جس کے خلاف حکومتِ شام ہو گئی۔

☆ میں فرزندِ فاطمۃ الزہرا ہوں، جو سیّدہ نساء العالمین ہیں۔

☆ میں خدیجۃ الکبریٰ اُم المومنین کا بیٹا ہوں۔

☆ میں اُس حسینؑ مظلوم کا بیٹا ہوں جس کا سر گردن کے پیچھے سے کاٹا گیا۔

☆ میں اُس تشنہ لب شہید کا بیٹا ہوں کہ جو دنیا سے پیاسا چلا گیا۔

☆ میں اُس حسین کا بیٹا ہوں جس کا لاشہ دفن نہیں کیا جا سکا۔

☆ میں اُس بے کس کا غریب کا بیٹا ہوں کہ مرنے کے بعد اُس کے جسم پر سے لوگوں نے کپڑے لوٹ لئے اور لاش برہنہ رہ گئی۔

☆ میں اُس ہستی کا بیٹا ہوں کہ جس پر چرند و پرند اور جنات نے جنگلوں اور ہواؤں میں نوحہ پڑھا۔

☆ میں اُس بے کس غریب و مسافر کا بیٹا ہوں کہ جس کے کنبے کو ظالم کشاں کشاں اسیر کر کے ہاتھوں کو کمر سے باندھ کر کربلا سے کوفہ اور کوفے سے شام لے گئے۔

میں سید سجاد اللہ تعالیٰ کی بے انتہا تعریف و توصیف کر رہا ہوں اور اُس کا بے انتہا شکر ہے کہ اُس نے ہم کو امتحان میں ڈالا تا کہ پرچم رشد و ہدایت ہمارے خاندان میں قرار دے اور تمام ضلالت و گمراہی کو ہم سے دور کر دے۔

اب امام کا خطبہ تقریباً آخری منزل میں تھا کہ امام نے اللہ کی تعریف کی اور اپنے امتحان کا ذکر کیا۔ یہ سن کر تمام عوام الناس سر پھوڑ پھوڑ کر بلند آوازوں سے رو رہے تھے اب یزید ملعون کو خطرہ ہوا کہ عوام میں انقلاب آ رہا ہے اور میری حکومت ڈوبتی نظر آ رہی ہے۔

یزید ملعون نے گھبرا کر مؤذن کو حکم دیا کہ فوراً خطبہ علی ابن الحسینؑ کو کاٹ دیا

جائے اور اذان (بے وقت) دی جائے۔

اور مؤذن نے اذان کہنی شروع کی اور اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو امام سجادؑ نے فرمایا کہ بے شک خداوندِ عالم ہر شے سے بلند و برتر ہے۔ اُس سے کوئی شے بھی بلند نہیں ہے۔ پھر مؤذن نے اشہدان الا الٰہ اِلا اللّٰہ کہا تو امام سجادؑ نے کہا میرا خون گوشت ہڈیاں اور جسم کا انگ انگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتا ہے پھر جب مؤذن نے کہا کہ اشهدان محمد الرسول اللّٰہ تو امام سجادؑ نے یزید ملعون کی طرف رُخ کر کے کہا اے یزید بتا یہ محمدؐ رسول اللہ تمہارے جد ہیں یا ہمارے جدِ بزرگوار ہیں اور اے یزید تو اگر یہ کہے کہ یہ میرے جد ہیں تو یہ بات جھوٹی ہے اور تو کافر ہے اور اگر حق بات کہے کہ وہ میرے جد بزرگوار ہیں تو پھر تو نے اُن کی عزت کو اسیر کیا اور در بدر پھرا کر کیوں قید میں ڈال رکھا ہے۔

(ناسخ التواریخ ج ۲ صفحہ ۱۶۷، طبع جدید زندگی حضرت سیّد الشہداء)

مدفن زینبؑ کہاں ہے:؟

اسلام کی شیر دل خاتون، بے انتہا بہادر، فصیح و بلیغ، اسلام کی سر بلند ہستی جلیل القدر، صاحب شان و اعتبار مخصوص ہیں کہ فاطمہؑ الزہرا کے بعد یہ ہستی ہی اُن کی جا نشین ہیں اور کوئی دیگر عورت اِن کے مقابلے کی نہیں ہے۔ اِن کی والدہ وحی ترجمان کی بیٹی اور صاحب کرامات ہیں۔

اِنا اعطینک الکوثر، اِن شانئک ھوا الابتر.

اور اللہ نے اِن کو خیر و برکت عطا فرمائی ہے اور بی بی فاطمۃ الزہراؑ اور بی بی زینبؑ کے علاوہ اسلام میں اور کوئی بی بی اس درجے کی نہیں ملتی۔

اب ہم ایک بے مثال بہن کی اپنے بھائی سے محبت و عشق کی کہانی، بیان کریں

گے جس میں بی بی زینبؑ کی محبت اپنے بھائی حسینؑ سے بیان ہو گی کہ کس طرح ایک بہن نے شروع، آغازِ کربلا سے شام اور واپسی مدینہ تک اپنی محبت کیسے نبھائی، بلکہ اگر دیکھا جائے تو کربلا کا ہر سپاہی (مرد عورت بچے) سب کے سب حسینؑ سے محبت و عشق رکھتے تھے اور راہِ ولایت و امامت میں کس طرح کوششیں کیں اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

اب اگر تاریخ کی نظر سے دیکھا جائے تو حضرت زہراؑ کی جیسی مثال ڈھونڈے نہ ملے گی کیونکہ آپ نے بے شمار مصائب اُمت کے ہاتھوں برداشت کئے یہاں تک کہ آپ کو کہنا پڑا کہ

صبت علی مصائبٌ لو انها

صبت علی الایام صرن لیا لیا

اب اگر بی بی کے بعد اسلام کے دامن میں کوئی اور بی بی اس قسم کی خوبیوں کی حامل ہے تو وہ بی بی جنابِ زینبؑ ہیں۔ جنھوں نے ایسے ایسے نا قابلِ برداشت مصائب اُٹھائے کہ تاریخ اِس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے اور آپ نے ایسے فلک شگاف خطبے بیان فرمائے کہ جس سے حکومت بنی امیہ لرزہ براندام ہو گئی۔

حضرت زینبؑ عقیلۂ بنی ہاشم نے کربلا سے شام تک جو مصائب برداشت کئے وہ کوئی دوسری بی بی برداشت نہیں کر سکتی ہے۔ آپ نے کوفے میں بازار میں اور دربارِ ابن زیاد میں جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا کیونکہ دینِ آدمؑ و نوحؑ و شیثؑ، عیسیٰؑ و موسیٰؑ سب کا سب ختم ہو جاتا اگر زینبؑ کبریٰ اُن مصائب میں خطبے نہ بیان کریں اور بی بی زینبؑ کا عربی کا خطبہ ہے جس کو فارسی اور اُردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

خطبہ جنابِ زینبؑ:

اللہ تعالیٰ کی بے انتہا تعریفیں ہیں اور شکر ہے اور درود ہو محمد اور آلِ محمدؐ پر، بے شمار کہ اُس نے ہم محمد و آلِ محمدؐ کو دُنیا میں عزت بخشی اور یہ جو واقعہ کربلا برپا کر کے اُمتِ مسلمہ نے زبردست گناہ کا کام کیا ہے یہاں تک کہ انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو بھلا دیا اور اللہ کے کلام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ سے مذاق کیا۔ ہاں ہاں اللہ تعالیٰ کا فرمان ایک ایک لفظ سچا اور حقیقت ہے۔

اے یزید اے ہماری آزاد کردہ کنیزوں کی اولاد (یا ابن الطلقاء) تو نے زمینِ خدا کو ہم پر تنگ کر دیا۔ ہمارے اعزہ و اقربا کو شہید کر ڈالا۔ ہم کو اسیر بنا کر قید خانے میں لا کر ڈال دیا ہے۔ ہمارے برقعے اور چادروں کو چھین کر ننگے سر کر دیا ہے۔ اور گمان کر رہا ہے کہ خدا نے ہم کو ذلیل کیا ہے یہ تیرا اندازہ سراسر غلط ہے کہ تو تو اللہ کے نزدیک نیک و بلند درجہ ہے اور ہم ذلیل و خوار ہیں۔ بلکہ اللہ نے دنیا زمانے کی نیکیاں اور فضیلتیں ہمارے ہی گھر میں پیدا کی ہیں یہ تیرا غرور۔ اے یزید جلدی ہی ختم ہونے والا ہے اور تو بار بار دائیں بائیں دیکھ کر کہتا ہے کہ کاش میرے بزرگ خاندانی جنگ بدر و اُحد میں شہید ہونے والے آج زندہ ہوتے تو کس قدر خوش ہوتے اور کہتے کہ اے یزید شاباش تو نے بہت اچھا کام کیا۔ تیرے بازو کبھی شل نہ ہوں یہ بغلین بجانا تیرے کام نہ آئے گا۔ تو نے بلا وجہ جھوٹا رشتہ رسولؐ خدا سے جوڑ لیا ہے جو تیری خام خیالی ہے یہ رشتہ کبھی بھی ہرگز تیرے کام نہیں آئے گا۔ اے یزید ملعون تجھے اللہ تعالیٰ نے تھوڑے وقت کی مہلت دے رکھی ہے تو جتنا بھی ظلم چاہے کر لے۔ آخر اللہ تعالیٰ کی رسی تجھے عذاب ابدی کی طرف کھینچ لے گی۔ اور تیرا انجام تیرے باپ دادا کی طرح بد سے بدتر ہوگا۔

یا بن طلقاء اے ہماری آزادہ کردہ غلام وکنیزوں کی اولاد و۔ کیا یہ عدل و انصاف ہے کہ پردہ جس گھر سے نکلا ہے اُن کی ہی چادروں کو چھین کر ہمیں بے پردہ کر کے ننگے سر دیار بہ دیار پھرایا جا رہا ہے اور اپنی مستوارات کو پردے میں بٹھا رکھا ہے اور پھر اچھی اچھی امیدیں جمائے ہوئے ہے اُس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب ہمارے جد محمد مصطفیٰؐ تجھ سے اِن تمام باتوں کو پوچھیں گے تو کیا جواب دے گا۔ اے جگر خوردہ ہندہ کی نالائق نسلو، جس نے جنگ اُحد میں جناب حمزہؓ کا جگر نکلوا کر کچا ہی کھا لیا تھا۔

اے یزید تو شراب پی کر شطرنج کھیل رہا ہے اور چھڑی سے دندانِ مبارک امام حسینؑ سے مذاق کر رہا ہے اور ہمارے اور ہمارے جد کے زخموں پر نمک چھڑک رہا ہے، کس قدر بے حیائی اور بے شرمی تجھ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ خونِ پیغمبرؐ سے اپنے ہاتھوں کو رنگ رہا ہے اور آلِ عبدالمطلبؑ (بنی ہاشم) نسلِ توحید کو تو نے ختم کر دیا ہے۔ اور اپنے خاندان کے کافروں کو آواز دے کر بلا رہا ہے یاد رکھ کہ جب اللہ تعالیٰ تجھے اپنی عذابی گرفت میں پکڑے گا تو پھر تو روئے گا۔ فریاد کرے گا جسے کوئی بھی نہیں سنے گا اور تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کے تپتے شعلوں میں ڈال دیا جائے گا۔

اے اللہ تعالیٰ ہمارا حق ظالموں سے لے لے اور جنہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے اُن پر جلد اپنا عذاب نازل فرما۔ جنہوں نے ہمارا خون بہایا اُن کو عذابِ ابدی میں جکڑ لے۔ اے یزید ملعون، یاد رکھ کہ عنقریب ایسا بھی دن آنے والا ہے جب اللہ تعالیٰ سب کو ایک جگہ جمع فرمائے گا اور ہمارا حساب و کتاب کرے گا کیونکہ خداوند عالم کا فرمان قرآن شریف میں ہے کہ:

''جو لوگ راہِ خدا میں شہید ہو گئے اُن کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں تم سمجھ نہیں

پاتے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے رزق پاتے ہیں۔"

اے یزید پلید تیرے اندر اتنی ہمت ہے کہ جب خداوند عالم تجھ سے حساب کتاب کرے گا، رسولؐ خدا سوال کریں گے اور جبریلؑ اُن کی مدد فرمائیں گے تو تیرا کیا حشر ہوگا اور اے یزید تو نے زبردستی یہ خلافت کی گدّی حاصل کر لی ہے جبکہ یہ حقِ اہل بیتؑ ہے۔ اب تجھ سے زیادہ بد بخت و بدنصیب کون ہے؟

اے یزید بے حیا ایک مجبوری مجھے آ گئی ہے جو میں تجھ سے خطبہ بیان کر رہی ہوں، تو تو اے بے حیا بے شمار بے حیا اور لعنتی انسان ہے۔ میں تجھ پر لعنت کر رہی ہوں اور قیامت تک لعنت کرتی رہوں گی۔

آہ آہ افسوس! کس طرح شیطانوں کے ہاتھوں سے پاک و پاکیزہ نفوس مارے گئے۔ اِن کو غسل و کفن بھی نہیں دیا گیا۔ ریگِ گرم کربلا پر بلا لباس کے پڑے رہے۔ اے یزید بن معاویہ بن ابوسفیان۔ اے یزید ابوسفیان کے پوتے تو یہ بتا کہ تو نے اتنا زبردست ظلم آلِ رسولؐ پر کیا ہے جب تجھ سے اس کا سوال کیا جائے گا تو تو پریشان ہو جائے گا اور چونکہ تیرے پاس نیک اعمالوں کا ذخیرہ نہیں ہے اس لئے اکیلا جہنم کے شعلوں میں پڑا پڑا اِن مظالم کا مزہ چکھے گا۔ لیکن یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے ہم نے اپنا مقدمہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کر دیا ہے اور اُسی سے ہم جزا کے طالب ہیں۔

کمزور انسان:

اے یزید تو نے بے شمار مظالم ہم اہل بیتؑ محمدؐ پر کرائے اور جتنا چاہے اور بھی ظلم کر لے۔ مگر یاد رکھ کہ ہماری نیکیاں اور محبت جو مومنین کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہیں اُسے تو ہرگز ہرگز ختم نہیں کر سکتا ہے ہمارے گھر میں وحی آتی رہی قرآن اُترا ہے کیا

تو اِن خوبیوں کو مٹا سکتا ہے۔ کیا رسولؐ خدا کا ذکر بند کرا سکتا ہے اور یہ بدنما داغ جو تو نے اپنے دامن پر لگائے ہیں کبھی ہرگز بھی نہیں ڈھل سکتے۔

اے یزید ملعون......!

تیری عقل زائل ہو گئی ہے تو نے جو عیش و عشرت پسند کی ہے وہ عنقریب ختم ہونے والی ہے اور دن بدن تو زوال کی طرف جا رہا ہے اور عنقریب وہ دن آنے والا ہے کہ جب جانب پروردگار سے ایک فرشتہ آواز دے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

میں اب بھی تعریف خدا بجا لاتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے گھرانے اور خاندان کو سرتاپا صاحبِ فضیلت قرار دیا ہے۔ ہم کو شہادت کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا اور میں اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہوں کہ ہمارے شہیدوں کو زبردست اجر و ثواب عطا کرے۔ اُن کو اعلیٰ مقامات جنّت میں رکھے اور ہم کو عزت و شرافت سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا وکیل ہے اور اُس سے اچھا مددگار کون ہو سکتا ہے۔

اُس روز کیا گزری:؟

جنابِ حاضرین بزم! یہ ایک دل جلی خاتون کے الفاظ تھے جو تم نے گوش گزار کیے اور اب تم ہمارے اشارے اور کنائے سے معاملات کی باریکی کو بخوبی سمجھ گئے ہوں گے اس کلام میں فصاحت و بلاغت جوش مار رہی ہے حالانکہ جو کچھ بھی معظمہ بی بی جناب زینبؑ نے جملے ادا فرمائے وہ اس حالت میں کہے گئے ہیں کہ دل بھائی بھتیجوں، عزیزوں کے غم سے کباب ہے۔ دل میں غم کی وجہ سے خون کا دریا رواں ہے، جبکہ بہت بڑے دربارِ دمشق یزید پلید کے سامنے مجمع عام میں یہ خطبہ دیا گیا ہے اور یزید فاسق مع اپنی جاہ و سلطنت و تمکنت کے ساتھ خلافت کی گدی پر بیٹھا

ہوا تھا لیکن بی بی معظمہ جنابِ زینبؑ کو اس کی قطعاً پرواہ بھی نہیں ہوئی۔ تمام بیرونی امراء و سفراء کو نیز تمام کارکردگانِ حکومتِ شام کو دعوت دی گئی تھی اور مجمع عام و جم غفیر تھا بس جتنی بھی ذلت جنابِ زینبؑ کو بنی امیہ کی مطلوب تھی دل کھول کر بیان کیا۔ لیکن کیا مجال تھی کہ بنی امیہ کا ایک فرد بھی، چلانے والا بھی حقیقت سے آگاہ ہو گیا اور دل سے بنی امیہ کو گالیاں دینے لگا اور یہ کتنا بڑا جملہ تھا کہ اے یزید کیا یہ عدل ہے کہ اپنی عورتوں کو پردے میں چھپا رکھا ہے اور آلِ رسولؐ کو ننگے سر بلوئے عام میں پھرایا گیا ہے اور سادات کے مردوں کو قتل کر کے اُن کی سیدانی بیوہ عورتوں کو قید خانے میں ڈال رکھا ہے اور اس پر بھی محمدؐ کا خلیفہ اپنے کو بتا رہا ہے۔ افسوس ہے تجھ پر۔

اور بولنے والا جب بولتا ہے تو اس میں پانچ خوبیاں لازمی ہونی چاہئیں۔

(۱) سخن گو بھوکا پیاسا نہ ہو۔ ورنہ اپنی تقریر برقرار نہ رکھ سکے گا۔

(۲) تقریر کرنے والا ایسی جگہ تقریر کرے جہاں اُس کے خلاف بولنے والے نہ ہوں۔

(۳) تقریر کرنے والے کو چاہئے کہ وہ بہت آرام و اطمینان سے بات کرے اگر اُسے آرام و اطمینان نہ ہو گا تو تقریر کامیاب نہیں ہو گی۔

(۴) جب تقریر کرنے والا تقریر کرے تو اُسے کوئی خوف و ہراس نہ ہو کسی کا رُعب داب اُس پر اثر انداز نہ ہو۔

(۵) تقریر کرنے والا بآسانی اپنے کلام کو بیان کر سکے اور اُسے سخت و سست کہنے والے نہ ہوں۔

یہ پانچوں باتیں جب جنابِ زینبؑ نے تقریر کی تھی تو ایک بھی بات موجود نہ

تھی۔ سراسیمگی اور پریشانی وغم کا عالم تھا۔ شیطانی چرخوں نے شامیوں نے حسینؑ اور اِن کے ساتھیوں کا خون بہا دیا تھا، یہ سارے کام حکومتِ شام کی بدنامی کا باعث تھے۔ کیسے کیسے شیطان اور حکام دربارِ یزید میں موجود تھے جو فریب خوردہ تھے اور غافل تھے۔ اِن سب کو خطبۂ زینبؑ نے لرزہ براندام کر دیا۔ درود وسلام ہوں کربلا کی اس شیر دل خاتون پر اب اس سلسلے میں چند شعر سنئے گا۔

دربارِ شام:

شام کے دربار میں جب آلِ رسول قیدیوں کو پیش کیا گیا تو یزید شراب پی رہا تھا اور غرور وتکبر کے ساتھ گھونٹ پی رہا تھا اور اُس کے کارندے مانند اُلو کے اس علاقے میں اُڑ رہے تھے اور اتنا رعب ودبدبہ یزید کا تھا کہ کسی کو بھی وہاں بولنے کا یارانہ تھا۔

ناگاہ حضرتِ زینبؑ نے لہجہ حیدریہ میں اپنا خطبہ شروع کر دیا۔ آخر یہ علیؑ بت شکن کی بیٹی تھیں اس لئے انہوں نے یزید پلید کے بُت کو توڑنا شروع کیا اور شیرانہ طریقے پر فصاحت و بلاغت میں خطبہ بلند آواز میں پڑھنا شروع کر دیا اور کہا کہ اے یزید تیزی کو استعمال نہ کر تھوڑے صبر سے کام لے اور ذرا سوچ کہ تو نے کتنا ذلیل کام کربلا میں کیا ہے جس سے دنیا بھر میں تجھے ذلت نصیب ہوئی ہے اور یہ ظاہری شان وشوکت جو تجھے بے ایمانی سے (حقِ اہل بیتؑ) غصب کر کے حاصل ہوئی ہے یہ چند روزہ بات ہے کہ تیرا سب غرور وتکبر عنقریب مٹی میں مل جائے گا۔ اور ہمارے خاندان کو تو اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کر کے اور وحی بھیج کر جو عزت و منزلت عطا کی ہے اُسے تو کبھی مٹا نہیں سکتا ہے۔

اے یزید تو جس قوم کا خلیفہ بنا ہوا ہے وہ قوم تیرے باپ دادا کی جھوٹی باتوں

سے متاثر ہو کر سب کے سب ذلّت میں لپٹے ہوئے ہیں اور تجھے وائے ہو کہ تو نے دنیا کا ذلیل ترین کام انجام دیا ہے اور تیری اور تیرے خاندان کی کوئی عزت نہیں ہے اور تیری جدّہ کا لقب تو ہندِ جگر خوردہ ہے اور وہ عیاش خانے کی ملکہ ہے تو نے تو کربلا کا خون بہایا ہے اور تو علیؑ کی دشمنی میں اندھا ہو گیا ہے۔ تو نے حقیقت کے راستے کو بھلا دیا ہے اور دیکھ ہمارا راستہ حقیقی آگہی والا راستہ ہے ہم کو دنیا کی کسی پریشانی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ہمارے اعزہ نے شہادت کا مزہ چکھا ہے اور جام شہادت نوش فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام تر عظمتیں اور عزتیں ہمارے گھرانے کے لئے ہیں۔ تیرے اور تیرے خداندان کے لئے ذلت ہی ذلت ہے۔

خطبے کے اثرات:

اب دربار یزید میں دو خطبے ہو گئے ایک تو بی بی زینبؑ نے لہجہ علیؑ (حیدریہ) میں بلند آواز سے خطبہ دیا جس سے لوگوں کے دل دہل گئے پھر مناسب موقع پر امام سجادؑ نے بھی بھرے دربار میں منبر پر جا کر ایسا فصیح و بلیغ خطبہ دیا کہ یزید کی حکومت متزلزل ہو گئی۔ عوام الناس اور اہل شام کو صحیح حقائق کا پتہ چل گیا تو مرد و عورتیں سب کے سب دھاڑیں مار کر اس طرح رو رہے تھے جیسے جوان بیٹے پر ماں تڑپ تڑپ کر روتی ہے۔ حکومت بنی امیہ نے شام میں علیؑ اور آلِ رسولؐ کے خلاف جھوٹا اور لغو پروپیگنڈا کر رکھا تھا۔ جس پر سے خانوادۂ رسولؐ خدا شہزادی جنابِ زینبؑ اور امام سجادؑ نے حقائق پر سے پردہ اُٹھا کر بتایا کہ یزید جھوٹ بول رہا تھا۔ ایک باغی نے حکومتِ وقت کے خلاف علم بغاوت اُٹھایا تھا اُسے قتل کر کے باغیوں کے اہلِ خانہ کو گرفتار کر کے لایا گیا ہے۔ جب شہزادی زینبؑ اور امام سجادؑ نے بتلایا کہ ہم آلِ رسولؐ ہیں علیؑ کی اولاد ہیں اور علیؑ تو تقویٰ اور طہارت میں سب سے بلند و

بالا ہستی ہیں اب کیا تھا لوگوں کو سچا علم ہو گیا تو دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ اب یزید لرز گیا کہ ہر شخص یزید کو گالیاں دے رہا تھا اور حکومت بنی امیہ کو لعن طعن کر رہا تھا۔

ابن اثیر مؤرخ لکھتا ہے کہ جس وقت امام حسینؑ کا سر کاٹ کر یزید کے پاس لایا گیا تو یزید عبید اللہ ابن زیاد سے بے انتہا خوش ہوا اور اُسے کافی تحفے اور تحائف بھی دیئے اور اپنی خوشی کا بھی اظہار کیا۔ لیکن جیسے ہی عوام الناس نے یزید کو برا کہنا شروع کیا تو یزید نے اپنی مصیبت کم کرنے کے لئے تمام کی تمام ذمے داری قتلِ امام حسینؑ کی ابن زیاد ملعون پر ڈال دی اور خود کو بے قصور ثابت کرنا چاہا۔ کہنے لگا کہ میں تو امام حسینؑ کو اپنے گھر میں اپنے پاس رکھتا، اچھا سلوک کرتا یہ ابن زیاد نے شہید کر ڈالا۔ (کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۵)

ابن جوزی مؤرخ لکھتا ہے کہ با خدا امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ہر شخص مرد و عورتیں یزید کو گالیاں دے رہی تھیں اور نفرت کر رہے تھے ابن جوزی نے عوام الناس کی بھرپور نفرت لکھی ہے۔ (تذکرۃ ابن جوزی صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹) اور لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یزید پر کہ ابن مرجانہ نے امام حسینؑ کو گھیر کر قتل کیا ہے۔ حالانکہ امام حسینؑ نے کہا تھا کہ مجھے ہندوستان جانے دو تمہاری سلطنت سے دور چلا جاؤں گا لیکن عبید اللہ بن زیاد نے بات نہ مانی اور شہید کر دیا اس وجہ سے تمام لوگوں کے دلوں میں یزید و ابن مرجانا کی نفرت بیٹھ گئی۔
(تذکرۃ ابن جوزی صفحہ ۱۲۹، ۱۵۰)

آداب زیارات حضرت زینبؑ:

آپ کے روضے کی زیارت کرنے کے لئے کچھ آداب ہیں۔ غسل کر کے اِذن حاصل کرے۔ اس میں روحانی عبادت اور آداب بھی شامل ہیں۔

(۱) زائر مکمل طور پر غسل بجالائے غسلِ زیارت و وضو کے لئے دل میں دعا ہو اور

ذکر مصائب ونوحہ لب پر ہو۔اس حالت میں داخلِ حرم ہو۔

(۲) دعائے ماثورہ بوقت غسل بجا لئے، کفعمی اور دارالبلد الامین و مرحوم شہید ثانی نے اپنی کتاب میں شرائط لکھی ہیں۔

(۳) روضۂ مقدسہ میں داخل ہوتے وقت شہزادی جنابِ زینبؑ سے اذن حاصل کرے۔ بغیر اجازت کے داخل نہ ہوں اور پھر داخلِ حرم ہوتے ہی روضے کو چومے اور داخل ہونے سے پہلے کفش داری میں اپنے جوتے محفوظ کرا کر ٹوکن حاصل کر کے احتیاط سے رکھ لے اور رو بہ قبلہ ہو کر ضریح مقدسہ کو بوسہ دے اور دو رکعت نمازِ زیارت بھی پڑھے۔ دعا بھی مانگے۔

پابندیاں:

روضے سے مل کر بیٹھ کر کھانا نہ کھائے، امام جعفر صادقؑ نے اپنے دوستوں سے پوچھا تھا کہ تم لوگ امام حسینؑ کی زیارت کو جاتے ہو جواب دیا ہاں جاتے ہیں پوچھا وہاں قریب دستر خوان لگا کر کھانا کھاتے ہو آپ نے فرمایا کہ کچھ فاصلے پر بیٹھ کر سب کچھ کام کیا کرو۔ (عمدۃ الزائر سید حسنی کاظمی متوفی ۱۲۶۵ھ)

روضہ جات:

ملکِ شام میں بے شمار مقامات مقدس ہیں اور کافی سے زائد روضے بھی ہیں۔ ملکِ شام بھی دینی مرکز بن گیا ہے اور اسلام میں شام کی کافی بڑی عظمت ہے۔ لوگوں کی کافی بڑی تعداد یہاں آ کر اسی جگہ مر جانے کی دعا کرتے ہیں اور دوستی اور ثابت قدمی کو باقی رکھتے ہیں اور اس قسم کے اور بھی لوگ ہیں۔

ولایت کی نشانیاں:

اس ملکِ شام میں اسلامی ملک ہونے کے علاوہ اور بھی کافی مقاماتِ مقدسہ ہیں

اور رات دن طلب آخرت ہی کو یاد کرتے ہیں اور زیادہ تر آپ کا نام بار بار لیا جاتا ہے۔ اس ملک میں مرقدوں، روضوں کے علاوہ شیعہ اور دوستداران اہلِ بیتؑ کے بھی کافی مقامات ہیں جن کی زیارت کرنا شیعہ اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ جس میں:

(۱) حرمِ مطہر جناب زینبؑ۔

(۲) حرم مطہر جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ۔

(۳) حرمِ مطہر جناب رقیہؑ بنت الحسینؑ۔

اور اصحابِ نبیؐ کے مزارات بھی ہیں جیسے۔

(۱) مرقد بلالؓ حبشی مؤذن رسولؐ خدا۔

(۲) مرقد حجر بن عدیؓ۔

اور دو ازواجِ مقدسہ رسولؐ خدا۔

(۱) جناب اُمِ سلمہؑ (۲) جناب اُمِ حبیبہؑ۔

اور اسی طرح سے شہرِ حلب میں بھی مقاماتِ مقدسہ ہیں۔

(۱) مقاماتِ بت شکن الٰہی۔ (۲) حضرت ابراہیمؑ خلیل الرحمٰن۔

(۳) اس سر زمین میں صفین کا لشکر حضرت علیؑ، شہر حلب کے درمیان میں ہے اور موصل میں محل دفن شہدائے صفین مانند جناب عمار یاسرؓ، اویس قرنیؓ، خزیمہ بنت ثابتؓ اور پھر شہرِ حمص میں قبر جناب قنبرؓ صحابی باوفا و دلیر علیؑ ابن ابو طالبؑ۔ یہ علاقہ اور بھی بہت سی خوبیاں رکھتا ہے۔

لیکن زائرین کرام اِن تمام مقامات کی زیارتیں (بوجہ تھکاوٹ) نہیں بجا لاتے ہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ تمام مقامات کی زیارت کریں اور خاص خاص ہی

زیارات بجالاتے ہیں۔

مرقدِ مطہر حضرت زینبؑ:

یہ مزار مقدس بہت خوبصورت اور باعظمت ہے اور دمشق کے ۱۲ کلو میٹر کے علاقے میں واقع ہے۔ یہ کافی کشادہ ہے۔ یہ بہت مضبوط اور خوبصورت بنایا گیا ہے جس میں دوستدارانِ اہل بیت شیعہ حضرات نے بہترین آئینہ بندی بھی کرائی ہے جس میں بہت بڑی مسجد بھی ہے جہاں نمازِ جمعہ بھی ہوتی ہے اور بہترین اور کافی کشادہ وضوخانہ بھی ہے ملکِ شام میں سب سے زیادہ اچھی عمارت جو بے نظیر ہے وہ حضرت زینبؑ کبریٰ کا مزارِ مقدس زیبا ترین عمارت ہے اور بہت صفائی کا مقام ہے اور حرم مطہر کے چاروں طرف دوست دارانِ اہل بیتؑ، شیعوں کے مکانات ہیں اور مزار کے بالکل قریب میں ہی حوزۂ علمیہ کھلے ہوئے ہیں اور مزار کے داہنی طرف مزارِ مقدس سیّد محسن امین عاملی ہے۔ (یہ صاحب ایمان شیعہ ہیں) اور بھی مقامات قابلِ ذکر ہیں۔

اسلام کی شیر دل خاتون:

کربلا کی شیر دل خاتون، زینبؑ کبریٰ جو تربیت یافتہ مکتبہ فاطمہؑ ہیں اور مصداق درخشاں کوثر اور خیر کثیر کی مالک ہیں یہ ۵ جمادی الاوّل کو سن ۵ یا ۶ ہجری کو پیدا ہوئیں۔ شہزادیٔ کونین حضرت فاطمہؑ اپنی بیٹی جناب زینبؑ کو اپنے شوہر حضرت علیؑ کی خدمت میں لے کر آئیں تاکہ علیؑ اس دختر کا نام رکھیں لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اس کا نام تجویز نہیں کر سکتا ہوں بلکہ اس کے نانا رسولؐ خدا نام رکھیں گے۔ رسولؐ اللہ سفر میں گئے تھے۔ جب واپس آئے تو حضرت علیؑ نے بیٹی کا نام رکھنے کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سبقت نہیں کر سکتا ہوں۔ اتنے

میں جنابِ جبریلؑ خدمتِ با برکت جنابِ رسولؐ خدا میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نومولود بچی کا نام زینبؑ رکھا جائے اور پھر جو مصائب کربلا اور کوفہ و شام میں پیش آنے والے تھے سب کا ذکر کیا۔

جنابِ رسولؐ خدا کو سن کر بہت صدمہ ہوا اور بیٹی زینبؑ پاک بی بی حضرت فاطمہؑ الزہراؑ کی پہلی بیٹی تھیں اور محدثین نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ اِن کا نام ابی زینبؑ اس لئے رکھا تھا کہ آپ نے بی بی فاطمہؑ کی گود میں تربیت پائی تھی اور آپ کا تعلق شجرۂ طیبہ اور ولایت و امامت سے تھا اور تمام انوارِ پنجتن نے حضرت زینبؑ کی پرورش میں حصہ لیا تھا، اب آپ اندازہ لگائیں کہ جس بی بی کی تربیت ایسی ذواتِ مقدسہ سے تعلق رکھتی ہو وہ کس صفات کی بی بی ہوگی اور جنابِ زینبؑ کے دوسرے بھی کئی القاب تھے۔ جیسے صدیقہ، صغریٰ، عقیلہ، فاضلہ، موثوقہ، عارفہ، کاملہ، عابدہ، آلِ علیؑ بھی نام تھا۔

باقی رہنے والی شخصیت:

اور بی بی جنابِ زینبؑ کا نام اسلامی تاریخ میں اس وجہ سے بھی قابلِ فخر مانا جاتا ہے کہ آپ پر جتنے مصائب کربلا، کوفہ و شام اور واپسی مدینہ پر گزرے اتنے مصائب آپ نے عورت ذات ہوتے ہوئے برداشت کیئے اور صبر کیا۔ طاغوتی و شیطانی طاقت یزید اور ابن زیاد کے سامنے سر نہ جھکایا بلکہ زبردست مقابلہ کر کے حکومت بنی امیہ کی چولیں ہلا دیں اور آپ کی ہر ہر کوشش و بلند ہمتی قابل داد ہے کیونکہ آپ امام کی بہن ہیں امام کی بیٹی ہیں اور معصوم زادی ہیں اور کسی بھی عورت نے تاریخ اسلام میں اتنا بڑا کردار ادا نہیں کیا۔ آپ صادق ترین اور شاہد ترین خاتون ہیں اور شاباش ہے آپ کی بلند ہمتی پر۔

پس تمام شیعانِ حیدرِ کرار دنیا میں جہاں جہاں بھی ہونگے ہمیشہ بی بی زینبؑ کی بہادری و شجاعت کا ذکر کرتے رہیں گے۔ جس میں شعر بھی کہے جائیں گے، کتابیں بھی لکھی جائیں گی اور ہر ہر شیعہ آپ کی زیارت کے لئے دوڑے گا۔ آپ کی ذات میں تمام صفاتِ حمیدہ جمع تھیں۔ فضیلت شجاعت، پائیداری، بردباری دانشمندی سبھی صفات بی بی زینبؑ میں موجود تھیں۔

اب اتنی صفاتِ حمیدہ کے ہوتے ہوئے بھی آپ کے دشمنِ اسلام کے حاسد و مکارانِ سیاست، بی بی زینبؑ کو برا کہیں تو وہ اپنا راستہ جہنم کی طرف بنا رہے ہیں۔

مصری خاتون کا بیان:

بانو ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی جنہوں نے مصر سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے اور ایک کتاب بھی لکھی ہے "زینبؑ بطلہ کربلا" اور ایران میں یہ کتاب (قہرمان کربلا) یا شیرِ زن کربلا (شیر دل خاتون) کئی بار چھپ چکی ہے وہ لکھتی ہیں کہ زینبؑ بنتِ علیؑ کربلا کی دردناک مصیبت اُٹھانے والی بی بی ہیں اور تمام مصائب اُٹھائے لیکن کبھی اَبرو پر بل نہیں آیا اور نہ اپنے آپ کو جھکایا اور آلِ ابوسفیان کی جڑوں کو کاٹ دیا اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ اگر بی بی اتنی جدوجہد نہ کرتیں تو نامِ حسینؑ کو مٹا دیا جاتا۔ لیکن بی بی زینبؑ نے ہی بنی امیہ کی جڑوں کو کاٹ ڈالا۔

(بطلہ کربلا تالیف بنت الشاطی صفحہ ۱۴۳،۱۴۴)

زینبؑ قیدی ہو کر بھی آزاد ہیں:

اے علیؑ کی بیٹی زینبؑ اے حسینؑ کی بہن، اے زینبؑ بزرگ و باعظمت اور اے پیکِ شہیدان کربلا کا انقلاب۔ اپنے زمانے کی اور لمبے زمانے کی رہنے والی بی بی

آپ پر بے شمار درود و سلام ہوں کہ آپ نے بے شمار مصائب کو برداشت کیا۔ آپ نے جوش و خروش دکھلایا اور آپ نے نام حسینؑ کو مٹنے سے بچا کر دوام بخشا۔ آپ نے اپنی تن و تنہا جان پر کھیل کر کس قدر دکھ برداشت کئے اور آگ کے شعلوں کو بجھا دیا اور غموں کی آگ میں دل پر قابو رکھا۔ رضائے خدا کے لئے ہر تکلیف گوارا کی کربلا کی کتنی بڑی تکلیف کو گوارا کیا اور بے ماں باپ کے بچوں کا سہارا آپ بن گئیں اور قافلۂ اسیرانِ اہل بیتؑ کی ذمے دار بن گئیں۔ پھر کربلا سے آپ کو اسیر ہو کر کوفہ جانا پڑا۔ جہاں حکومت خوشیاں منا رہی تھی۔ زینبؑ بی بی نے اونٹ کے کجاوے سے اپنا منہ باہر نکالا اور کہا کہ اے کوفیو، اے بیوفا کوفیو، اے دغا باز کوفیو، کس بات کی خوشی تم منا رہے ہو اور اے غافل بدمستو ہم آلِ رسولؐ ہیں۔ ہم خارجی والدین نہیں ہیں۔

اے کوفیو! حسینؑ کو شہید کر کے عید منا رہے ہو، اے مکارو شیطانی کارندو! تم پر وائے ہو، افسوس ہے اپنے ہاتھوں سے تم نے خود ہی کلہاڑی مار لی ہے حسینؑ کو مہمان بلا کر قتل کر دیا تم کس قدر بے حیا اور مکار ہو کہ تم نے نیزہ اور تلواروں کو تیز کر کے حسینؑ اور اِن کے رفقاء کو شہید کر ڈالا اور اب تم آنسو بہا رہے ہو اور چیخ چیخ کر رو رہے ہو۔ زینبؑ کی بد دعا ہے کہ تمہارے اشک کبھی خشک نہیں ہوں گے۔ یوں ہی ہمیشہ روتے رہو، تم کو موت آ جائے۔ اے بے غیرت کوفیو!

اب کیا تھا جنابِ زینبؑ کے خطبے سے گویا پورے شہر کوفہ میں آگ لگ گئی پھر یہ قافلۂ اسیرانِ اہل بیتؑ شام کی طرف چل پڑا۔ تا کہ ملکِ شام کی حکومت کو بھی تباہ و برباد کر دیا جائے۔

اب کیا تھا جنابِ زینبؑ نے لہجۂ علیؑ (شجاعت حیدریہ) کے ساتھ زوردار گرج

کے ساتھ خطبہ بیان فرمایا اور جتنا بھی حکومت کا مکروفریب تھا سب کو ختم کر دیا۔[۱]

۲۔ یحییٰ بن زکریا:

یہ حضرت زکریاؑ پیغمبر کے بیٹے ہیں جن کا قرآن میں ذکر آیا ہے۔

یا ذکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ

اِن کا سر مسجد جامع دمشق میں دفن ہے۔ اِن کو ظالم و جابر بادشاہ شیطانی ہردو قیس نے قتل کرایا تھا۔ لیکن دمشق کے قریب اُن کا سر دفن ہے۔ دلم میں اور اُسے زبدانی بھی کہا جاتا ہے۔

۳۔ حضرت بلالؓ بن رواح حبشی:

یہ صحابیٔ رسولؐ خدا اور مؤذن رسولؐ تھے۔ انہوں نے بھی بہت تکالیف برداشت کی ہیں۔ اِن کی قبر باب الصغیر پر بنی ہے اور یہ سن ۲۰ میں شام میں انتقال کر گئے تھے اور اِن کی قبر ایک کوچے میں بنی ہوئی ہے اور اِن کی ضریح پر لکھا ہے ہے۔ ''ضریحِ سیدنا بلالؓ مؤذن رسولؐ اللہ''

محدث محمد ہاشم ابن محمد علی مشہدی ''منتخب التواریخ جلد دوم'' میں لکھتے ہیں:-

جناب بلال ابن رباح حبشی مؤذن رسولؐ دمشق میں فوت ہوئے۔ باب صغیر میں دفن ہوئے۔ عبداللہ محض سے روایت ہے کہ بلال نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہ کی اور حضرت عمر نے آپ کا گریبان پکڑ کر کہا کہ ابوبکر نے آپ کو آزاد کیا۔ آپ نے اس کا بدلہ یہ دیا ہے کہ آپ نے اس کی بیعت نہیں کی؟ آپ نے کہا ابوبکر نے مجھے خدا کی راہ میں آزاد کیا ہے تو اس کا بدلہ خداوندِ عالم دیں گے۔ اس شخص کی بیعت نہیں کروں گا جس کو رسولؐ اللہ نے خلیفہ نہیں بنایا۔ جس کو رسولؐ اللہ نے خلیفہ بنایا

---

[۱] ایک شاعر کا کہا ہوا قطعہ ہے ''آقائے جواد محدثی کہ بخش رجز آن در فضل پیش گزشت''

ہے۔ اس کی بیعت قیامت تک میری گردن میں رہے گی۔ حضرت عمر نے کہا تم مدینہ میں نہیں رہ سکتے۔ شام چلے جاؤ۔ (منتخب التواریخ جلد دوم...صفحہ ۳۷)

۴۔ قبر عبداللہ فرزند جعفر طیارؑ:

حبشے میں (افریقہ میں) یہ سب سے پہلے مہاجر شہید ہیں اور یہ کافی اہلِ بخشش اور سخی تھے یہ بی بی جنابِ زینبؑ کے شوہر نامدار تھے اور عونؑ و محمدؑ دو شہیدوں کے والد بزرگوار بھی ہیں۔ انہوں نے دینِ اسلام کی بہت زبردست خدمات انجام دی ہیں۔ آخر عمر میں ان کی بینائی کمزور ہوگئی تھی۔ اسی وجہ سے کربلا کی جنگ میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور اِن کی قبر بھی باب الصغیر میں حضرت بلالؓ کی قبر کے برابر میں ہے۔ بی بی جنابِ زینبؑ کا مزارِ مبارک تو دمشق کا سب سے بڑا مزار ہے۔

مرقدِ اُمِ سلمیٰؑ:

یہ جنابِ رسولؐ خدا کی باوفا و باعظمت بیوی ہیں۔ اِن کا نام (ہند ہے) اِن کو ولایت و امامت علیؑ پر پورا پورا بھروسہ اور یقین تھا۔ یہ راز دار محمد مصطفیؐ اور علی مرتضیٰؑ ہیں یہی وہ بی بی اُمِ سلمیٰؑ ہیں کہ جنہوں نے امام حسینؑ کو سفرِ کربلا کی اطلاع دی تھی اور خاکِ کربلا کی تربت (خاکِ شفا) امام حسینؑ نے بی بی اُمِ سلمیٰؑ کو دی تھی اور فرمایا تھا کہ اے اُمِ سلمہؑ جب یہ مٹی لال رنگ کی ہو جائے تو سمجھ لینا میرا بیٹا کربلا میں شہید ہوگیا ہے اور انہوں نے بارہا حضرت عائشہ کو ڈانٹا تھا اور صحیح راستہ دکھلایا تھا۔ سن ۶۲ ھ میں شہید ہوگئیں، آپ جنت البقیع مدینے میں دفن ہیں، یہاں قبر کی شبیہ بنائی گئی ہے۔

مرقدِ اُمِ حبیبہؑ:

یہ جنابِ رسولؐ خدا کی زوجہ تھیں، اِن کا اصلی نام رملہ تھا، یہ ابوسفیان کی بیٹی اور

معاویہ کی بہن تھیں اور اس شجرے کے باوجود آپ کا میلان اسلام کی طرف تھا۔ یہ اپنے باپ ابوسفیان سے بوجہ کفر کے دشمنی رکھتی تھیں اور اسلام سے پیار تھا۔ اِن کا انتقال بھی مدینے میں ہوا یہاں قبر کی شبیہ بنائی گئی ہے۔

مزار اسماء بنتِ عمیسؑ:

یہ حضرت جعفر طیارؑ کی بیوی تھیں، اِن کی قبر بھی باب الصغیر میں ہے۔ آپ ملکِ شام کبھی نہیں آئیں۔ یہ شبیہ قبر ہے۔

مرقد اُمِ کلثومؑ بنتِ علیؑ:

یہ حضرت علیؑ کی چھوٹی بیٹی اور حضرت زینبؑ کی بہن تھیں یہ بھی کربلا میں اپنے بھائی حسینؑ اور بہن جناب زینبؑ کی مددگار بنی رہیں ولایت و امامت کی حامل تھیں۔ انہوں نے کوفہ و شام میں لمبے لمبے خطبے ارشاد فرمائے ہیں۔ اِن کی قبرِ مبارک بھی باب الصغیر پر ہے اور نزدیک میں قبرِ جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ ہے۔

مرقد جناب سکینہؑ:

یہ امام حسینؑ کی پیاری بیٹی ہیں اور امام حسینؑ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس گھر میں رُبابؑ اور سکینہؑ نہ ہوں وہ گھر اچھا نہیں لگتا ہے۔ جب میں شہید کردیا جاؤں گا تو اے سکینہؑ تم میرے جنازے پر روتی ہوئی آؤ گی لہٰذا اے سکینہؑ میرے مرنے پر آنسو نہ بہانا۔

حرمِ مطہر حضرت رقیہؑ:

کہا جاتا ہے کہ یہ معصوم سکینہؑ شام کے زندان میں قید تھیں تو چار سال کی عمر میں اِن کا انتقال قید خانے میں ہوگیا اور اِن بی بی کا مزار دمشق میں ایک پرانے کوچے

میں ہے یہ جامع مسجد بنی امیہ کے نیچے کی طرف بنا ہوا ہے اور اِن کا مزارِ مبارک بہترین عمارت کا بنا ہوا ہے اور آپ کی قبر مبارک کے قریب سے ایک نہر بھی نکالی گئی ہے اِن کے مزارِ مقدس کا رقبہ تقریباً ۴۵۰۰ میٹر ہے کہ جس میں ۶۰۰ مربع میٹر کا صحن بھی ہے مسجد سے ۸۰۰ میٹر مربع پر عمارت بنی ہوئی ہے۔ وسعتِ حرم اور صحن سب ۲۶۰۰ سو میٹر ہونگے۔

مرقدِ فضۃؓ:

حضرت بی بی فضۃؓ جو خادمہ بی بی زہراؑ تھیں اِن کا مزارِ مقدس بھی بابا الصغیر پر بنا ہوا ہے۔ اِن میں بے شمار خوبیاں تھیں۔ یعنی یہ بی بی با ایمان ، پاکدامن، پرہیزگار، قرآن سے آشنا اور اللہ تعالیٰ کے راز و رموز کی جاننے والی تھیں۔ ابن حجر عسقلانی نے اِن کو اہلِ حبشہ (افریقی نژاد) اور بی بی فاطمہ الزہراؑ کی خادمہ کے نام سے لکھا ہے۔ (الاصابۃ، جلد ۲ صفحہ ۲۸۷)

جنابِ فضۃؓ نے بی بی جناب زینبؑ کے ساتھ شام کا سفر بھی کیا ہے۔ پھر بی بی زینبؑ کے انتقال کے بعد شام میں اُن کی قبر کی مُجاوری بھی کرتی تھیں کہ آپ کی وفات ہو گئی اور باب الصغیر میں آپ دفن ہیں اور فرزندِ امام صادق کی زوجہ نے سال ۱۹۳ ہجری میں حضرت زینبؑ کی بھی زیارت کی ہے اور قبر بی بی فضۃؓ کی بھی زیارت کی ہے۔ (مرقد العقیلۃ زینبؑ، صفحہ ۲۳۲)

مرقد عبداللہ باہر فرزند امام سجادؑ:

ابو محمد عبداللہ باہر، فرزند امامِ سجادؑ یہ فقیہ انسان تھے اور صدقاتِ پیغمبرؐ خدا کے متولی اور امین بھی رہے ہیں اور انہوں نے کافی حدیثیں نقل کی ہیں۔ جن میں سے ایک حدیث پیغمبرؐ کی یہ بھی ہے کہ بخیل ترین انسان وہ ہے کہ جس کے سامنے میرا نام لیا

جائے اور وہ صلوٰۃ نہ پڑھے۔ آپ کو اپنی نیکیوں کی وجہ سے باہر لقب سے پکارے جاتے تھے۔ اِن کی قبر بھی باب الصغیر ہی پر بنی ہوئی ہے۔

مدفن سر ہائے مطہر شہیدان کربلا:

باب الصغیر قبرستان کے کنارے پر ایک بقعہ بنا ہوا ہے جسے دفنِ شہدائے کربلا کے سروں والا مقام کہا جاتا ہے۔ کہ اِن سروں کو بی بیاں شام سے لائی تھیں اور اس جگہ دفن کیا گیا ہے اور زیادہ تر یہ بات مشہور ہے کہ یہاں تین سر دفن ہیں۔ (۱) سرِ عباسؑ (۲) سرِ مبارک حضرت علی اکبرؑ (۳) اور سرِ مبارک حبیب ابن مظاہرؓ۔ البتہ یہ مقام متبرک و مطہر ہے۔

مرقد حجر بن عدی کندی:

ملکِ شام میں جہاں اور بھی تلخ مقام ہیں انہیں کا ایک مزار جو دوست دارِ امام حسینؑ اور عاشقِ حسینؑ کا مزار ہے اس میں معاویہ نے حجر بن عدیؓ کو محبت علیؑ میں شہید کر دیا تھا اور اِن کے ساتھ اِن کے اور بھی ساتھی جو تہجد گزار تھے سب کو شہید کر دیا تھا۔ یہ (مرجِ عذرا میں) دفن ہیں جو ۳۷ کلومیٹر دمشق سے فاصلے پر ہے۔ وہاں پر شہادت ہوئی اور اِسی جگہ دفن ہو گئے۔

مرجِ عذرا وہی مقام ہے جسے حجر بن عدی نے فتح کیا تھا اب یہاں پر ایرانی نے قبرستان بنایا ہے اور حجر بن عدی ایک مولا علیؑ کے صحابی اور باوفا دوستداران اہلِ بیتؑ میں سے تھے۔ انہوں نے جنگِ قادسیہ صفین نہروان، جمل میں امام کے ساتھ رہ کر دشمنوں سے جنگ کی ہے یہ زبردست عابد و زاہد اہل دعا شب زندہ دار عابد اور اللہ کے خوف سے رونے والے انسان تھے اور اِن کا تقویٰ تمام لوگوں پر ظاہر تھا انہوں نے بڑھاپے میں اپنے والدین کی بڑی خدمت انجام دی تھی اور

دعائیں حاصل کی تھیں۔

حجر بن عدی اور اُن کے چھ دوست، معاویہ کی دشمنی میں اور علیؑ کی محبت میں سن ۵۰ ہجری میں درجۂ شہادت کو پہنچے تھے۔ یہ بزرگ معاویہ کی بہت برائی کرتے تھے اور امام حسینؑ نے اِن کو معاویہ سے دشمنی کرنے میں آگے قرار دیا تھا۔ البتہ مؤرخ حسنؒ بصری نے شہادت حجر کو قابلِ اعتراض جانا ہے اور حسنؒ بصری عثمانی نمائندہ تھا۔

اب یہ مزاج مرجع خلائق و زائرین ہے۔ یہ مستجاب الدعوات تھے۔ بے شمار مزارات اور مقبرے اہل شیعہ اور دوستدارانِ اہل بیتؑ کے ملکِ شام میں، باب الصغیر میں قائم ہیں اور یہ بات عوام الناس میں مقبول ہے کہ نیک صفات والے باب الصغیر میں دفن ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا لطف و کرم ہے کہ وہ اِن مزارات کے قریب میں دعاؤں کو مستجاب فرماتا ہے۔

محدث محمد ہاشم ابن محمد علی مشہدی ''منتخب التواریخ جلد دوم'' میں لکھتے ہیں:۔

حضرت حجر ابن عدی اور آپ کے ساتھیوں کی قبریں شام میں ہیں۔ جن کو معاویہ نے شہید کیا تھا۔

اصابہ میں لکھا ہے کہ معاویہ نے حجر کے قتل کا حکم دیا۔ آپ نے وصیت کی کہ میری بیڑیاں اور ہتھکڑیاں میرے جسم سے الگ نہ کی جائیں اور میری جسم سے خون صاف نہ کیا جائے اور میں اسی حالت میں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معاویہ سے مخاصمہ کروں گا۔ آپ ۵۳ ہجری میں شہید ہوئے۔ مسجد اقصیٰ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (منتخب التواریخ جلد دوم... صفحہ ۳۷)

اذن ورود جناب زینبؑ:

جنابِ زینبؑ کے روضے میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لے اور یہ دعا

پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اَذْنِ رَسُوْلِهٖ، وَاَذْنِ خُلَفَائِهٖ اَدْخُلُ هٰذَاالْبَيْتَ فَكُوْنُوْا مَلَائِكَةَ اللّٰهِ اَعْوَانِيْ وَاَنْصَارِيْ حَتّٰى اَدْخُلَ هٰذِهِ الرَّوْضَةَ الْمُبَارَكَةَ الزَّيْنَبِيَّةَ وَاَدْعُوَاللّٰهِ بِفُنُوْنِ الدَّعْوٰتِ وَاَعْتَرِفَ لِلّٰهِ بِالْعُبُوْدِيَّةِ وَلِلنَّبِيِّ وَالْاَئِمَّةِ بِالطَّاعَةِ، رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيْرًا۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ.

زیارت نامہ بی بی جناب زینبؑ کہ بہ قصد رجاء وامید تو اب پڑھا جاتا ہے نہ بہ قصد درود از معصوم۔

تحفے خریدنے کے مقامات:

اور یہ بات بھی مستحب اور پسندیدہ ہے کہ زائرین حضرات اپنے دوستوں اور عزیزوں اور بچوں کے لئے یہاں سے تحفہ تحائف خریدیں اور یہ سب تحفے بھی سفرِ روحانی کے سلسلے میں ملتے ہیں اور یہ دعا بھی قرآن کے ساتھ مانگی جائے۔

(۱) بازار حمیدیہ (مخصوص پوشاک وعطریات) لباس وعطریات کے لئے۔

(۲) بازار مدحت پاشا (شیریں جات) بُنے ہوئے کپڑے اور مٹھائی۔

(۳) بازار صالحیہ (مخصوص کفش وکیف لباس)

(۴) خیابان حمرا (مخصوص کفش وکیف تزئینیات)

(۵) باب توما (کفش وکیف تزئینیات)

(۶) خیابان الحریقہ نزد حمیدیہ وسائل خانگی وظروف۔

(۷) شارع الامین محل شیعہ نشین شام (اسٹال عطریات پوشاک)

(۸) روبروی زینبیہ (مخصوص تحفہ جات زائرین)

(۹) بازار مشترک۔

زائرین کے لئے چند ہدایات:

اے بھائیو اور بہنو! زائرین بی بی زینبؑ تم کو کچھ آداب وطریقے مزار کے تقدس کے بارے میں بتانے ضروری ہیں اور بہت سی باتیں جو تم کو بتائی جارہی ہیں اپنے دیگر بہن بھائیوں کو بھی بتادینا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے۔

(۱) قرأت قرآن اور اُس کے بارے میں فکر وغور کرنا۔ ہر دعا اور زیارت سے پہلے ضروری ہے اور کافی ثواب رکھتا ہے۔

(۲) نماز ہر وقت اور ہر مقام پر اہمت رکھتی ہے۔ خواہ نماز واجب ہو یا مستحب ہو اور نماز ہدیۂ بہ روح۔ اس سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

(۳) آبرو کشورِ اسلامی جمہوری دوست و برادر ملک ہیں۔ ہر طور پر بالا ہے اور ضروری ہے بالخصوص حرمتِ اشخاص اور اعتبارِ اشخاص کہ جو میزبان ملک میں ہو مہمان کی عزت بہت ضروری ہے۔ جبکہ مہمان نو وارد بھی ہو اور صاحب آبرو بھی ہیں اور جس قدر بھی ہو سکے ایسے مہمانوں کی عزت بہت ضروری ہے بس ہر زائر کے لئے ضروری ہے کہ لین دین میں سچا ہو۔ مسجد و بازار میں یکساں مزاج رکھے۔ لوگوں کا اپنے اوپر سچا اعتبار رکھے کردار و گفتار بہت بلند رکھے وغیرہ وغیرہ۔ کسی بھی ملک کو بدنام نہ ہونے دے، نہ اپنے ملک کو اور نہ میزبان ملک کو۔

(۴) جو کچھ بھی تحائف وغیرہ خریدے وہ ضرورت کے تحت اور فائدے والی چیز ہو اور ہر ہر بات میں خداوند عالم کی خوشنودی کو آگے رکھے کہ ہم سے یا ہمارے کسی بھی کام سے اللہ خوش رہے اور کبھی ناراض نہ ہوے۔ اولیاء اللہ کی خوشی بھی مدِ نظر

رکھے اور تمام لوگوں سے خوش دلی سے بولے اور جو بھی لین دین کرے صحیح طریقے پر کرے اور کہیں بھی تلخی نہیں آنے پائے اور جتنے بھی زائرین حرمِ ایران جاتے ہیں اِن کو اپنے میزبان ملک سے اور عوام الناس سے بہت بہتر تعلقات بنائے۔ کیونکہ جمہوری اسلامی ایرانی حکومت ترقی پر ہے ہم کو بھی اُس کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرنا چاہیئے تا کہ خونہائے شہیداں رائیگاں نہیں جائے اور پھر ہر حالت میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے نمائندوں سے بھی سرخرو رہے۔

(۶) بہتر وسائل، سوغاتی، اس طریقے پر بجا لائے کہ جو رقم آمد و رفت کے اخراجات سے فاضل بچے۔ اُس سے ضروریات کے مطابق سامان، تحفہ و تحائف خریدے اور غیر ضروری حضرات سے اپنا رابطہ نہیں رکھے تا کہ ان کو دھوکا دہی کا موقع نہ ملے اور سیدھی سادھی طرح سے اپنے سامان کو خریدے جس میں زیادہ زیرِ بار بھی نہ ہونا پڑے اور دوکاندار و خریدار دونوں میں پیار محبت سے لین دین ہونا چاہیئے۔ خواہ گھڑیوں کی خریداری کرنا پڑے یا برقی آلات کا سامان خریدنا پڑے۔ سب کچھ صحیح لین دین کے ساتھ ہو۔

(۷) لطفاً زائرین مستوارت کو چاہیئے کہ بغیر سرپرست کے یا بغیر شوہر کے دوکاندار سے لین دین نہ کرے اور زیارت کے لئے بھی وہ روانہ ہو تو شوہر یا سرپرست کے ساتھ جائے تا کہ راستہ بھول نہ جائے۔

(۸) اور روضہء مبارک کی نذر و صدقات بھی منطقی ہیں اور شرعی ہیں یہ سب کچھ اہلِ دیانت، صاحبِ تقویٰ اور روحانی لوگوں کو دیا جاتا ہے اور اِن تمام حضرات کی رہنمائی تمام مزار کے کاموں میں شاملِ حال رہتی ہے اور کوشش یہی کی جاتی ہے کہ یہ رقومات صحیح اور جائز مصرف میں ہی صرف ہوں اور یہ سرمایہء خازندانِ آلِ رسولؐ

کو ہی لگا دیا جاتا ہے۔

(۹) شارع الامین میں خیابانِ صالحیہ زینبیہ میں بے شمار شیعیان حیدر کرار رہتے ہیں۔ اُن کی خدمات بھی اِن رقومات سے کی جاتی ہیں۔

(۱۰) ایام ہفتہ میں یہ انجمن میٹنگ کرتی ہے تا کہ درگاہ کے حالات کو آسان سے آسان تر بنا دیا جائے۔ اگر ایسا نہیں کیا جاتا ہے تو لوگوں کو کافی تکالیف اُٹھانی پڑتی ہیں اور اُس طرح تنظیم کاروان کو خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

خطبۂ زینبؑ:

بہ نام خداوند عالم جو بخشنے والا ہے اور بہتر مہربان ہے۔ تمام تعریفیں ذاتِ خداوندی کو ہی زیب دیتی ہیں اور درود محمدؐ و آلِ محمدؐ ہمارے جدّ بزرگوار پر ہو اور اِن کے نیک خلقت فرزندوں کو بھی درود و سلام ہو۔

کوفے کے عوام!

اے صاحبانِ فکر و فریب آیا تم اب کیوں دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہو۔ کبھی تمہاری آنکھوں کے آنسو خشک نہ ہوں اور ہمیشہ ہی روتے رہو۔ تم اُس عورت کی مثل کام کرتے ہو کہ جس نے خود اپنے ہی ہاتھوں سے سوت کو کاتا ہو اور پھر وہ خود ہی اُسے ایک تار کر کے کاٹ پھینکے۔ یعنی تم اس قدر بے بھروسہ، دغا باز اور مکار ہو کہ تمہاری کسی بھی بات کا یقین نہیں کیا جا سکتا ہے۔ تم خود غرض چاپلوس کنجوس اور بے حیا و بے غیرت ہو۔ دروغ اور کینہ تم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے اور تمہاری مثال، کوڑے (مزبلے) پر اُگے ہوئے گھاس پھوس کی سی ہے۔ یا ایسی چاندی کی مثل ہو جو قبروں پر کتبے میں لکھی گئی ہو اے غافل و بد نصیب لوگو۔ کیا تم نے توشۂ آخرت آگے کو بھیج رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا غصہ تمہارے لئے پختہ ہے تیار ہے اور جب

وہ شکنجے میں تم کو جکڑ لے گا تو پھر تم ہمیشہ ہمیشہ ہی اس میں جکڑے رہو گے۔

اب اے بے حیاؤ! تم کیوں رو رہے ہو چیخ پکار مچا رہے ہو۔ خدا کی قسم تم رونے کے لئے ہی رہو گے زیادہ سے زیادہ روؤ گے اور کم سے کم ہنسو گے۔ تم نے ابدی ابدی جہنم خرید لیا ہے اور تم اپنے مکروفریب نجس حربوں کو ختم نہیں کر سکتے ہو اور یہ کالے داغ جو کربلا والوں کے خون سے اپنے دامنوں پر لگا لئے ہیں اِن کو دھو نہیں سکتے ہو۔ تم نے جگر پارۂ محمدؐ نواسۂ رسول حسینؑ کو اور اِن کے تمام رُفقا کو شہید کر کے خاک وخون میں نہلا دیا ہے اب تمہارے دلوں کو سکون نہیں ملے گا اور تم آگ میں جلتے ہی رہو گے۔ اب تم کیوں مسلمان بنے ہوئے ہو کیوں اسلام اسلام کا نام لے رہے ہو تم تو کافر ہو چکے ہو۔ تم نے ایسے برے اور بڑے گناہ کئے ہیں کہ تم رحمت پروردگار سے دور ہو گئے ہو۔ اب تمہارے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے اب تم چاہے کچھ بھی کر ڈالو تمہارے گناہ کم نہیں ہو سکتے ہیں تم نے ذلت اور پستی اپنے ہاتھوں سے خود خریدی ہے۔ اور ایسے ذلیل کام کر چکے ہو کہ اگر آسمان تم پر گر جاتا تو کم تھا اور زمین تم کو نگل لیتی پھر بھی کم تھا۔ تم پر وائے ہو۔ لعنت ہو۔

اے اہلِ کوفہ! تم جانتے ہو کہ تم نے کیسے کیسے رسولِ خداؐ کے جگر پارے شہید کر ڈالے۔ سیدانیوں کو بے پردہ کر کے اُن کے گھر اور وطن سے بے وطن کیا گیا۔ جگہ جگہ ننگے سر پھرا کر ذلت کی گئی۔ آیا تم نے نہیں دیکھا کہ آسمان خون رویا اور یقین رکھو کہ عذاب آخرت اس سے بھی زیادہ دردناک ہے اور اُن کے قاتلوں کی کسی قسم کی کوئی بھی مدد نہیں کرے گا بلکہ جہنم میں جائیں گے اور ابھی خونِ حسینؑ کا بدلہ لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اور امامِ زمانہ قاتلانِ حسینؑ کی گھات میں لگے ہوئے ہیں۔

جس وقت بی بی جنابِ زینبؑ کا خطبہ اس جگہ تک پہنچا تو امامِ سجادؑ نے فرمایا کہ

پھوپھی اماں بس کرو صبر کیجئے اور اب خاموش ہو جایئے۔ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہم پر اور آپ پر ہے اور آپ تو خود عالمۂ غیر معلّمہ ہیں۔ اللہ اس انتقام کو جلد لے گا۔

رضویہ سوسائٹی میں مئی ۱۹۸۵ء مطابق شعبان ۱۴۰۵ ہجری میں انجمنِ غم خوارانِ عباسؑ نے حضرت زینبؑ کا چودہ سو سالہ جشنِ ولادت منعقد کیا تھا۔ بہت شاندار جشن ہوا تھا۔ اعجاز رحمانی صاحب نے مندرجہ ذیل سلام اس جشن میں پڑھا تھا جو میرے کتب خانے میں محفوظ تھا۔ کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے تاکہ محفوظ رہ جائے۔ (سیّد ضمیر اختر نقوی)

اعجاز رحمانی:

سلام

جگر گوشۂ مصطفیٰ و علیؑ ہے ۔۔۔ وہی گلشنِ فاطمہؑ کی کلی ہے
وہ شمعِ درِ فاطمہ و علیؑ ہے ۔۔۔ مصائب کی جو آندھیوں میں جلی ہے
بڑھائی ہے چادر کی عظمت اسی نے ۔۔۔ ستم کی ردا اوڑھ کر جو چلی ہے
اُسی نے سکھائے ہیں آدابِ زنداں ۔۔۔ مصائب کی آغوش میں جو پلی ہے
سکوں کا شبستاں ہوا ہے منوّر ۔۔۔ سرِ شام جب دھوپ غم کی ڈھلی ہے

ق

یہ کس کی زباں پر ستم کا ہے قصہ ۔۔۔ یہ کیوں سارے دربار میں کھلبلی ہے
یہ زینبؑ کی آواز کس کی صدا ہے ۔۔۔ یہ کس کی زباں ہے زبانِ علیؑ ہے
یہ ہے کون جس کا سرِ شام چرچا ۔۔۔ مکاں در مکاں ہے گلی در گلی ہے

مری منقبت کا ہے عنوان زینبؑ
مرے لب پہ اعجازؔ نادِ علیؑ ہے

حضرت زینبؑ کبریٰ کا مختصر زیارت نامہ

اَلسَّلامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلامُ عَلَيْكِ

اے خدا کے رسولؐ کی بیٹی آپ پر سلام ہو، اے انبیاء مرسلین

يَا بِنْتَ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ

کے سردار محمد مصطفےؐ کی دختر آپ پر سلام ہو

وَالْمُرْسَلِيْنَ اَلسَّلامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ وَلِيِّ اللّٰهِ

اے خدا کی ولی کی بیٹی آپ پر سلام ہو

اَلسَّلامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ عَلِيِّنِ الْمُرْتَضٰى

اے علی مرتضیٰؑ کی دختر آپ پر سلام ہو

اَلسَّلامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ سَيِّدِ الْاَوْصِيَاءِ

اے اوصیاء و صدیقین کے سردار کی بیٹی آپ پر

وَالصِّدِّيْقِيْنَ اَلسَّلامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ فَاطِمَةَ

سلام ہو اے دخترِ فاطمہ زہراؑ

الزَّهْرَاءِ سَيِّدَةِ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ اَلسَّلامُ عَلَيْكِ

جو دونوں جہان کی عورتوں کی سردار ہیں آپ پر سلام ہو اے تمام

يَا اُخْتَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ سَيِّدَيْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

جوانانِ اہل جنّت کے دونوں سردار حسنؑ اور حسینؑ کی بہن

اَجْمَعِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُھَا السَّیِّدَۃُ الزَّکِیَّۃُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ

آپ پر میرا سلام ہو اے پاک نفس سیّدہ اے خدا سے لجاجت اور اصرار

اَیَّتُھَا الدَّاعِیَۃُ الْحَفِیَّۃُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُھَا

کے ساتھ دعا کرنے والی آپ پر سلام ہو اے پرہیزگار اور پاک باطن

التَّقِیَّۃُ النَّقِیَّۃُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُھَا الرَّضِیَّۃُ

شہزادی میرا سلام قبول فرمایئے اے خدا کے حکم پر راضی ہونے والی

الْمَرْضِیَّۃُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُھَا الْعَالِمَۃُ الْغَیْرُ

پسندیدۂ الٰہی میرا سلام لیجئے اے بغیر سکھائے سب باتوں کی جاننے والی بی بی

الْمُعَلَّمَۃِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُھَا الْفَھِیْمَۃُ

میرا سلام لیجئے اے بغیر کسی کے سمجھائے سمجھ رکھنے والی

الْغَیْرُ الْمُفَھَّمَۃِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُھَا الْمَظْلُوْمَۃُ

خاتون میرا سلام لیجئے اے ظلم سہنے والی بی بی میرا سلام لیجئے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُھَا الْمَھْمُوْمَۃُ اَلسَّلَامُ

اے رنجیدہ بی بی سلام لیجئے اے غمزدہ خاتون

عَلَیْکِ اَیَّتُھَا الْمَغْمُوْمَۃُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ

میرا سلام لیجئے اے بلاؤں پر صبر کرنے والی

اَیَّتُھَا الصَّابِرَۃُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُھَا الْمَاسُوْرَۃُ

شہزادی میرا سلام ہو اے ظالموں میں قید ہونے والی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُھَا الصِّدِّیْقَۃُ الصُّغْرٰی

بی بی میرا سلام لیجئے، اے صدیقۂ صغریٰ آپ پر میرا سلام ہو

اَلسَّلامُ عَلَيْكِ يَا صَاحِبَةَ الْمُصِيْبَةِ
اے عظیم مصیبتوں کی جھیلنے والی شہزادی میرا سلام ہو
الْعُظْمٰى اَلسَّلامُ عَلَيْكِ يَا زَيْنَبُ الْكُبْرٰى
اے زینبؑ کبریٰ آپ پر سلام ہو
اَلسَّلامُ عَلَيْكِ يَا اَيَّتُهَا الْعِصْمَةُ الصُّغْرٰى اَشْهَدُ
اے عصمتِ صغریٰ آپ پر میرا سلام ہو، میں اس بات کی گواہی
اَنَّكِ كُنْتِ صَابِرَةً شَاكِرَةً مُجَلَّلَةً مُعَظَّمَةً
دیتا ہوں کہ آپ ہر مصیبت میں صبر کرنے والی اور ہر حال
مُكَرَّمَةً مُحَدَّثَةً مُخَدَّرَةً مُوَقَّرَةً فِىْ
میں شکر کرنے والی اور بڑے مرتبہ والی اور بڑی منزلت رکھنے
جَمِيْعِ حَالَاتِكِ وَمُنْقَلِبَاتِكِ وَمُصِيْبَاتِكِ
والی اور فرشتوں کا کلام سننے والی اور پردے میں رہنے والی اور
وَبَلِيَّاتِكِ وَامْتِحَانَاتِكِ حَتّٰى فِىْ اَشَدِّهَا
اپنے تمام حالات میں اور کل بدلتی ہوئی حالتوں میں اور سب مصیبتوں میں اور
وَاَمَرِّهَا وَهِىَ وَاللّٰهِ وَقُوْفُكِ فِىْ هٰذَا الْمَكَانِ
ساری بلاؤں میں اور ہر طرح امتحانوں میں کامیابی کی عزت پانے والی رہیں
وَاَخُوْكِ الْعَطْشَانُ مَصْرُوْعٌ فِىْ عُمْقِ الْحَائِرِ
یہاں تک کہ اس سخت امتحان اور بزرگ ترین مصیبت میں بھی آپ صابر ہیں یعنی خدا کی
مِنْ كَثْرَةِ جَرَاحَاتِ السَّيْفِ وَالسِّنَانِ
قسم اس مقام پر آپ کا ایستادہ ہونا جس وقت کہ آپکا پیاسا بھائی جو تلوار اور تیروں کے زخموں

وَالشِّمْرُ جَالِسٌ عَلٰی صَدْرِهٖ وَاحُزْنَاهُ عَلَیْهِ

کی کثرت کی وجہ سے اس نشیب میں پڑا تھا اور اس عالم میں شمرِ (ملعون) ان کے

وَعَلَیْكِ یَابِنْتَ الزَّهْرَاءِ وَبِنْتَ خَدِیْجَةِ

سینہ مبارک پر بیٹھا ہوا تھا ہائے کس قدر افسوس ہے آپ کے بھائی اور آپ پر

الْكُبْرٰی اَشْهَدُ اَنَّكِ قَدْ لَطَفْتِ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْفَاطِمَةِ حِدِ

اے دخترِ زہراؑ اور دل پارۂ خدیجۃ الکبریٰؑ میں اس بات کی گواہی

دیتا ہوں کہ آپ نے خدا اور اس کے رسولؐ کی اور امیر المومنینؑ اور فاطمہ زہراؑ اور حسنؑ اور

وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَنَصَرْتِهِمْ لِقَلْبِكِ وَلِسَانِكِ

حسینؑ کی بڑے خلوص سے اطاعت کی اور اپنے دل اور زبان

وَجَاهَدْتِ فِی اللّٰهِ بِلِسَانِكِ حَقَّ جِهَادِهٖ

سے ان سب کی نصرت کی اور راہِ خدا میں اپنی شمشیرِ زبان سے

فَنِعْمَتِ الْاُخْتُ اَنْتِ لِلْحُسَیْنِ وَنِعْمَ الْاَخُ

کماحقہٗ جہاد کیا، کس قدر اچھی بہن تھیں آپ حسینؑ کی اور

لَكِ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْكُمَا

کس قدر اچھے بھائی تھے حسینؑ آپ کے آپ دونوں پر خدا

وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّكُمَا وَنَصَرَكُمَا وَلَعَنَ

کی رحمت نازل ہو اور اس پر جو آپ دونوں سے محبت کرے اور آپ

اللّٰهُ اُمَّةً سَلَبَتْ قِنَاعَكِ وَطَعَنَتْ بِكِعَابِ

کی مدد کرے اور خدا لعنت کرے اس امت پر جس نے آپ کے سر سے مقنعہ

الرِّمَاحِ عَلٰی اَعْضَائِكِ وَحَرَقَتْ خِیَامَكِ

چھینا اور جس نے نوک نیزہ سے آپ کے اعضا کو تکلیف پہنچائی اور جس نے

وَاَسَرَتْ عَيَالِكِ اَمْ سَمِعَتْ بِذَالِكِ

آپ کے خیمے جلائے اور جس نے آپ کے بچوں کو قیدی بنایا بلکہ اس اُمت

فَرَضِيَتْ بِهِ وَلَمْ تَحْزَنْ يَا سَيِّدَتِيْ اَنَا زَائِرُ

پر بھی لعنت ہو جس نے ان مظالم کو سنا اور ان پر راضی رہی اور رنج وغم نہ کیا

اَخِيْكِ الْحُسَيْنِ وَزَائِرُكِ وَمُحِبُّكُمَا وَمُعِيْنُكُمَا

اے میری سیّدہ میں آپ کے بھائی اور آپ کا زائر ہوں اور آپ دونوں

فَاشْفَعِيْ لِيْ وَلِاٰبَائِيْ وَاُمَّهَاتِيْ وَاَجْدَادِيْ وَ

سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کا ناصر ہوں پس آپ میری اور میرے آباواجداد

اَسْئَلُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بِحَقِّكِ وَبِحَقِّ جَدِّكِ

اور میری ماؤں کی شفاعت فرمایئے اور میں آپ کے واسطے سے اور آپ کے

وَاَبِيْكِ اَمِيْرِالْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اُمِّكِ

نانا رسولؐ خدا اور بابا علی مرتضٰیؑ اور مادرِ گرامی فاطمہ زہراؑ اور آپ کے دونوں

فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ وَاَخَوَيْكِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

بھائی حسنؑ و حسینؑ کے واسطے خداوند تعالےٰ سے سوال کرتا ہوں

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ

اے نبوت کے گھرانے والے اور اس گھر کے رہنے والے جہاں

النُّبُوَّةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَ

ملائکہ کی آمد و رفت تھی اور ایسے مقام میں بسنے والے جہاں

مَهْبَطَ الْوَحْيِ وَالتَّنْزِيْلِ جَمِيْعًا وَ

وحی نازل ہوا کرتی تھی اور جہاں قرآن پاک اترتا تھا آپ سب

رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

پر میرا سلام ہو اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل ہوتی رہیں۔

ترجمہ:

سلام ہو اے دُخترِ امیر المومنینؑ و دختر فاطمہؑ الزہرا اور اے حسینؑ کی بہن تم پر اے شہیدانِ کربلا کا انقلاب برپا کرنے والی ہستی۔ بے شمار سلام ہوں آپ کی ذاتِ والا صفات پر۔ اے اُمِ المصائب، اے فاطمہؑ زہراؑ کی جانشین اور بے شمار سلام ہوں آپ کی مقدس ہستی پر کہ جنابِ رسول خداؐ نے سب سے پہلا نام مظلومہؑ زینبؑ رکھا ہے۔

اور اے بلند درجہ رکھنے والی زینبؑ عُلیا، آپ پر بے شمار سلام ہوں کہ آپ صبر و استقامت تحمل و ثبات والی ہستی ہیں۔ اور انقلاب حسینی میں کربلا میں، ہر ہر معاملے میں شریکؑ رہی ہیں۔

اور آپ کی ذاتِ بلند صفات پر بے شمار سلام ہوں کہ اپنے بھائی حسینؑ کی شہادت کے بعد۔ قیام حسینی کا مقصد بیان کیا اور اُن کی مظلومیت کو تمام عالم پر ظاہر کر دیا اور لہجہ علیؑ میں کوفے اور شام میں خطبے پڑھے اور دنیا والوں کو بنی اُمیہ کے مظالم سے آگاہ کیا اور مدینہ و شام میں عزاداریٔ حسین قائم کر کے انقلاب حسینی کی بنیاد رکھی اور یزید جیسے ظالم کی حکومت کی چولیں ہلا دیں۔ جس سے حکومتِ یزید لرزہ براندام ہو گئی۔

اور آخر وہ وقت آیا کہ حکومتِ وقت، ظالم بنی اُمیہ (یزید ملعون) نے آپ کو مدینے میں بھی نہیں رہنے دیا اور پھر آپ ایک جگہ مستقل طور پر نہ رہنے پائیں اور

آپ کو شہر بہ شہر در بدر پھرایا گیا اِس کی وجہ سے آپ کو شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ انقلاب حسینی برپا کرنے کا اچھا موقع مل گیا۔ اس لئے آپ نے یزید کے مظالم کو دنیا پر ظاہر کیا اور حسینؑ کی مظلومیت دنیا کو بتلائی۔ اب لوگوں کو حقائق کا پتہ لگ گیا کیونکہ معاویہ نے شام میں برسوں تک گورنری کی اور جتنا بھی جھوٹ بولا جا سکا بولا علیؑ کی توہین کی گئی لوگوں کے ذہنوں میں جس قدر بھی دشمنی علیؑ سے کی جا سکتی تھی، نمازِ جمعہ کے خطبوں میں حضرت علیؑ پر (سبّ) تبرہ کیا جاتا تھا۔ اس لئے لوگ آلِ رسولؐ کے زبردست دشمن بن گئے۔ یہ سب کچھ ایک طرفہ ہی کاروائی تھی لیکن جب جناب زینبؑ سلام اللہ علیہا نے بازارِ کوفہ اور بازار شام اور دربار یزید میں لہجہ علیؑ میں خطبے پڑھے تو لوگوں کی آنکھیں کھلیں کہ ارے یہ تو آلِ رسولؐ ہیں ہم نے اِن کے ساتھ کس قدر ظلم کیا ہے؟

اب انقلاب حسینیؑ برپا ہوا۔ یہ چند سطور جو دریائے مناقب و مصائب و شہادت و استقامت سے لی گئی ہیں یہ سب شہزادی زینبؑ کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اور ہم آپ کی مبارک ہستی کو سلام کہتے ہیں، اور اہل بیت عصمت و طہارت سے ہم وابستہ ہیں۔



عظمتِ صحابہ

عشرۂ مجالس

۱۲ر تا ۲۱ر صفر المظفر ۱۴۱۲ھ بمطابق ۲۳ر اگست تا یکم ستمبر ۱۹۹۱ء

امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی، کراچی

...... (خطیب العصر) ......

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی